کائنات کیسے وجود میں آئی؟

کائنات کی تخلیق، زمین و آسمان کی پیدائش، جنت و دوزخ، ملائکہ، ابلیس، جنات
اور لوح محفوظ کے عجیب و غریب حالات و کیفیات قرآن و حدیث کی روشنی میں

اردو ترجمہ
قصۃ الخلق

مؤلف
حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ

مترجم
مولانا محمد زکریا اقبال
استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

کائنات
کیسے وجود میں آئی

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

کتاب — کائنات کیسے وجود میں آئی؟
اردو ترجمہ — القصۃ الخلق
مؤلف — حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ
مترجم — مولانا محمد زکریا اقبال (استاد جامعہ دار العلوم کراچی)
باہتمام — محمد ناظم اشرف
ناشر — بیت العلوم ـ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دار الاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر۱

بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دار العلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ دار العلوم = جامعہ دار العلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
مکتبہ رحمانیہ = غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	حرف مترجم	۷
۲	حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی	۹
۳	پیدائش مبارک	۹
۴	تاریخ پیدائش	۹
۵	آپ کے والد صاحب	۱۰
۶	والد کا انتقال	۱۲
۷	آپ کی تالیفات	۲۶
۸	مقدمۃ الکتاب	۳۰
۹	(فصل) قصۃ الخلق	۳۱
۱۰	کیا پہلے سے کوئی مخلوق موجود تھی؟	۳۲
۱۱	(فصل) عرش اور کرسی کی تخلیق کی صفت میں	۳۶
۱۲	(فصل) لوح محفوظ کے بیان میں	۵۷
۱۳	باب آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کے بیان میں	۵۸

۱۴	باب ۲۔ ساتوں زمینوں کے بیان میں	۷۰
۱۵	سمندروں اور نہروں کے بیان میں	۷۹
۱۶	دریائے فرات کا تذکرہ	۹۳
۱۷	سیحان کا ذکر	۹۵
۱۸	جیحون کا ذکر	۹۵
۱۹	فصل	۹۶
۲۰	باب ۳ آسمانوں کی تخلیق سے متعلق آیات اور احادیث کے بیان میں	۹۹
۲۱	(فصل) کہکشاں اور قوس وقزح کے بیان میں	۱۲۳
۲۲	باب ۴۔ فرشتوں کی تخلیق اور ان کی صفات کے بیان میں	۱۲۸
۲۳	حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ذکر	۱۳۰
۲۴	حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذکر	۱۳۴
۲۵	صور کیا ہے؟	۱۳۴
۲۶	منکر نکیر	۱۵۳
۲۷	(فصل) فرشتوں اور ان کی اقسام کے بیان میں	۱۵۵
۲۸	(فصل) کون زیادہ افضل ہے؟ فرشتے یا انسان!	۱۷۰
۲۹	باب ۵۔ جنات اور شیطان کے ذکر میں	۱۷۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ مترجم

الحمد للّٰہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ واشہد ان
لاالٰہ الااللہ وحدہ لا شریک لہٗ واشہد ان سیدنا
ونبینا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہٗ. امابعد!

زیر نظر کتاب اسلامی تاریخ کے عظیم محدث، مفسر، تاریخ دان امام حافظ ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر الدمشقیؒ کی ایک مختصر مگر اپنے موضوع پر منفرد اور جامع کتاب ''قصص الخلق'' کا اردو ترجمہ ہے، جس میں فاضل مصنفؒ نے قرآن کریم و صحیح احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں کائنات کی تخلیق اور اسکے عدم سے وجود میں آنے کے حالات پر تفصیل سے کلام کیا ہے، نیز اس میں زمین وآسمان کی پیدائش، جنت ودوزخ، ملائکہ، ابلیس، جنات، لوح محفوظ وغیرہ کی تخلیق ان کے حالات وکیفیات کو قرآن کریم اور صحاح کی احادیث کی روشنی میں پوری جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ میں یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ کتاب محدثانہ طرز پر احادیث کی مکمل اسناد کے التزام ذکر کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے لہٰذا قارئین کو اسناد کا بیان شاید طوالت یا ثقل کا باعث محسوس ہو لیکن اسناد کا ذکر اس وجہ سے رکھا گیا تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ محدثین کرامؒ نے احادیث کی روایت کیلئے کیا کیا احتیاطیں مدنظر رکھی ہیں۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ کوئی سائنسی حقائق کے انکشافات کی کتاب نہیں نہ ہی اسکا مقصد سائنس کے نظریات کی تصدیق یا تکذیب ہے، بلکہ یہ قرآن وحدیث سے بیان کردہ یقینی وقطعی حقائق ہیں جن کے غلط اور باطل ہونے کا ایک مسلمان تصور بھی نہیں

کر سکتے لہٰذا اگر کوئی بات ہمیں اپنی سمجھ کے خلاف یا اس سے بالاتر محسوس ہو تو اسکے بارے میں بے یقین ہونے کی بجائے اپنی عقل و سمجھ کے محدود ہونے کا اعتراف ہی ہمارے لئے نجات کا باعث اور ہمارے ایمان و یقین کی سلامتی کا بہترین راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان گذارشات کو مد نظر رکھ کر ہمیں اس کتاب کے مطالعہ سے بہرہ ور فرمائے' آمین۔

اس کتاب کے ترجمہ میں میرے چھوٹے بھائی عزیزم مولوی شعیب احمد صاحب کے تعاون اور محنت پر میں ان کا شکر گزار ہوں' اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے' میرے مشفق والدین اور ناشر کیلئے مغفرت اور رحمت و برکت کا ذریعہ بنائے۔ وما توفیقی الا باللہ

محمد زکریا اقبال
۲۳/شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی

آپ بڑے امام زبردست عالم، جید محدث اور عظیم مورخ تھے۔ آپ بڑے فضائل والے گویا دین کا ستون تھے، آپ کی کنیت ابوالفداء ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے:

اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر القرشی الدمشقی الشافعی

پیدائش مبارکہ:

آپ رحمۃ اللہ "بصریٰ" جو کہ شام کا شہر ہے۔ اس کے مضافات میں "مجدل" نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کے والد بصریٰ شہر کے رہنے والے تھے جبکہ آپ کی والدہ کا تعلق "مجدل" بستی سے تھا۔

آپ کی قوم کی نسبت شرافت و بزرگی کی طرف ہوتی تھی اور وہ اعلیٰ نسب والی تھی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب ہمارے شیخ مزی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے بعض فضائل اور اعلیٰ نسب کے بارے میں پتہ چلا تو انہیں تعجب کے ساتھ ساتھ بہت خوشی بھی ہوئی چنانچہ اسی بناء پر وہ میرے نام (حافظ ابن کثیر کے نام) کے ساتھ (القرشی) کی نسبت لگاتے تھے۔ یہ بات حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کے ترجمہ کے ذیل میں اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ نامی کتاب میں لکھی ہے۔

تاریخ پیدائش:

حافظ ابن کثیرؒ کی پیدائش کی تاریخ ۷۰۰ھ میں ہوئی جیسا کہ مورخین نے

اس کی تصریح کی ہے۔ اور ایک قول حافظ بن حجر رحمتہ اللہ علیہ کا بھی ہے اور وہ ہے ۷۰۰ ہجری یا اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنی کتاب الدرالکامنۃ میں جو کہ تاریخ تقریبی کے نام سے معروف ہے میں ذکر کیا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میں پہلے قول کو ترجیح دیتا ہوں اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ یہ قول خود حافظ ابن کثیرؒ کے کلام سے مستفید ہے جو کہ انہوں نے اپنے والد کے بارے میں لکھا ہے۔ اس طرح کہ حافظ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ان کے والد کی وفات ۷۰۳ میں ہوئی۔ اور میں اس وقت تین سال کا بچہ تھا یا اسی کے قریب قریب تھا۔ اور میں اپنے والد کو نہیں پایا مگر بچپن میں پانے کی طرح۔ مصنف فرماتے ہیں کہ تین سالہ بچہ یقینی طور پر کوئی تاریخ وسن وغیرہ یاد نہیں رکھ سکتا اس نے جو تجدید سن کی خبر کہ جس میں ان کے والد کا انتقال ہوا تھا وہ یقینیاً اپنے ارد گرد کے افراد سے سنی ہوگی۔ بھائیوں سے یا گھر والوں یا پڑوسیوں وغیرہ سے۔ لیکن انہوں نے اپنے باپ کو بچپن کی طرح پایا ہے۔ اور میرا گمان نہیں ہے کہ تین سال سے کم عمر بچہ کو اپنا بچپن اور اس سے پہلے یا اس کے بعد کے زمانے کے بارے میں کچھ یاد ہو؟...... پس میرا غالب گمان یہ ہے کہ حافظ صاحب کی عمر اپنے والد کے انتقال کے وقت تین سال سے تجاوز کر چکی تھی اسی لئے میں نے ۷۰۰ء میں حافظ صاحب کی پیدائش والے قول کو ترجیح دی۔ اور یہی قول صحت کے زیادہ قریب ہے یا اس سے کچھ پہلے۔ بنسبت حافظ ابن حجر کے قول کے کیونکہ ان کا قول ۷۰۰ء کے کچھ عرصہ بعد کا ہے اور ظاہر ہے کہ اس قول کے مطابق حافظ ابن کثیر کی عمر ان کے والد کے انتقال کے وقت تین سال تک نہیں پہنچ سکتی۔ کم ہوگی۔

آپ کے والد صاحب:

آپ کے والد خطیب شہاب الدین ابو حفص عمر بن کثیر بڑے علماء و فقہا تھے اور بڑے خطیب تھے۔ آپ پیدا ہوئے حافظ ابن کثیر کے بقول ۲۳۰ ھج کے ابتداء میں۔ آپ کا مکمل ذکر آپ کے بیٹے حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ کی کتاب البدایۃ والنہایہ

میں مفصلاً کیا ہے۔ اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ مشغول ہوئے تعلیم میں اپنے ماموؤں کے پاس بصریٰ میں بنی عقبہ نامی بستی کے اندر، پھر آپ کے مذہب امام ابوحنیفہؒ پر کتاب ہدایہ پڑھی اور "جمل الزجاجی" حفظ کی۔ اس کے بعد مشغول ہوئے نحو و عربیت اور لغت اور اشعارِ عرب کے حفظ کرنے میں (ان فنون میں خوب مہارت پیدا کر لی) یہاں تک کہ آپ نے بہت عمدہ رائق فائق اشعار کہے مدح سرائی، مرثیہ خوانی اور کچھ ہجو کی قبیل سے۔ اس کے بعد "بصریٰ" کے شمالی جانب "مبرک الناقۃ" نامی بستی کے مدارس میں آپ کا تقرر ہوا۔ یہ بستی لوگوں میں بہت معروف و مشہور ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ (مبرک الناقۃ: یہ بستی کا نام ہے اس کے معنی ہیں اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ، وہاں کے لوگوں کا خیال یہ تھا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی یہاں ظاہر ہوئی۔ اس وجہ سے مصنف نے فرمایا کہ وہاں زیارت کے لئے لوگوں کا آنا جانا تھا۔ از مترجم)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔۔۔۔

اس کے بعد والد صاحب منتقل ہو گئے بصریٰ کی مشرقی جانب خاطبۃ القریہ میں اور شافعی مذہب اختیار کیا اور اکتساب علم کیا علامہ نوویؒ سے اور شیخ تقی الدین الفزاریؒ سے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ علامہ ابن الزملکانیؒ نے ہمیں بتایا کہ شیخ تقی الدین الفزاریؒ والد صاحب کا بہت احترام و عزت کرتے تھے والد صاحب وہاں ۱۲ سال رہے۔ اس کے بعد اپنی پرانی بستی "مجدل" میں جہاں میری والدہ تھیں وہاں خطابت شروع کی اور ایک لمبی مدت وہاں قیام کیا، خیر اور بھلائی کے کاموں اور کثرتِ تلاوت میں اوقات صرف کئے۔ والد صاحب بہت بڑے خطیب تھے اور لوگ آپ کی بڑی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ آپ کے بیانات میں دیانت اور فصاحت اور حلاوت کی وجہ سے بڑی گہرائی ہوا کرتی تھی۔ ۔ والد صاحب بستی میں رہنے کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے وہاں اپنے لئے اور اپنے عیال کیلئے نرمی اور حلال روزی دیکھ لی تھی۔۔۔ والد صاحب کی میری والدہ سے کچھ اولادیں پیدا ہوئیں اور اس سے پہلے دوسرے نکاح سے بھی کچھ اولادیں ہو چکی تھیں۔ ان میں سب سے بڑے کا نام اسماعیل

تھا پھر یونس اور ادریس اس کے بعد میری والدہ سے عبدالوہاب پھر عبدالعزیز اور چند بہنیں اور پھر میں (حافظ ابن کثیر) سب سے چھوٹا تھا اور میرا نام رکھا گیا ''اسماعیل'' اپنے بڑے بھائی کے نام پر... اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ بھائی اسماعیل بہت پہلے دمشق چلے گئے تھے' پھر والد صاحب سے قرآن حفظ کرنے کے بعد وہیں مشغول ہو گئے تھے۔ اور نحو میں انہوں نے ''مقدمہ'' پڑھی اور ''التنبیہ'' حفظ کی اور اس کی شرح علامہ تاج الدین الفزاریؒ سے پڑھی اور اصول فقہ میں منتخب حاصل کی یہ بات مجھے میرے شیخ ابن الزملکانیؒ نے بتائی۔ اس کے بعد ایک دن (بھائی اسماعیل) شامیۃ البرانیہ کی چھت سے گر گئے اور چند دن موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد انتقال کر گئے (انا اللہ) بس اس واقعہ کا والد صاحب پر بہت اثر ہوا۔ اور انہوں نے ایک طویل مرثیہ ان کی یاد میں کہا۔ پس اس واقعہ کے بعد جب میں پیدا ہوا تو انہوں نے میرا نام ان کے نام پر رکھ دیا چنانچہ والد صاحب کی سب سے بڑی اولاد کا نام بھی اسماعیل تھا اور آخری اور سب سے چھوٹی اولاد کا نام بھی اسماعیل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ رحم کرے جو گزر چکے اور جو باقی ہیں ان کا خاتمہ بالخیر کرے (آمین)۔

والد کا انتقال:

میرے والد صاحب کا انتقال جمادی الاول کے مہینے ۷۰۳ھ میں ''مجدل'' بستی میں ہوا۔ اور آپ کو بستی کے شمالی قبرستان میں زیتون کے باغ کے پاس دفن کیا گیا... میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا تین سال یا اسی کے قریب۔ میں نے والد صاحب کو صرف صغر سنی میں پایا۔ اس کے بعد ہم ۷۰۷ھ میں کمال الدین عبدالوہاب کے پاس جو کہ ہمارے بھائی تھے دمشق چلے گئے۔ وہ ہم پر بہت شفیق اور مہربان تھے ان کا انتقال کافی عرصہ بعد ۷۵۰ھ میں ہوا۔ پس وہاں میں نے ان سے علم حاصل کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے جو آسان تھا اس کو تو آسان کیا ہی ساتھ میں جو مشکلات تھیں ان کو بھی آسان کر دیا... (یہاں تک حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام تھا۔ از مترجم)

مصنف فرماتے ہیں کہ حافظ ابن کثیرؒ نے اشتغال بالعلم کیا اپنے بھائی عبد الوہاب کے پاس جیسا کہ انہوں نے آگے ذکر کیا ہے۔ پھر اپنے زمانے کے بڑے علماء سے علوم کی تحصیل کی کوششوں میں لگ گئے' قرآن کریم حفظ کیا اور ۷۱۱ھ میں آپ نے حفظ قرآن کی تکمیل کی جیسا کہ انہوں نے اپنی تاریخ میں اس کی صراحت کی ہے۔ پھر علم قرأت حاصل کیا یہاں تک کہ ''الراودی'' جو کہ قرأ میں سے ہیں انہون نے حافظ صاحب کو قرأ میں شمار کیا۔ اور ان کے حالات زندگی اپنی تالیف طبقات قرأمیں ذکر کیے۔ اور اس کے بعد حافظ صاحب نے اپنے زمانے کے بہت سارے ائمہ حدیث حفاظ سے احادیث سنیں اور پھر احادیث کے سننے سنانے اور جمع کرنے میں لگ گئے۔

احادیث کے حوالے سے یہ بات حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے کہ انہوں نے پوری صحیح مسلم شیخ نجم الدین العسقلانیؒ سے ۹ مجلسوں میں سنی۔ وزیر العالم ابی القاسم محمد بن محمد سہل الازدی الغرناطی الاندلسی جن کا انتقال قاہرہ میں ۲۲ محرم ۷۳۰ھ ہوا کی روایت ہے کہ جب وہ جمادی الاولی ۷۲۴ھ میں حج کیلئے جاتے ہوئے دمشق آئے تھے (یعنی حافظ صاحب نے صحیح مسلم ۹ مجلسوں میں شیخ نجم الدینؒ سے سنی اور انہوں نے ابی القاسم محمد بن محمد سہل الازدی سے اس وقت سنی جب کہ وہ حج پر جاتے ہوئے دمشق آئے تھے ۷۲۴ھ میں)۱

حافظ صاحب نے فقہ کا علم شیخ برہان الدین الفزاری سے اور کمال الدین بن قاضی سے حاصل کیا جبکہ فروع شافعیہ کی کتاب ''تنبیہ'' جو کہ امام شیرازی کی ہے اور اصول میں ابن حاجب کی مختصر حفظ کی۔ اس کے بعد انہوں نے حافظ الکبیر ابوالحجاج المزیؒ کو لازم پکڑ لیا اور اسماء الرجال میں ان کی عظیم الشان تالیف ''تہذیب الکمال'' ان سے پڑھی۔ اور حافظ الکبیر ابوالحجاجؒ کی بیٹی زینب سے ان کا نکاح ہوا۔

حافظ ابن کثیرؒ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اجل تلامذہ میں سے تھے۔ آپ ان کے ساتھ کافی عرصہ رہے اور آپ کے ہاتھ پر ہی اپنی تعلیم مکمل کی۔ اور حافظ صاحب کی

ابن تیمیہ کے ساتھ بہت سی خصوصیات تھیں اور ان کی بہت سی آراء کی اتباع کیا کرتے تھے اور طلاق کے مسئلہ میں انہی کی رائے پر فتویٰ دیتے تھے۔ اور اسی وجہ سے وہ آزمائش میں مبتلا کیے گئے اور ان کو تکلیف پہنچائی گئی۔ ان کا شمار اپنے زمانے کے بڑے علماء میں ہوتا تھا' ان کے معاصر علماء اور تلامذہ نے اور جو ان کے بعد گزرے سب نے حافظ ابن کثیرؒ کی تعریف کی۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کو طبقات الحفاظ میں شمار کیا ہے باوجودیکہ امام ذہبیؒ حافظ ابن کثیرؒ کے شیخ کے درجہ میں تھے۔ اس لیے کہ ان کا انتقال ۷۴۸ھ میں ہوا ابن کثیرؒ سے ۲۶ سال پہلے پس وہ طبقات الحفاظ میں فرماتے ہیں:

''اور میں نے سنیں (احادیث) ایک فقیہ' مفتی' محدث فضائل والے دین کے ستون اسماعیل بن عمر بن کثیر البصروی الشافعی سے جنہوں نے احادیث سنیں ابن شحنہ سے اور ابن الرواوی سے اور ایک جماعت سے۔ اور یہ لوگ ان میں سے تھے کہ جن کے لئے اسماء الرجال کا علم اور متون اور فقہ آسان کردی گئی۔ انہوں نے احادیث کی تخریج کی اور ساتھ ساتھ بڑے مناظر بھی تھے۔ تصانیف بھی تھیں اور تفسیر بھی لکھی اور خوب آگے بڑھ گئے۔''

اسی طرح امام ذہبی نے معجم المختص میں ابن حجرؒ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ ''بڑے امام، مفتی، محدث، متقی، جید فقیہ، فقیہ محدث اور مفسر اور اعلیٰ ناقلین میں سے تھے۔''

حافظ صاحب کے شاگرد شہاب الدین بن حجی فرماتے ہیں کہ:

''حافظ ابن کثیرؒ ان تمام لوگوں میں جن کو ہم نے پایا متون احادیث کے سب سے بڑے حافظ تھے اور اس کی تخریج اور علم رجال کے زیادہ جاننے والے تھے' صحیح اور سقیم کے بارے میں زیادہ علم رکھتے تھے۔ آپ کے معاصر اور آپ کے شیوخ اس بات کا اعتراف کرتے تھے۔ علم تفسیر اور تاریخ میں بہت زیادہ مستحضر تھے۔ بہت کم بھولتے تھے اور بڑے فقیہ تھے اعلیٰ ذہن اور بلند فہم رکھتے تھے۔ آخر تک انکو ''تنبیہ'' یاد تھی۔ عربی میں ان کو

زبردست ملکہ حاصل تھا اور اشعار کہتے تھے، میں نے بکثرت ایسے مسائل جن پر مجھے تردد تھا ان کو پیش کئے اور ان تمام مسائل میں ان سے استفادہ کیا۔

(بحوالہ نعیمی فی کتاب الدراس)

آپ کے ایک اور تلمیذ تذکرۃ الحفاظ میں "ت" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"ہمارے شیخ یعنی ابن کثیرؒ نے ابوالحجاج المزی کی بیٹی سے نکاح کیا اور ان سے بہت زیادہ روایات کی ہیں۔ اور فتاویٰ، دروس، اور مناظرہ میں مہارت حاصل کی اور فقہ وتفسیر اور نحو میں ممتاز تھے۔ اور علم الرجال وعلل میں آپ کی بڑی گہری نظر تھی"۔

حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب الدرالکامنۃ میں فرماتے ہیں:

انہوں نے مزیؒ کو لازم پکڑا اور مزیؒ کے سامنے انکی اپنی کتاب تہذیب الکمال پڑھی اور انکی بیٹی سے نکاح کیا۔ اسی طرح ابن تیمیہؒ سے اخذ علم کیا اور ان کی محبت میں مفتون ہوئے اور اسی وجہ سے آزمائش میں مبتلاء کیے گئے۔ امام ابن کثیر بڑے حاضر جواب اور خوش اخلاق تھے آپ کی زندگی ہی میں آپ کی تصانیف کی تشہیر ہو چکی تھی، آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کی تصانیف سے خوب فائدہ اٹھایا۔ حافظ ابن کثیر عوالی کی تحصیل، اور نازل کی تمیز عالی سے اور اسی طرح دوسرے فنون کے حصول میں آپ محدثین کے مروجہ طریقہ پر نہیں بلکہ وہ تو فقہاء کے محدث تھے۔ اور ان سب کے بعد انہوں نے ابن صلاح کا اختصار بھی لکھا۔ اور اس میں ان کے لئے بہت فائدے تھے۔"

اور علامہ سیوطیؒ نے طبقات الحفاظ کے ذیل میں حافظ ابن حجر کا کلام نقل کیا ہے:

کہ حافظ ابن کثیر محدثین کے خاص طریقے پر نہیں تھے" پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: علم حدیث کی معرفت میں عمدہ بات یہ ہے کہ حدیث کی صحت وسقم کے بارے میں اور علل واختلاف طرق کے بارے میں اور رجال کی جرح وتعدیل کے بارے میں علم حاصل کیا جائے ...... اور جہاں تک عالی، نازل اور اسی طرح کے علوم کا معاملہ ہے تو وہ

زائد ہیں اہم اصول میں نہیں ہیں۔" اور یہی حق ہے۔

سیوطیؒ نے یہ بھی کہا کہ: حافظ ابن کثیر کی ایک تفسیر بھی تھی کہ اس جیسی کوئی اور مثال موجود نہیں ہے۔"

اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں جنکو ان سے ابن تغری بردی نے کتاب "النجوم الزاھرۃ" میں نقل کیا ہے کہ:

حافظ ابن کثیر علماء وحفاظ کے قائد تھے اہل معانی والفاظ کی اچھی بنیاد تھے۔ انہوں نے احادیث سنیں، ان کو جمع کیا، تصانیف لکھیں، درس وتدریس کی، احادیث بیان کیں اور تالیفات کیں۔ علم حدیث وتفسیر اور تاریخ میں ان کی بڑی معلومات تھیں۔ ضبط و تحریر کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ علم تاریخ وحدیث وتفسیر ان پر ختم ہو گئے اور ان کی چند تصانیف نہایت ہی عمدہ اور مفید ہیں۔"

حافظ علامہ شمس الدین بن ناصر نے بھی "الردالوافر" نامی کتاب میں ان الفاظ کے ساتھ حافظ صاحب کی توصیف کی ہے کہ:

"شیخ الامام العلامہ الحافظ ابن کثیر دین کا ستون تھے محدثین میں ثقہ تھے عمدہ مؤرخ اور مفسرین کا علم تھے۔"

ابن حبیب نے طبقات القراء میں داودی سے نقل کرتے ہوئے اور شذرات میں ابن العماد سے نقل کرتے ہوئے امام حافظ ابن کثیر کے بارے میں لکھا کہ:

"امام بہت تسبیح وتہلیل کرنے والے تھے اور ارباب تاویل کے نمائندہ تھے، احادیث سنیں، جمع کیں، تصانیف کیں اور اپنے اقوال کے ساتھ کانوں کو تروتازہ کیا اور مزین کر دیا اور احادیث بیان کیں اور خوب فائدہ پہنچایا اور آپ کے فتاویٰ کی تمام شہروں میں خوب شہرت ہوئی۔ اور آپ اپنی تحقیقات وتحریرات کی وجہ سے خوب مشہور ہوئے۔ اور علم تاریخ وحدیث وتفسیر کی ریاستیں آپ پر ختم ہو گئیں۔"

اور حافظ ابن حجرؒ نے انباء الغمر میں اور ابن العماد نے الشذرات میں دو مشہور شعر آپ سے روایت کئے جو کہ لوگوں کی زبانوں پر خوب جاری رہے۔

”ہمارے اوپر دن پے در پے گزر رہے ہیں اور ہم انجام کار کی طرف لوٹائے جا رہے ہیں اور آنکھ دیکھ رہی ہے۔۔۔
اور کوئی نہیں ہے جو اس گزرتے ہوئے شباب کو لوٹا دے اور نہ ہی کوئی اس آلودہ بڑھاپے کو زائل کرنے والا ہے۔“

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کے ساتھ طویل صحبت اور ان کی خدمت میں رہنا اور ان سے استفادہ کرنا یہ حافظ ابن کثیرؒ کیلئے عظیم فوائد پر مشتمل تھا۔ اور آپ کے علم اور دین میں حسن اخلاق اور اعلیٰ ممتاز شخصی تربیت کے اثرات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ پس آپ مستقل الرائے تھے، دلیل کے ساتھ بات کرتے اور اس کو منطبق بھی کرتے۔ آپ نہ اپنے مذہب میں متعصب تھے اور نہ غیر کے مذہب کے بارے میں۔ اور آپ کی کتب عظیم تھیں خصوصاً عظیم الشان تفسیر جو کہ دلائل سے بھرپور تھی...... ہم نے آپ کو شافعی المذہب ہونے کے باوجود طلاق کے مسئلہ میں پایا کہ آپ لفظ واحد کے ساتھ تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے تھے اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔ کیونکہ ان کے لئے صحیح اور ثابت شدہ دلائل واضح اور راجح ہو چکے تھے۔ اس وجہ سے وہ ایک طلاق قرار دیتے تھے

(ضروری وضاحت: مقدمہ کے مصنف ناصر الدین البانی چونکہ غیر مقلد ہیں اس وجہ سے اس مسئلہ کو صحیح قرار دے رہے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں پوری امت مسلمہ سلفاً وخلفاً ایک جانب ہے اور فقط غیر مقلد اور روافض ہی ایک لفظ سے تین طلاق کو ایک شمار کرتے ہیں)

اس کے بعد آپ آزمائش میں مبتلا کئے گئے اور آپ کو تکالیف پہنچائی گئیں۔ لیکن آپ اپنے قول پر ثابت قدم رہے اور اللہ کے راستے میں دی جانے والی تکالیف پر صبر کرتے رہے۔

اور حافظ ابن کثیرؒ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے خاص شاگرد اور ان کے معاون خصوصی تھے، قاضی القضاۃ تقی الدین سبکی اور شیخ الاسلامؒ کے درمیان جو اختلاف تھا اس کو

اچھی طرح جانتے تھے لیکن اس کے باوجود جو مشقت شیخ الاسلام کو پہنچی اس کے خلاف آپ نے کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ قاضی تقی الدین کے بارے میں اچھائی کا اعلان کرتے رہے تا کہ ان کے استاد سے مشقت کم ہو جائے۔ چنانچہ اپنی تاریخ کے اندر ۷۳۳ھ احوال میں لکھتے ہیں کہ:

> "دمشق کے قاضی القضاۃ کے پاس بہت سارے لوگ جمع ہوئے اور مشہور ہو گیا کہ دمشق کے قاضی القضاۃ عنقریب ایک مجلس منعقد کرنے والے ہیں جس میں قاضی تقی اندین سبکی کے خلاف دعویٰ کیا جائے گا اس بارے میں کہ انہوں نے یتیموں کا مال رؤسا اور با اثر شخصیات میں تقسیم کر دیا تھا اور قاضی تقی اندین پر ایک فتویٰ لکھا گیا اس کے تاوان کے بارے میں اور اس کو مفتیوں کے پاس بھیجا گیا مگر سوائے قاضی جلال الدین بن حسام الدین حنفیؒ کے اور کسی نے اس پر کچھ نہیں لکھا۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حمد وصلوٰۃ کے بعد اس فتویٰ پر قاضی حسام الدین کی تحریر دیکھی ہے۔ اور جب مجھ سے اس پر فتویٰ دینے کے بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے منع کر دیا کیونکہ اس میں حکام کے خلاف اختلاف و انتشار کا اندیشہ تھا۔" پھر آگے چل کر لکھتے ہیں "اور لوگ علامہ ابن تیمیہؒ کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو گلو خلاصی عطا فرما دی کہ قاضی تقی الدین سبکی کا تبادلہ دیارِ مصر میں ہو گیا۔"

مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ یہ ہے اہلِ علم متقی اور عمدہ رائے رکھنے والے کا اخلاق (کہ قاضی کے استاد سے اختلاف کے باوجود قاضی کے خلاف فتویٰ نہیں دیا تا کہ اختلاف اور نہ بڑھ جائے بلکہ اس سے بچنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے استاد کو قاضی کے ظلم سے بچا لیا۔ از مترجم واللہ تعالیٰ اعلم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن کثیرؒ کا ذکر اسلامی ممالک میں پھیل چکا تھا۔ یہاں تک کہ حافظ ابن کثیرؒ ۷۲۳ھ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ ایک عجمی نوجوان خراسان اور تبریز کے ممالک سے ان کے پاس آیا اور وہ دعویٰ کرتا تھا کہ اس کو بخاری و مسلم اور جامع المسانید اور زمخشری کی کشاف اور دوسری کتابیں حفظ ہیں۔" چنانچہ حافظ صاحبؒ نے قاضی القضاۃ الشافعی اور دیگر فضلاء کی ایک جماعت کی موجودگی میں بخاری کے مختلف مقامات سے اس نوجوان کا امتحان لیا۔ پھر حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ "وہ بہت خوش ہوا جب میں نے اپنی کتاب جامع المسانید کی اجازت دی اور اس نوجوان نے کہا کہ میں جو اپنے ملک سے نکلا ہوں تو میرا مقصد صرف آپ تھے اور آپ کی کتاب کی اجازت چاہتا تھا اور آپ کا ذکر ہمارے ہاں بہت مشہور ہے۔"

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ خبر دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ آپ کی کتاب جامع المسانید کی شہرت مشرق وسطی کے ممالک تبریز اور خراسان تک پہنچ چکی تھی۔ حتیٰ کہ اس عجمی نوجوان نے جامع المسانید پوری یا اس کا کچھ حصہ اس وقت حفظ کر لیا تھا جبکہ حافظ ابن کثیرؒ نے اس کی تالیف مکمل بھی نہیں کی تھی۔ جیسا کہ مشہور و معروف ہے۔ گویا علماء اور طلباء علم جامع المسانید کی بات کو حرف آخر سمجھتے تھے اور جو کچھ ان کے ہاں مشہور اور متداول تھا اس پر جامع المسانید کو فوقیت دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ دمشق سے لے کر ان دور دراز بستیوں تک پہنچ گئے۔

حافظ ابن کثیرؒ ان لوگوں میں سے نہیں تھے کہ جو اپنے فتاویٰ کے ذریعہ دھوکہ دہی کریں اس طور پر کہ بظاہر تو استفادہ امراء کی جانب سے ہی کیوں نہ ہو اور ایسے لوگوں کی جانب سے کہ جس کے رعب و دبدبہ سے ڈرا جائے۔ وہ اپنی تاریخ کے اندر ۷۱۲ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں میرے پاس ایک استفتاء لایا گیا جس میں پوچھا گیا تھا کہ کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ کسی بادشاہ نے ایک غلام خریدا اور اس کے ساتھ خوب اچھا معاملہ کیا اس کو خوب مال و دولت سے نوازا اور دوسروں سے مقدم رکھا۔ لیکن غلام نے ایک دن اس کے خلاف کارروائی کی اور مالک کو قتل کر دیا اور اس کا مال ضبط کر لیا اور

ورثاء کو لینے سے محروم کر دیا۔ اور بادشاہ کی مملکت کے اندر ناجائز تصرف کیا اور بعض نوابوں کو بلا بھیجا تاکہ ان کو بلا کر قتل کر دے۔ تو کیا اس کو اس سے منع کیا جائے گا؟ اور کیا جو شخص اپنی جان و مال کے ساتھ اس کے خلاف قتال کرے اور قتل ہو جائے تو کیا اس کو شہید کہا جائے گا؟ اور مقتول بادشاہ کے ورثاء کے حق قصاص و مال کو اس غاصب سے چھڑانے کیلئے کوشش کرنے والے کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ فتویٰ دیکر اجر و ثواب حاصل کریں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ استفتاء اس طریقہ پر پوچھا گیا کہ ظاہری صورت جواب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ لیکن اس کا باطن جو ہے اس سے مراد اس امیر کی ہے جو کہ بظاہر مستفتی ہے یہ ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ کو بادشاہِ وقت سے بدظنی کر دے جو کہ حافظ صاحبؒ کو اپنے پاس بلایا کرتا تھا۔ اور وہ امیر چاہتا ہے کہ صاحب معاملہ کو فتنہ و فساد میں مبتلا کروا کر قتل کروا دے تاکہ وہ امیر حافظ ابن کثیرؒ کا جو درجہ بادشاہ کے نزدیک ہے اس درجہ تک پہنچ جائے۔ جیسا کہ اس زمانے میں امراء کی عادت ہوا کرتی تھی کہ بادشاہوں کے دربار میں دوسروں کا مرتبہ گرا کر خود اس کے مقرب بن جائیں۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے اس استفتاء کا ایک نہایت حکیمانہ جواب دیا جو کہ اس امیر کے مقصد کو ظاہر کرنے والا تھا۔ اور ایسی ضروری نصائح پر مشتمل تھا جو کہ امیر کی حالت کے مطابق و موافق تھا۔

پس انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس کو جواب دیا جو کہ امیر کی جانب سے استفتاء لے کر آیا تھا کہ اگر تو اس استفتاء سے مراد یہ ہے کہ امیر کی کہ اس ذمہ سے خلاصی حاصل کرے جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے تو جاننا چاہئے کہ اللہ اس کی نیت کو زیادہ جاننے والا ہے۔ اور جبکہ اس حق معین کی تحصیل میں فتنہ فساد مرتب اور رائج ہو چکا ہو تو اس کے حصول کی کوشش بھی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس وقت تک مؤخر کرنا چاہئے کہ جب تک کوئی امکانی صورت نہ نکل آئے...... اور اگر اس استفتاء سے مراد یہ ہے کہ ملک کو اور جو امراء اس کے حصول میں لگے ہوئے ہیں ان کو بچایا جائے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ پہلے اس پر بڑے قاضی اور مشائخ کچھ لکھیں اس کے بعد ان کے اتباع میں بقیہ مفتی

فتویٰ دیں۔"

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت ایک واقعہ پیش آیا اور وہ یہ کہ اسکندریہ شہر پر فرنگیوں نے حملہ کیا اور بہت دہشت پھیلائی اور جنگی جرائم کا ارتکاب کیا۔ اور یہ واقعہ ۲۲ محرم ۷۶۷ھ بروز بدھ پیش آیا جبکہ افرنگی سمندر کے راستے اسکندریہ پہنچے۔ اور انہوں نے نہ کسی نگران اور فوج کو پایا اور نہ بندرگاہ کے محافظ اور اس کے مددگار کو پایا تو جمعہ کے دن صبح سویرے اس میں داخل ہوگئے اور داخل ہونے سے پہلے ہی اس کے بیشتر دروازوں کو جلا دیا اور نہایت فساد برپا کیا۔ مردوں کو قتل کیا اموال لوٹے، بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا پس اللہ بلند و برتر کا حکم ثابت ہو کر رہا۔

اور یہ افرنگی وہاں پانچ دن رہے۔ جمعہ، ہفتہ، اتوار، پیر اور منگل بدھ کی صبح جا کر مصری فوج کے دستوں نے آ کر فرنگیوں کو مار بھگایا۔ اللہ کی ان پر مار ہو! اور صورتحال یہ تھی کہ وہ ایک بڑی خلقت کو تقریباً ۴ ہزار افراد کو قیدی بنانے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ اور مال و دولت، سونا، ریشم اور دیگر قیمتی سامان وغیرہ پر قبضہ کرلیا تھا جس کی کوئی انتہا نہیں ہے..... پھر سلطان اور امیر مملکت اس دن دوپہر کے وقت وہاں پہنچے جبکہ صورتحال انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ اور تمام چوپائے سمندر کے راستے، جنگی جہازوں پر بھیجے جا چکے تھے۔ سلطان نے قیدیوں کی چیخ و پکار اور آہ و بکا سنی اور اللہ تعالیٰ سے ان کا شکوہ شکایت بھی سنا اور قیدی مدد کیلئے پکار رہے تھے کہ سلطان اور دوسرے مسلمانوں کے سینے پھٹے نہیں! نہ ہی انکی آنکھیں! اور ان کے کان بہرے ہوگئے!!! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور جب یہ خبر اہل دمشق تک پہنچی تو ان پر بہت شان گزری اور خطیب دمشق نے جب جمعہ کے دن منبر پر وہاں کے احوال ذکر کئے تو لوگ بہت روئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فرنگیوں کی یہ حرکت نہایت شنیع اور بے ہودہ ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے اور وہ اپنی عادت سے مجبور ہیں حالانکہ دل اس طرح کے واقعات سے گھبرا رہے تھے۔ اور اس وجہ سے غصہ میں کھول رہے تھے (اور دوسری طرف) بادشاہ اور ظالم امراء موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی رائے عامہ کو بھڑکا رہے تھے اور جوش دلا رہے تھے اس دھوکہ

کے خلاف اور ان جرائم کی وجہ سے غصہ کو تیز کر رہے تھے (اور مقصد اس سے یہ تھا) کہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے حاصل کریں۔ اگرچہ ظاہراً انتقام کا کہہ کر (عوام سے روپیہ بٹور رہے تھے) لیکن درحقیقت اموال کو لوٹ رہے تھے۔

لیکن حافظ ابن کثیرؒ حق وانصاف کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔ اور ظلم پر راضی نہیں تھے اگرچہ وہ ظلم انتقاماً اور مسلمانوں کا بدلہ لینے کیلئے ہی کیوں نہ کیا جائے (اس کو بھی ناپسند کرتے تھے) چنانچہ فرماتے ہیں:

”نائب سلطنت کے نام دیارِ مصر سے ایک سرکاری تحریر آئی جس پر شام کے نصاریٰ کی مہر لگی ہوئی تھی اس کا ایک جملہ یہ تھا “(جس میں نائب سلطنت کو حکم دیا گیا تھا کہ) نصاریٰ سے ان کے اموال کا چوتھائی حصہ لے لیا جائے۔ تاکہ اسکندریہ میں جو تباہی ہوئی اس کی تعمیر ہو سکے اور اسی طرح سواریاں اور کشتیاں جو کہ فرنگیوں نے ضائع کر دیں تھیں ان کا مداوا ہو سکے چنانچہ انہوں نے نصاریٰ کی اہانت کی اور ان کو زبردستی گھروں سے طلب کیا وہ ڈرے ہوئے تھے کہ کہیں ان کو قتل نہ کیا جائے اور سمجھ نہیں پار ہے تھے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے اور بے تحاشا ڈرے ہوئے تھے۔“

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ یہ حرکت کوئی شرعی حرکت نہیں ہے اور شریعت تو اس طرح کے احکامات کو ماننے کو جائز ہی قرار نہیں دیتی۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے ۷۶۷ھ ۱۲ صفر بروز ہفتہ ”میدان اخضر“ میں ایک اجتماع بلایا جس میں نائب سلطنت بھی شریک تھے۔ اور یہ اجتماع اس دن عصر کے بعد جب کہ فٹ بال کے کھیل سے فارغ ہو چکے تھے اس وقت ہوا تو میں نے ان میں دیکھا کہ بہت بڑا مجمع ہے جس میں سمجھدار، معاملہ فہم شریف اور معزز لوگ بھی تھے.... میں نے ان کو بیان کیا کہ اس حکم (ان سے ربع اموال لے لئے جائیں) کو نصاریٰ پر لاگو کرنا شرعاً ناجائز ہے ..تو نائب سلطنت نے کہا کہ مصر کے بعض مفتیوں نے تو امیر سلطنت کو اس کے جواب پر فتویٰ جاری کیا ہے تو میں نے ان سے کہا کہ اقدام شرعاً ناجائز ہے اور کسی کیلئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اس پر فتویٰ جاری کرے کیونکہ نصاریٰ جب تک ہمارے ذمہ میں ہیں وہ ہمیں جزیہ ادا کرتے

رہیں گے ذلت اور رسوائی کی وجہ سے۔ اور ملکی قوانین نافذ ہیں (اور وہ جزیہ ادا کر بھی رہے ہیں) چنانچہ اب جو وہ ہمیں جزیہ ادا کر رہے ہیں تو ہمارے لئے جائز نہیں ہے کہ ہم اس جزیہ کے علاوہ ایک درہم بھی ان سے زائد لیں۔ اور یہ باتیں میر سلطنت پر مخفی نہیں ہیں اتو نائب نے کہا کہ میں کیا کر سکتا ہوں؟ جب کہ اس کے احکامات نازل ہو چکے ہیں (یعنی میں اب مجبور ہوں) اور میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کی مخالفت کروں۔

پھر حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ نائب نے یہ ساری تعلیمات دیار مصر میں لکھ کر بھیج دیں۔ لیکن یہ نائب حافظ ابن کثیرؒ کے قول کے موافق نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے اس حکم کو نافذ کر دیا اور جب نصاریٰ اپنے کنیسہ میں جمع ہوئے تو ان کو اپنے سامنے طلب کیا اور وہ چار سو کے لگ بھگ تھے تو ان کو حلف دے کر پوچھا کہ تمہارے پاس کتنے اموال ہیں؟ اور ان پر لازم کر دیا کہ اپنے مال کا چوتھائی حصہ جمع کرا دیں (سرکاری خزانے میں) انا للہ وانا الیہ راجعون۔“

اور یہ ظالمانہ حکم ربیع الاول کے مہینے میں ۷۶۷ھ میں نافذ ہوا۔ پھر حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں ربیع الثانی کے مہینے کے احوال میں: کہ اس مہینے کے شروع میں سلطان کا ایک اور سرکاری فرمان جاری ہوا جس میں نصاریٰ کی عورتوں سے جو ٹیکس پہلے سے لیا جا رہا تھا اس کے علاوہ مزید کچھ لینے سے منع کیا گیا تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ عورتوں اور مردوں دونوں سے زائد وصول کرنا ظلم ہے لیکن عورتوں سے زائد وصول کرنا یہ نہایت برا اور بہت بڑا ظلم ہے۔“

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ دیکھئے اس امام عظیم کو کہ جو شریعت مطہرہ کی حدود کی حفاظت میں ڈٹ گیا اور جیسا کہ دین حنیف نے اس کو بتایا اس نے صحیح انصاف کے ترازو کو قائم کئے رکھا۔ اور ان کو اس وقت بھی سخت افسوس ہوا اور انہوں نے اناللہ پڑھی جب ظالم اور سرکش امراء کے ظالمانہ احکام کی وجہ سے نصاریٰ کو سزا دی گئی۔ جیسا کہ ان کو اس سے پہلے جب مسلمانوں کو نصاریٰ نے دھوکہ اور سرکشی سے نقصان پہنچایا تھا۔ اس وقت بھی افسوس ہوا تھا اور انہوں نے اناللہ پڑھی تھی انہوں نے اس کو برا سمجھا اور اس کو بھی!

لیکن ظلم پر راضی نہ ہوئے بلکہ عدل وانصاف کا ترازو قائم رکھا۔

مصنفؒ لکھتے ہیں کہ اس جیسی انصاف پسند اور عظیم الشان اور حق پر قائم رہنے والی اور ایسی عقل کہ جس پر کج روی اور خواہشات غالب حاصل نہ کرسکیں۔ یہ عقل آدمی کو لوگوں کے ہاں بہت بلند اور معتبر مقام دیتی ہیں۔ چنانچہ ان کی توثیق کی مددگاروں نے بھی اور مددگاروں کے علاوہ نے بھی اسی طرح موافقین نے بھی اور مخالفین نے بھی آپؒ کی تعریف وتوثیق کی۔ حتیٰ کہ ذمیوں کے ہاں بھی ان کو ایک مضبوط اور معتمد علیہ مقام حاصل ہوچکا تھا۔ یہاں تک کہ بعض ذمی رؤساء نے کنیسہ کے اہم ترین معاملات میں آپ سے مشورہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک روحانی پیشوا کا دلچسپ قصہ ذکر کیا ہے جو کہ کسی خاص معاملے میں آپ سے مشورہ مانگ رہا تھا۔ بہتر ہوگا کہ ہم یہ واقعہ خود حافظ ابن کثیرؒ ہی کی زبانی انہی کے الفاظ میں نقل کریں:

حافظ ابن کثیرؒ ۷۶۷ھ کے احوال میں ذکر کرتے ہیں کہ ۹ شوال منگل کے دن ایک روحانی پیشوا ''بشارہ'' نامی آیا جس کا لقب ''میخائیل'' تھا۔ اور اس نے مجھے بتایا کہ شام کے معزز لوگوں ..... نے میری بیعت کی ہے اس بات پر کہ میخائیل پیشوا کو بجائے انطاکیہ کے پیشوا کے دمشق کا روحانی پیشوا بنادیں گے تو میں نے اس کو واضح کیا کہ یہ فعل تو تمہارے ہاں یعنی تمہارے مذہب میں ناپسندیدہ ہے اس لئے کہ روحانی پیشوا چار جگہ ہوتے ہیں:

اسکندریہ، القدس، انطاکیہ اور روم۔ پس روم سے اس کو استنبول منتقل کردیا گیا اور وہی قسطنطنیہ ہے۔ تو اس روم سے قسطنطنیہ منتقل کرنا ہی نصاریٰ پر بہت شاق گزرا تھا کہ یہ کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے؟ لیکن اب جو معاملہ تم کررہے ہو تو یہ واقعہ تو پہلے سے بہت بڑھ کر ہے! لیکن میخائیل نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ دراصل وہ انطاکیہ کا ہی روحانی پیشوا ہے! لیکن اس کو شام کے اندر قیام کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ نائب سلطنت نے اس کو حکم دیا ہے کہ وہ شام میں رہ کر اپنے اور نصاریٰ کے احوال قبرص کے (عیسائی) بادشاہ کے نام لکھے اور اس میں اسکندریہ کے عیسائی عوام پر اتاری جانے والی ذلت، ٹیکس اور

جرمانے کے بارے میں ذکر کرے۔ کیونکہ قبرص کے حاکم کی اسکندریہ کے شہر سے دشمنی اور حملہ کی بناء پر یہ حالات اسکندریہ کے عیسائی عوام کے ساتھ روا رکھے گئے ہیں (اسکندریہ میں اس وقت مسلمانوں کی حکومت تھی جبکہ قبرص اور استنبول میں عیسائیوں کی چونکہ قبرص کے حاکم نے اسکندریہ پر حملہ کرکے لوٹ مار مچائی تھی اس وجہ سے مسلمان حاکم نے وہاں کے ذمی عیسائیوں پر ظلم کیے تھے اور ان کا ربع مال لے لیا تھا جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے۔) ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس میخائیل نے مجھے وہ خطوط بھی دکھائے جو اس نے قبرص اور استنبول کے حاکم کو لکھے تھے اور وہ اپنی زبان میں پڑھ کر مجھے سنائے۔

اللہ تعالیٰ اس پر بھی لعنت کرے اور جن کی طرف وہ خطوط لکھے گئے ان پر بھی۔!!!

اس کے بعد میں نے اس سے ان کے دین کے معاملے میں گفتگو کی اور ان نصوص کے بارے میں جن کا ان کے تینوں گروپ اعتقاد رکھتے ہیں، اور وہ تینوں جماعتیں یہ ہیں: ملکیہ، یعقوبیہ جس میں افرنگی اور قبطی داخل ہیں۔ اور نسطوریہ تو (اس میخائیل جو کہ ان نصاریٰ کا روحانی پیشوا تھا کی حالت اپنے مذہب کے بارے میں یہ تھی کہ) وہ فقط چند چیزیں ہی سمجھ سکا۔ یعنی ان کا بڑا ہونے کے باوجود کچھ معلوم نہ تھا۔ اور حاصل اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ وہ میخائیل بالکل گدھا تھا بڑا کافر: اللہ کی اس پر لعنت ہو!"

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قارئین اس بات سے متعجب نہ ہوں کہ حافظ ابن کثیرؒ نصاریٰ کی جماعتوں کے عقائد کے بارے میں ان کے پادریوں سے زیادہ جاننے والے تھے؛ استغفر اللہ (یعنی ایسی بات نہیں ہے) بلکہ انہوں نے جو یہ ذکر کیا کہ "انــه یفهم بعض الشیء" کہ یعنی "وہ چند باتیں ہی سمجھ سکا" یہ انہوں نے اس میخائیل روحانی پیشوا کے بارے میں کہا تھا جو کہ ان سے گفتگو کر رہا تھا۔ (مطلق سب کے بارے میں نہیں کہا تھا) مصنفؒ فرماتے ہیں حافظ ابن کثیرؒ نے جو یہ بات کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ اہل مذہب و شریعت کے اقوال پر بہت زیادہ باخبر علماء میں سے تھے۔ خاص طور پر عیسائیوں کے مذاہب کے بارے میں آپ کی معلومات بے انتہاء تھیں جیسا کہ ان کی تفسیر و تاریخ کے اندر جگہ جگہ ان کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ بلکہ ان کے

وسیع المعلومات ہونے پر دلالت کیلئے صرف اتنا جاننا کافی ہے کہ وہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد تھے ۔ جنہوں نے کہ مذاہب مسیحیین پر ایک بہترین موسوعہ تیار کیا تھا جس کا نام کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" تھا۔ اور یہ ان کی مشہور و معروف کتاب ہے جو شائع ہو چکی ہے۔

اور حافظ ابن کثیرؒ کو ان کو آخری عمر میں بہت تکالیف پہنچیں۔ پھر آپ کا انتقال جمعرات کے دن ۲۶ شعبان ۷۷۴ھ میں ہو گیا۔ ابن ناصرؒ کہتے ہیں:

حافظ ابن کثیرؒ کے جنازے میں بے پناہ اور عظیم الشان مجمع تھا اور آپ کی وصیت کے مطابق شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے پہلو میں مقبرۃ الصوفیہ میں دفن کیا گیا جو دمشق کے باب "النصر" کے باہر ہے۔

آپ کی تالیفات:

آپ کی بے شمار تالیفات ہیں۔ مصنفؒ فرماتے ہیں میرا نہیں گمان کہ اس وقت ان تمام کا میں یہاں احاطہ کر سکوں گا۔ حالانکہ ان میں سے بعض گم ہو چکی ہیں اور بعض تالیفات کے بارے میں ابھی تک ہمیں علم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہیں! اور یہ بات دلالت کرتی ہے اس طرف کہ آپ کی تالیفات بے شمار ہیں، ان میں تفاسیر کے بارے میں بھی ہیں اور دوسرے موضوعات کی مناسبت کے لحاظ سے بھی ہیں۔ لیکن یہاں ہم ان کا ذکر کریں گے جو ہمارے علم میں ہیں اور ہمارے بھائی علامہ شیخ محمد عبدالرزاق حمزہ نے آپ کی کتاب "اختصار علوم الحدیث" کے اندر خاص آپ کے احوال لکھے ہیں اس میں انہوں نے حافظ ابن کثیرؒ کی اکثر تالیفات کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے:

(۱) ۔ التفسیر: یہ وہی کتاب ہے جس کا مفصل تذکرہ ہم مقدمہ میں کر چکے ہیں اور یہاں اسی پر اکتفاء کرتے ہیں (قرآن مجید کی مکمل تفسیر)۔

(۲) البدایہ و النہایہ: یہ مشہور عمدہ تاریخ ہے جو کہ ۱۴ ضخیم جلدوں میں ۱۳۵۸ھ کے اندر مصر سے طبع ہوئی اس میں دنیا کی پیدائش سے لیکر ۷۶۸ھ تک کے واقعات کی

تاریخ بیان کی گئی ہے۔ امام اپنی وفات سے تقریباً ۹ سال پہلے اس کتاب سے فارغ ہوئے۔ اس کی دو جلدیں طبع نہیں ہوسکیں۔ اور یہ وہی آخری قسم ہے جس کی طرف کتاب کے نام "والنھایۃ" سے اشارہ کیا گیا ہے۔ اس میں فتن قیامت کی نشانیاں، جنگیں اور آخرت کے احوال سے متعلق جو روداد یں ہوئی ہیں ان کو جمع کیا گیا ہے۔

(۳) السیرۃ النبویۃ (مطولۃ) ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے اس کی طرف یعنی "سیرت مطولۃ" کی طرف اور "سیرت مختصرۃ" کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۲ کی تفسیر میں ان الفاظ کے ساتھ "فی کتاب السیرۃ التی افردناھا موجزاً و بسیطاً"۔

(۴) السیرۃ (مختصرۃ) یہ ۱۳۵۸ھ میں مصر سے طبع ہو چکی ہے "الفصول فی اختصار سیرۃ الرسولﷺ" کے نام سے۔ لیکن یہ طباعت یقینی طور پر پوری نہیں ہے! اب اس کا مجھے نہیں پتہ کہ مؤلف نے بھی اس مقدار پر اکتفاء کیا تھا۔ یا باقی کتاب مفقود ہو چکی ہے؟ کیونکہ وہ کتاب کے خطبہ میں ذکر کرتے ہیں کہ:

> "علم والوں کیلئے تواریخ اسلامیہ اور سیرت نبویہ کے بارے میں کم علم رکھنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

> "مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں سیرت پر تفصیلی تذکرہ لکھوں ... اور وہ مشتمل ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کے بارے میں۔ آپ کی سیرت، اور واقعات کے بارے میں ... اور آپ کے بعد سے لے کر اسلام کے احوال کے ذکر میں آج تک سب کا تفصیلی تذکرہ لکھوں۔ مصنفؒ فرماتے ہیں لیکن جب وہ مطبوع ہوئی تو فقط سیرت نبویہ پر مشتمل تھی ... مخطوطہ میں لکھا ہوا تھا: "مکتبہ عارف حکمت" مدینہ منورہ۔ تو یقینی طور پر یہ کتاب ناقص مطبوع ہوئی ہے۔

(۵) **اختصار علوم الحدیث:** اس میں آپ نے اصطلاح حدیث کے حوالے سے "مقدمہ ابن صلاح" کو مختصراً ذکر کیا ہے۔ اور یہ مکہ سے طبع ہوئی..... مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی شرح کے ساتھ دو مرتبہ اس کو طبع کیا۔ جیسا کہ میں آگے ذکر کرونگا۔

(۶) **جامع المسانید السنن:** شیخ محمد عبدالرزاق حمزہ نے الھدی والسنن فی احادیث المسانید والسنن" نامی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ نے اس کتاب میں امام احمدؒ کی مسانید اور بزارؒ کی، ابی یعلیٰ کی اور ابن ابی شیبہ کی مسانید کتب ستہ کے ساتھ جمع کی ہیں۔ لیکن میں اس معاملہ کی حقیقت کو نہیں جانتا۔ اس لئے کہ مؤلف (حافظ ابن کثیرؒ نے اس کو مکمل نہیں کیا تھا۔ ...

پھر دوسری بات یہ ہے کہ جو مقدار سنن اور مسانید کی کتابوں کی وہ بتا رہے ہیں وہ صرف دار الکتب مصر کے مطبوعہ سات جلدوں میں ہی مل سکتی ہے۔ اور میرے پاس اس کی آخری جلد کی فوٹو کاپی موجود ہے اس میں "مسند ابی ھریرۃؓ" کی اکثر روایات ہیں جن کو مسند احمد کی احادیث سے ان رواۃ تابعین کے اسماء کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے جنہوں نے حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت کی ہیں۔ اور اس کو معجم کے حروف کی طرز پر ترتیب دیا گیا ہے اور یہ پوری جلد صرف "حرف الجیم" میں ہے۔ اس کا پہلا نام "جعفر بن عیاض المدنی" کا ہے جو کہ ابو ہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں اور آخری "آخر مسند ابی ہریرۃؓ" ہے اس کے ۲۶۹ ورق ہیں...... مصنفؒ فرماتے ہیں کہ "مسند ابی ہریرۃؓ" جو کہ "مسند امام احمد" سے ہے اس پر میں نے کام کیا ہے جس کی وجہ سے میں نے اسکو کافی پڑھا ہے۔ لیکن میں نے اس میں کہیں بھی "بزار" ابی یعلی اور ابن ابی شیبہ کی طرف اشارہ نہیں پایا ہے۔ لیکن صحاح ستہ کی طرف اشارات بکثرت ملتے ہیں اور میں نے اس کی تحریر کو بہت زیادہ وقت نظر سے نہیں دیکھا اس لئے کہ اس کیلئے ضروری ہے کہ تمام موجودہ مجلدات کی فوٹو کاپیاں موجود ہوں اس کے بعد اس کو بغور پڑھا جائے اور اس کے یعنی ساتوں مجلدات کے صفحات کی تعداد جو کچھ اس میں ہے وہ ہے (۲۲۸۰) دو ہزار دو سو اسی۔

(۷) **التکمیل فی معرفة الثقات والمجاهیل**: اس میں حافظ ابن کثیرؒ کے دونوں شیوخ امام مزیؒ اور امام ذہبیؒ دونوں کی کتابیں جمع کی گئی ہیں: یعنی تہذیب الکمال اور میزان الاعتدال اور اس پر جو جرح وتعدیل ہوئی ہے اس کے ساتھ۔

(۸) **مسند الشیخین**: یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ۔

(۹) **رسالة فی الجهاد**: یہ طبع ہو چکا ہے۔

(۱۰) **طبقات الشافعیه**: امام شافعیؒ کے مناقب میں ہے۔

(۱۱) **اختصار کتاب "المدخل الیٰ کتاب السنن" للبیهقیؒ**۔ یعنی امام بیہقیؒ کی کتاب "المدخل الیٰ کتاب السنن" کا اختصار لکھا ہے۔

(۱۲) **المقدمات**: شاید یہ اصطلاح حدیث میں ہے۔

(۱۳) **تخریج احادیث أدلة التنبیه**: شوافع کے فروع میں۔

(۱۴) **تخریج احادیث مختصر ابن الحاجبؒ**: اصول میں ہے۔

(۱۵) **شرح صحیح البخاریؒ**: اس کو لکھنا شروع کیا مکمل نہ کر سکے۔ اپنی کتب میں جا بجا اس کی طرف اشارات کئے ہیں۔

(۱۶) **الاحکام**: یہ بہت بڑی کتاب ہے اس کو بھی مکمل نہ کر سکے۔ اور کتاب الحج تک ہی پہنچ سکے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

شیخ امام علامہ ابوالفداء عماد الدین اسماعیل ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو اول بھی ہے آخر بھی باطن بھی ہے اور ظاہر بھی، وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ایسا اول کہ اس سے پہلے کچھ نہیں اور ایسا آخر کہ اس کے بعد کچھ نہیں ایسا ظاہر کہ اس سے اوپر کچھ نہیں اور ایسا باطن کہ اس سے زیادہ مخفی کچھ نہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ سے موجود ہے، اپنے تمام صفات و کمالات سے مزین ہے، ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا بغیر کسی عارضی وقفہ کے اور فاصلہ کے اور زائل ہونے کے، اندھیری رات میں کالے پتھر پر سیاہ چیونٹی کی چال کو جانتا ہے اور ریت کے ذرات کو بھی، وہ سب سے اعلیٰ، بلند و برتر ہے۔ ایسا عظیم الشان کہ ہر چیز کو پیدا کیا تو ایک خاص انداز سے پیدا کیا۔ اور آسمانوں کو بلند کیا بغیر کسی ستون کے، چمکدار ستاروں سے انکو مزین کیا اور اس میں چمکتا ہوا سورج اور روشن چاند رکھ دیا۔ ان سب کے اوپر بچھایا ایک تخت اور وہ تخت بہت اونچا، نہایت مضبوط، بہت لمبا، چوڑائی کشادگی والا، نہایت باریک، اور چکر لگانے والا ہے۔ اور یہ تخت ہی دراصل عرش عظیم ہے اس کے پائے مضبوط و مستحکم ہیں جن کو فرشتے اٹھائے ہوتے ہیں۔ مقرب فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور دھیمی آواز سے اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تعظیم بیان کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح آسمانوں کے کنارے بھرے ہوئے ہیں فرشتوں سے، ان فرشتوں میں ہر روز ستر ہزار فرشتے وفد کی صورت میں بیت المعمور جو کہ ساتویں آسمان پر واقع ہے

کا طواف کرتے ہیں اور فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے نوبت یہ ہوتی ہے کہ ان کو آخر تک دوبارہ طواف کرنے کی نوبت نہیں آتی' جس عمل میں وہ لگے ہوئے ہیں تسبیح وتحمید وتمجید میں سے اور صلوٰۃ وتسلیم میں سے اسی میں لگے رہتے ہیں اور دوبارہ ان کی باری نہیں آتی جس نے ایک مرتبہ بھی بیت المعمور کا طواف کرلیا۔ از مترجم)

اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کیلئے زمین کو جوش مارتے' لہروں والے پانی پر رکھ دیا اور اس کے اوپر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیئے۔ اور اس میں برکتیں ڈال دیں اور مخلوق کیلئے اس میں خوراکیں رکھ دیں چار دن میں' اور پوچھنے والوں کیلئے برابر کردیا (صاف صاف بیان کردیا قرآن کریم میں) اور زمین کو آسمان کے پیدا کرنے سے پہلے پیدا کیا اور اگائے اس میں ہر چیز کے جوڑے جن کا انسان محتاج ہوتا ہے سردی وگرمی میں تاکہ عقلمند اللہ کی نشانیوں پر مطلع ہوں۔ اور زمین سے ہر وہ چیز نکالی جو انسان کی ضرورت کی ہو۔ اور انسان کو مالک بنادیا ایسے جانوروں کا جو قابو میں آنے والے نہ تھے (یا چوپائے جانوروں کا)

اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا کیا گارے سے اور بنایا اس کی نسل کو ایک جمی ہوئی مٹی سے اور بے قدر پانی سے۔ اور اس کو رکھ دیا ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں (رحم مادر میں) پھر اس کو دیکھنے والا سننے والا زندہ آدمی بنادیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ اور اس کو تعلیم وتعلم سے مزین کردیا۔

اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کو جو کہ مخلوقات کے باپ ہیں اپنے دست اقدس سے پیدا فرمایا' ان کے جسم کو مصور کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دی۔ فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہی کے جسم سے مخلوق کی والدہ اماں حوا کو جو کہ ان کی اہلیہ تھیں پیدا کیا۔ پھر آدم کی تنہائی کو اماں حوا کی رفاقت سے انسیت میں بدل دیا اور ان دونوں کو جنت میں ٹھکانہ عطا کیا' ان پر نعمتوں کی بارش برسادی پھر ان کو زمین

میں اتارا۔ تاکہ اللہ رب العزت والعلم کی حکمت اس سے جانی جائے اور بہت سے مرد اور عورتیں ان دونوں کی نسل سے زمین میں پھیلا دیئے اور اپنی عظیم قدرت سے ان کو مختلف درجات میں تقسیم کر دیا۔ جیسے کسی کو بادشاہت دی تو کسی کو رعایا بنایا۔ اور کسی کو فقیر بنایا تو کسی کو مالدار اور کسی کو آزاد تو کسی کو غلام اسی طرح عورتوں میں بھی آزاد اور باندیاں بنائیں اور ان کو زمین کے اطراف اور طول و عرض میں آباد کر دیا اور انسانوں میں بعض کو بعض کا خلیفہ بنایا۔ کہ بعض دنیا میں آتے ہیں تو بعض دنیا سے چلے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری رہے گا) حساب کے دن تک اور اللہ علیم و حکیم کے سامنے پیشی کے وقت تک اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے ان کے حسب ضرورت و حاجت تمام جگہوں میں نہروں کو مسخر کر دیا کہ پہاڑوں کو چیر کر چھوٹے بڑے شہروں تک ان نہروں کو پہنچا دیا اور ان کیلئے چشمے اور کنویں جاری کر دیئے۔ ان پر بارشوں کے ساتھ بادل بھیجے اور اسکے ذریعہ انواع واقسام کی کھیتیاں اور پھل اگا دیئے اور ان کو ہر وہ چیز دی جس کا انہوں نے زبان حال و قال سے سوال کیا۔ جیسا کہ فرمایا:

> ”اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہیں کر سکتے بے شک
> انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکرا ہے۔“ (ابراہیم ۳۴)

پس تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو بڑا کرم والا، عظمت والا اور بردباری والا ہے۔

پھر انسانوں کو پیدا کرنے، ان کو رزق دینے اور اس کیلئے کاموں کو آسان کرنے اور قوت گویائی دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ احسان تو سب سے بڑا ہے اور عظیم الشان نعمت ہے کہ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے اور اپنی کتابیں ان پر اتاریں جو حلال و حرام کو واضح بیان کرنے والی ہیں اور دین و آخرت اور قیامت تک کے پیش آنے والی ہر چیز کے بارے میں خبر دیتی اور ان کے احکام اور دیگر تفصیلات بیان کرتی ہیں پس کامرانی ہے اس شخص کیلئے جو ان چیزوں کی دل و زبان سے تصدیق کرے

اور احکام کی بجا آوری کیلئے سر تسلیم خم کر دے اور نواہی سے اجتناب کرے تو انشاء اللہ دائمی جنت میں جا کر کامیاب ہو جائیگا اور جھوٹوں کے مقام سے نجات پا جائے گا۔ جھوٹوں کا مقام دوزخ ہے جس کی وادیاں ''زقوم'' اور حمیم ہیں اور اس میں دردناک عذاب ہے۔

(اعاذنا اللہ منہ)

میں تعریف بیان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف جو کہ پاک ہے مبارک ہے ایسی تعریف جو بھر دے آسمانوں اور زمینوں کے اطراف کو اور یہ تعریف ہمیشہ ہمیشہ ابداً آباد تک اور قیامت کے دن تک ہر گھڑی، ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر سیکنڈ اللہ رب العزت کیلئے ہے جیسا کہ اس کی عظمت جلال اور بادشاہت قدیمہ اور کرم کے لائق تعریف ہونی چاہیئے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے، نہ اس کا کوئی بیٹا ہے، اور نہ کوئی باپ، نہ بیوی نہ اس کا کوئی وزیر ہے اور نہ ہی مشیر اور ہمسر ہے اس کی کوئی مثال نہیں اور نہ ہی اس کے حصے ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے حبیب اور اس کے خلیل ہیں۔ خالص اور اخص الخاص عربوں کے چیدہ اور منتخب کیے ہوئے ہیں۔ خاتم الانبیاء صاحب حوض کوثر ہیں جو کہ سیراب کرنے والا ہے۔ صاحب شفاعت عظمیٰ ہیں قیامت کے دن۔ اور ایسے علم بردار ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس مقام محمود میں پہنچائے گا کہ جس کی طرف ساری مخلوق راغب ہوگی۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی۔

اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے تمام بھائیوں (انبیاء ومرسلین) پر درود وسلام نازل فرمائے ایسا درود جو کہ پاکیزہ ہو اور بلند مرتبہ اور عزت وتکریم کا معاملہ فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تمام صحابہ کرام سے جو کہ معزز ومکرم ہیں اور سردار

اور شرفاء عظماء ہیں۔ اور انبیاء کے بعد تمام کائنات کا خلاصہ ہیں جب تک کہ اندھیرا روشنی کے ساتھ مختلط نہیں ہو جاتا اور داعی اعلان نہ کر دیتا یعنی صور پھونکا جاتا۔ اور جب تک کہ خوفناک رات کی تاریکی دن کی روشنی کو منسوخ نہ کر دے۔ یعنی قیامت تک پہنچے کہ صحابہ کرام انبیاء کے جانشین اور متبعین ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد!

پس اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے ساتھ میں نے اس کتاب میں وہ واقعات ذکر کئے ہیں جو کہ مبداء مخلوقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و قوت سے میرے لئے آسان فرما دیا۔ ان چیزوں میں عرش، کرسی، آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بارے میں جو کچھ ان کے درمیان ہے فرشتے، جنات اور شیاطین کے بارے میں اور آدم علیہ السلام کی تخلیق اور انبیاء علیہم السلام کے قصے جو کہ بنی اسرائیل اور ایام جاہلیت سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم نبوت تک وجود پذیر ہوئے ہیں۔ ان سب چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی سیرت بیان کی ہے جو آپ کی شان کے لائق ہے اور جس سے دل و دماغ شفایاب ہو جاتے ہیں۔ اور بیماری سے بچ جاتے ہیں۔

اس کتاب میں ہم اسرائیلیات کا ذکر نہیں کریں گے مگر صرف اتنا کہ جس کی اجازت شارع علیہ السلام نے دی اور جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ کے مخالف نہ ہو۔ اور یہ اسرائیلیات کی وہ قسم ہے کہ جس کی نہ تصدیق کی جاتی ہے اور نہ تکذیب' کیونکہ ہماری شریعت نے اس کے متعین کرنے میں ہمارے لئے کوئی فائدہ نہیں سمجھا۔ اور یہ یا تو کسی مختصر بات کی وضاحت ہوتی ہے اور یا پھر کسی مبہم چیز کی تفصیل ہوتی ہے۔ لیکن ہم اس کو صرف زینت کے طور پر استعمال کریں گے نہ کہ دلیل حاصل کرنے اور اس پر بھروسہ

کرنے کے طور پر۔ پس بیشک اعتماد اور بھروسہ کے قابل تو صرف کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے اور سنت رسول اللہ ؐ کی حسن اور صحیح روایتیں تو ذکر کریں گے ہی ساتھ ساتھ اگر کہیں روایت میں ضعف آیا تو اس کی وضاحت بھی ہم کردیں گے۔ اور اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہیئے اور اسی پر بھروسہ ہے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم العلی العظیم

پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اپنی کتاب میں:

''اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں آپ پر گذشتہ امتوں کے قصے اور تحقیق ہم نے آپ کو اپنی طرف سے۔

اور اللہ رب العزت نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سابقہ اخبار و واقعات سے آگاہ کیا اور ان کو مخلوقات کی پیدائش اور امم ماضیہ کے بارے میں بتایا۔ اسی طرح اس نے اپنے اولیاء کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اور اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا یہ سب بتایا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو کھول کھول کر خوب وضاحت کے ساتھ یہ باتیں بیان فرمائیں اور اتنی وضاحت کے ساتھ یہ واقعات بیان فرمائے کہ گویا ہم ان تمام واقعات کے وقت موجود ہوں۔ اور اس بارے میں جو آیات وارد ہوئی ہیں ان کو بھی آپ تلاوت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار درود وسلام ہوں آپ ؐ پر۔ پس جن باتوں کے ہم محتاج تھے ان کو آپ ؐ نے بیان فرمادیا اور جن میں ہمارے لئے فائدہ نہیں سمجھا ان کو ترک کردیا۔

علمائے اہل کتاب کے بعض گروہوں نے اپنے علم کے مطابق ان چیزوں میں سے بعض پر مزاحمت شروع کی اور اپنی فہم کے سہارے اس کے تراجم کئے حالانکہ اس میں لوگوں کا ذرا بھی فائدہ نہ تھا۔ اور ہمارے علماء میں سے بھی بعض نے ان کی پیروی میں وہ سب نقل کرلیا۔ لیکن ہم ان کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ ان کے راستے پر چلیں گے۔ اور

ہم اس میں سے بہت اختصار کے ساتھ تھوڑا سا حصہ نقل کریں گے اور وہ بھی وہ جو کہ سچ ہوگا اور ہمارے اصولوں کے موافق ہوگا۔ اور جہاں اس کے مخالف ہو تو اس میں انکار پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔

اور جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جس کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روایت کرو مجھ سے اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو، اور بنی اسرائیل سے روایت کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور مجھ سے حدیث بیان کرو لیکن مجھ پر جھوٹ مت باندھو اور جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے۔ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

تو یہ حدیث محمول ہے ایسی اسرائیلی روایات پر جو کہ مسکوت عنہا ہیں۔ یعنی ان کے بارے میں ہمارے ہاں نہ تصدیق کی گئی اور نہ تکذیب۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ایسی روایت کا اعتبار کرتے ہوئے صحیح سمجھا جاتا ہے۔ اور یہی اصول ہم نے اپنی اس کتاب میں استعمال کیا ہے۔ اس لئے جن چیزوں اور روایات کی تصدیق ہماری شریعت نے کی ہے۔ تو ہمارے لئے اس سے اعراض کی کوئی حاجت نہیں۔ لیکن جہاں ہماری شریعت نے اس کے باطل ہونے کی گواہی دی ہے تو وہ مردود ہے اور اس کی حکایت اور اسے نقل کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کے بطلان اور فسان کو ظاہر کرنے کیلئے روایت کیا جائے تو جائز ہے۔ پس جبکہ اللہ سبحانہٗ وتقدس نے ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے دوسری ساری شریعتوں سے بے پرواہ کر دیا اور اپنی کتاب دیکر دوسری کتابوں سے مستغنی کر دیا تو ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہم ایسی چیزوں میں جدوجہد اور کوشش کریں کہ جس میں بے اصل باتیں خلط ملط ہوگئیں ہوں اور جھوٹ اور وضع وتحریف وتبدیلی واقع ہوگئی ہو۔

اور ان سب کے بعد منسوخ اور متغیر بھی ہوگئی ہو (یعنی اسرائیلی روایات میں یہ ساری خرابیاں موجود ہیں جس کی وجہ سے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ان میں غور وفکر کیا جائے اور ان کو اپنی تائید کیلئے استعمال کیا جائے)

ان میں سے جو محتاج بیان باتیں تھیں ان کو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کردیا اور ان کی توضیح وتشریح فرمادی پس جس نے سمجھنے کی کوشش کی وہ سمجھ گیا اور جو جاہل رہا وہ جاہل رہا۔ جیسا کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

> " اللہ کی کتاب جو ہے اس میں تم سے پہلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد والوں کی پیشین گوئیاں ہیں اور تمہارے لئے احکام ہیں ۔ اور یہ فیصلہ کرنے والی کتاب ہے مذاق اور لایعنی بات نہیں۔ جس شخص نے اس کو تکبر وسرکشی کی بناء پر ترک کردیا اللہ اس کے ٹکڑے کردے گا۔ اور جس نے ہدایت چاہی اس کے علاوہ سے تو اللہ اس کو گمراہ کردیگا۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

> "تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پاگئے اور کوئی پرندہ ایسا نہیں ہے کہ جو اپنے پروں کے ساتھ اڑتا ہوا اور آپ اس کا علم ہمیں نہ دے گئے ہوں۔"

امام بخاریؒ اپنی کتاب بدء الخلق میں فرماتے ہیں:

روایت کی عیسیٰ بن موسیٰ غنجار نے رقبہ سے انہوں نے قیس بن مسلم سے انہوں نے طارق بن شہاب سے انہوں نے فرمایا کہ میں نے سنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہیں کہ:

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ابتدائے آفرینش سے شروع فرمایا یہاں تک کہ اہل جنت کے جنت میں اور اہل جہنم کے جہنم میں داخل ہونے کا ذکر فرمایا۔ پس جس نے اسکو حفظ کرلیا اس نے حفظ کرلیا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔''

ابومسعود دمشقی اسی روایت کے اطراف میں فرماتے ہیں کہ بخاری نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس کو روایت کیا ہے عیسیٰ غنجار نے عن ابی حمزہ عن رقبہ کی سند سے۔''

اور امام احمد ابن حنبلؒ فرماتے ہیں اپنی مسند میں:

کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو عاصم نے عزرہ ابن ثابت سے انہوں نے علباء بن احمر الیشکری سے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوزید الانصاریؓ نے بیان کیا کہ:

> ''ہمیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت داخل ہوگیا پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ اسکے بعد دوبارہ منبر پر تشریف لائے اور عصر تک بیان کیا پھر اتر کر عصر پڑھائی اور پھر تشریف لا کر بیان کیا سورج غروب ہونے تک اور جو کچھ (دنیا میں) ہو چکا یا ہونے والا ہے اسکے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ پس ہم نے اس کو جان لیا اور اس کو یاد کرلیا۔''

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی تخریج میں مسلم اکیلے ہیں اور انہوں نے اپنی صحیح کے اندر کتاب الفتن میں اس کو یعقوب بن ابراہیم الدورقی اور حجاج بن شاعر دونوں سے روایت کیا ہے اور وہ دونوں ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیل سے عن عزرۃ عن علباء عن ابی زید عمرو بن اخطب بن رفاعۃ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ

وعلیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔"

اور امام احمدؒ نے فرمایا: ہمیں یزید بن ہارون وعفان دونوں نے حدیث بیان کی اور وہ دونوں حماد بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں خبر دی علی بن زید نے ابونضرہ سے انہوں نے ابوسعید سے انہوں نے فرمایا:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا عصر کے بعد
> ایک خطبہ سورج کے غروب ہونے کے وقت تک۔ جس نے حفظ
> کیا اس کو اس نے حفظ کرلیا اور جس نے یاد نہ رکھا وہ بھول گیا۔"

عفان راوی کہتے ہیں کہ حماد نے کہا کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپؐ نے یہ بھی کہا تھا کہ: جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کا ذکر بھی فرمایا..... پس اللہ تعالیٰ کی تعریف وحمد وثناء کی۔ پھر فرمایا:

اما بعد: پس بیشک دنیا سرسبز وخوشگوار ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس میں خلیفہ بنایا ہے پس اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ خبردار دنیا سے احتراز کرو اور عورتوں سے بچتے رہو۔"

راوی نے تمام خطبہ بیان کیا یہاں تک کہ یہ فرمایا کہ جب سورج غروب ہونے کا وقت ہوگیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خبردار! دنیا کے گزرے ہوئے حصے کی دنیا کے باقی ماندہ حصے کے سامنے مثال ایسی ہے جیسا کہ تمہارے اس گزرے ہوئے دن کی مثال بقیہ دن سے۔" (یعنی سورج غروب ہو رہا ہے اور دن کا نہایت تھوڑا حصہ باقی ہے، سارا دن گزر چکا ہے تو اسی طرح دنیا کا بہت بڑا حصہ گزر چکا ہے اب صرف قیامت آنے کی دیر ہے۔)

پھر امام محمدؒ نے فرمایا: ہمیں حدیث بیان کی عبدالرزاق نے عمر عن علی بن زید بن جدعان عن ابی نضرۃ عن ابی سعیدؓ سے کہ انہوں فرمایا:

”ایک دن ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عصر کی نماز پڑھائی اس کے خطبہ دینا شروع کیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور انہوں نے کوئی چیز قیامت تک ہونے والی چیزوں میں سے نہیں چھوڑی سب کچھ ہمیں بتا دیا۔ جس نے اسکو یاد کر لیا اس نے حفظ کر لیا اور جس نے بھلا دیا وہ بھول گیا۔ اس میں آپ ؐ نے فرمایا:

”اے لوگو! بیشک دنیا سرسبز اور خوشگوار ہے اور اللہ نے تمہیں خلیفہ بنا دیا ہے اس میں۔ پس اللہ دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ پس دنیا سے احتراز کرو اور عورتوں سے بچتے رہو!“ اور اس کو پورا ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرمایا ”پھر جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا تو فرمایا: دنیا کے باقی ماندہ حصے کے سامنے آئندہ حصے کی مثال اس دن کے باقی ماندہ حصے کے سامنے گزرے ہوئے حصے کی سی ہے۔“

مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ یہ سب کا سب محفوظ ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ

☆☆☆☆

فصل

﴿قصۃ الخلق﴾

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے اندر ارشاد فرماتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا ذمہ لینے والا ہے۔''

پس ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہے تمام کی تمام اس کی مخلوق ہے اس کی اللہ نے پرورش کی ہے، اس کی تدبیر کی ہے اور اس کو بنایا ہے عدم سے لیکر حدوث تک کچھ نہیں تھا سب کو اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ پس عرش تمام مخلوقات کیلئے چاہے وہ تحت الثریٰ میں ہوں یا ان کے درمیان جامد اور ناطق چیزوں میں سے سب کیلئے منزلہ چھت ہے تمام کے تمام اس کی مخلوق ہیں اس کی ملکیت میں ہیں۔ اس کے مملوک ہیں۔ اس کے قہر وقدرت کے نیچے اور اس کے تصرف ومشیت کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا پھر عرش پر مستوی ہوا۔ جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو اور جو تم کرتے ہو اس کو دیکھنے والا ہے۔''

اور تحقیق تمام کے تمام علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے اور اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا۔ جیسا کہ اس پر قرآن حکیم دلالت کرتا ہے۔ لیکن اختلاف اس بات پر ہوا کہ آیا وہ چھ دن

ہمارے عام دنوں کی طرح تھے، یا پھر ہر دن ایک ہزار سال کے برابر تھا ہمارے شمار کے مطابق؟ یہ دونوں قول ہیں (مصنفؒ فرماتے ہیں کہ) جیسا کہ ہم اپنی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔ اور یہاں بھی اپنے موقع پر اس کی تفصیل ذکر کریں گے۔

کیا پہلے سے کوئی مخلوق موجود تھی؟

اور علمائے کرام کا اس پر بھی اختلاف ہوا کہ کیا آسمان اور زمین کی تخلیق سے پہلے کوئی اور مخلوق موجود تھی؟ .. تو متکلمین کی ایک جماعت کے مطابق آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے قبل کچھ نہیں تھا۔ اور دونوں عدم محض کے بعد پیدا کیے گئے ہیں۔ اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے دوسری مخلوقات تھیں۔

اور اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

”وہ اللہ ہی کی ذات ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔“

اور عمران بن حصینؓ کی حدیث ہے جیسا کہ آگے بھی آئے گی کہ:

اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس سے پہلے کچھ نہیں تھا۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور اس نے لوح محفوظ میں سب کچھ لکھا پھر آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔“

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی بہز نے حماد بن سلمہ سے انہوں نے یعلی ابن عطاء سے انہوں نے وکیع بن حدس سے انہوں نے اپنے چچا ابی رزین لقیط بن عامر عقیلی سے انہوں نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ:

یا رسول اللہ! آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے قبل ہمارے رب کہاں تھے؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس وقت ابر میں تھے اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس کے نیچے بھی ہوا تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا عرش پیدا کیا پانی پر۔“

یہی حدیث امام احمد نے یزید بن ہارون عن حماد بن سلمہ سے بھی روایت کی ہے لیکن اس میں "این کان ربنا قبل ان یخلق خلقه؟" کے الفاظ ہیں اور باقی روایت ایسی ہی ہے۔

اور اس کی تخریج امام ترمذی نے بھی کی ہے احمد بن منیع سے اور ابن ماجہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن صباح سے۔ اور ان تینوں نے یزید بن ہارون سے۔ اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث "حسن" ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ کون سی چیز ان سب میں سب سے پہلے پیدا کی گئی؟ تو بعض نے کہا کہ ان تمام چیزوں میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا گیا اور اسی قول کو ابن جریر اور ابن الجوزیؒ اور اس کے علاوہ بعض نے قبول کیا ہے۔

اور ابن جریرؒ فرماتے ہیں قلم کے بعد ہلکے بادل کو پیدا کیا اور اس کے بعد عرش کو پیدا کیا۔ اور وہ دلالت کرتے ہیں اس حدیث سے جس کو امام احمد اور ابو داؤد نے اور ترمذیؒ نے عبادۃ الصامتؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے کہا کہ لکھو تو اس وقت اس نے لکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ لکھ دیا"۔

یہ الفاظ حدیث امام احمد کے ہیں۔ اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔ اور جمہور کا مذہب اس بارے میں حافظ ابو العلاء ہمدانی وغیرہ سے یہ منقول ہے کہ عرش ان سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔

اور اسی مذہب کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جس کو ابن جریر نے ضحاک کے

طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح اس پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس طرح نقل کیا ہے کہ فرماتے ہیں: ہمیں ابو طاہر احمد بن عمرو بن السرح نے حدیث بیان کی ابن وھب سے انہوں نے ابو ہانی الخولانی سے انہوں نے ابو عبدالرحمٰن الحبلی سے انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

> ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی مقادیر کو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔''

انہوں نے فرمایا کہ یہ تقدیر بھی قلم مقادیر کے ساتھ لکھی گئی۔ اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ یہ قلم مقادیر سے لکھنا عرش کے پیدا کرنے کے بعد ہوا۔ تو ثابت ہو گیا کہ عرش کی تخلیق مقدم ہے اس قلم پر جو کہ مقادیر لکھنے کیلئے پیدا کیا گیا۔ جیسا کہ یہ مذہب جمہور علماء کا ہے۔ اور قلم کی تخلیق کو مقدم کرنے والی روایت محمول کی جائے گی اس بات پر کہ ''قلم'' اس کائنات کی اولین مخلوقات میں سے ہے۔ اس قول کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جس کو بخاری نے عمران بن حصین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ:

''اہل یمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ اور تاکہ ہم آپ سے اس کائنات کی ابتداء کے بارے میں سوال کریں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا (راوی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ''معہ'' اور دوسری روایت میں ''غیرہ'' کے الفاظ بھی آئے ہیں) اس کے بعد اہل یمن نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کی ابتداء کے بارے میں سوال کیا اور کہا کہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ آپ سے کائنات کی ابتداء کے بارے میں سوال کریں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو

جواب دیا صرف ان کے سوال کے مطابق اور عرش کی تخلیق کے بارے میں انہیں نہیں بتایا جیسا کہ پہلے حدیث ابی رزین میں ان کو بتایا تھا۔"

ابن جریر نے فرمایا کہ دوسرے علماء کہتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے عرش سے پہلے پانی کو پیدا کیا' اس کو سدی نے ابی مالک اور ابی صالح عن ابن عباسؓ سے، اور مرۃ عن ابن مسعودؓ سے اور دوسرے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: بیشک اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور اس نے پانی کو پیدا کرنے سے پہلے اور کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔"

اور ابن جریر محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: سب سے پہلے جو چیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کی وہ "نور اور ظلمت" ہے پھر ان کے درمیان امتیاز کیا کہ ظلمت کو اندھیری رات بنا دیا اور نور کو چمکدار روشن دن بنا دیا۔

ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ بے شک ہمارے رب نے "قلم" کے بعد کرسی کو پیدا کیا پھر کرسی کے بعد "عرش" کو پھر اس کے بعد "ہوا اور ظلمت" کو پھر پانی کو پھر عرش کو رکھا پانی پر۔" واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

فصل

﴿عرش اور کرسی کی تخلیق کی صفت میں﴾

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وہ اللہ بہت بلند درجات والا، عرش والا ہے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے: ”پس اللہ تعالیٰ بادشاہِ حق بہت بلند تر ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور عزت والے عرش کا رب ہے۔“

دوسری جگہ فرمایا: ”نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو کہ عرش کا رب ہے، عزت والا ہے۔“ ایک اور جگہ فرمایا: ”وہ اللہ بہت زیادہ معاف کرنے والا محبت کرنے والا ہے۔ عرش والا اور بزرگی والا ہے۔“

ایک اور جگہ قرآن میں فرمایا: ”رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔“

سورۃ رعد میں فرمایا: ”پھر مستوی ہوا عرش پر۔“

سورۃ غافر میں فرمایا۔ ”اور وہ لوگ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہتے ہیں۔ اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کیلئے استغفار کرتے ہیں“ اے ہمارے رب ہر چیز سمائی ہوئی ہے آپ کی بخشش اور علم میں۔“

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ حاقہ میں فرماتے ہیں: ”اور تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔“ (الحاقہ ۱۷)

اور سورۃ زمر میں فرمایا:

> ”اور آپ دیکھیں گے کہ جمع ہو رہے ہیں فرشتے عرش کے گرد اور اپنے رب کی حمد بیان کر رہے ہیں۔ اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان حق کے ساتھ اور یہی بات کہتے ہیں کہ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہان کا پالنے والا ہے۔“ (الزمر ۷۵)

اور صحیح بخاری کے اندر باب الدعاء میں دعاء ”کرب“ کے یہ الفاظ منقول ہیں:

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ عظیم و حلیم کے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ عرش کے رب و زبردست کے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ عزت والے۔ تمام آسمانوں کے رب اور زمین کے رب اور عرش کے رب کے"۔

اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرزاق نے یحییٰ بن العلاء سے انہوں نے اپنے چچا شعیب ابن الخالد سے انہوں نے سماک بن حرب سے انہوں نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے انہوں نے فرمایا:

"ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وادیٔ بطحاء میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک "بدلی" (آسمان پر) گزری تو آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ تو ہم نے کہا کہ بادل ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے پوچھا کہ "مزن" جانتے ہو کیا ہے؟ تو ہم نے کہا کہ جی ہاں مُزنا یعنی سفید بادل۔ پھر پوچھا اور عنان کیا ہے تو ہم خاموش رہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ تو ہم نے کہا کہ: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں! تو آپؐ نے فرمایا: ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ۵۰۰ سال ہے۔ اور آسمان کی موٹائی ۵۰۰ سال ہے۔ اور ساتویں آسمان سے اوپر ایک سمندر ہے جس کی چوڑائی زمین آسمان کے برابر ہے۔ پھر اس کے اوپر آٹھ جانور ہیں۔ ان کے گھٹنوں سے لے کر ان کے کھروں تک کا فاصلہ زمین آسمان کے برابر ہے۔ پھر اس کے اوپر عرش ہے جس کی چوڑائی زمین آسمان کے برابر ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتقدس اس کے اوپر ہے اور اس پر بنی آدم کے اعمال میں سے کچھ مخفی نہیں ہے۔"

یہ امام احمد کے الفاظ ہیں اور اس کو ابوداؤد وابن ماجہ و ترمذی نے بھی سماک کی سند سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا "یہ حدیث" "حسن" ہے۔ اور "شریک" نے یہ روایت ذکر کی لیکن اس کا کچھ حصہ نقل کیا اور باقی چھوڑ دیا۔"

اور ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: کہ کیا تم جانتے ہو آسمان اور زمین کے درمیان کے بعد کو؟ تو انہوں کہا کہ نہیں جانتے۔ تو فرمایا: ان دونوں کے درمیان بعد جو ہے وہ

اے یا ۲ے یا ۳ے سال ہے۔ اور باقی حدیث اسی طرح ہے جیسا کہ ذکر کی گئی۔

اور ابو داؤد کہتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی عبد الاعلیٰ بن حماد نے، اور محمد بن المثنیٰ نے اور محمد بن بشار نے اور احمد بن سعید الرباطی نے وہ سب کہتے ہیں کہ ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی۔ امام احمد کہتے ہیں ہم نے وہب بن جریر کے نسخہ سے لکھا اور اسی کے الفاظ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنے والد نے حدیث بیان کی فرماتے ہیں کہ: میں نے محمد بن اسحاق سے سنا وہ یعقوب بن عتبہ سے عن جبیر بن محمد بن جبیر مطعم عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ:

”ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! نفوس مشقت میں پڑ گئے عیال بھوکے ہوگئے اموال ختم ہوگئے چوپائے ہلاک ہوگئے (بارش نہ ہونے کے سبب) پس آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش طلب کرلیجئے۔ ہم آپ کی سفارش طلب کریں گے اللہ پر۔ اور اللہ کی سفارش طلب کریں گے آپ پر (نعوذ باللہ) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرا ناس ہو! تو جانتا ہے کہ کیا کہہ رہا ہے؟ پھر آپؐ اللہ کی حمد وثناء بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کے اثرات صحابہ کرامؓ نے آپ کے چہرۂ انور پر محسوس کئے پھر آپؐ نے فرمایا تیرا ناس ہو! کوئی بھی اللہ سے اس کی کسی بھی مخلوق کے بارے میں سفارش طلب نہیں کرسکتا۔ اللہ کی شان تو اس سے بہت ہی اعلیٰ وارفع ہے، تیرا برا ہو کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے؟ بیشک اس کا عرش آسمان پر اس طرح چھایا ہوا ہے یہ کہہ کر آپؐ نے اپنی انگلیوں سے قبہ کی شکل بنائی (ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر پیالہ یا قبہ کی شکل بنا کر بتایا کہ اس کا عرش آسمانوں کو اس طرح گھیرا ہوا ہے۔) اور بیشک وہ عرش چرچراتا ہے۔ سوار کے بوجھ سے کجاوہ کی لکڑی کے چرچرانے کی طرح۔“

اور بشار اپنی حدیث میں ذکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔ اور اس کا عرش آسمانوں سے اوپر ہے۔ اور باقی حدیث بیان کی۔

اور عبد الاعلیٰ نے اور ابن المثنیٰ وابن بشار نے یعقوب بن عتبہ سے اور جبیر بن

محمد بن جبیر عن ابیہ عن جدہ سے حدیث بیان کی اور یہ حدیث احمد بن سعید کی سند سے بھی مروی ہے اور صحیح ہے جس کی توثیق ایک جماعت نے کی ہے اور اس میں یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی شامل ہیں۔ اور ایک جماعت نے اس کو روایت کیا اسحاق سے۔ جیسا احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عبدالاعلیٰ، ابن المثنیٰ اور ابن بشار تینوں کا سماع ایک نسخہ سے ثابت ہے۔ حالانکہ اس نسخہ کے بارے میں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابوداؤد اس کی تخریج میں منفرد ہیں۔"

اور اس حدیث کے ایک جز کے رد پر حافظ ابوالقاسم بن عساکر الدمشقی نے رسالہ تصنیف کیا ہے جس کا نام "بیان الوهم والتخليط الواقع في حديث الأطيط۔" ہے اور پوری کوشش صرف کی اس میں محمد بن اسحاق بن یسار جو اس کے راوی ہیں پر طعن و تشنیع میں اور اس بارے میں لوگوں کے بیان ذکر کیے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں لیکن یہ لفظ "اطیط" محمد بن اسحاق بن یسار کے علاوہ دیگر راویوں کے طریق سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ اور عبد بن حمید اور ابن جریر نے اپنی تفسیروں میں اس کو ذکر کیا ہے اور ابن ابی عاصم نے اور طبرانی نے اپنی کتاب "السنۃ" میں بھی نقل کیا ہے۔ اور بزار نے اپنی مسند میں اور حافظ ضیاء المقدسی نے اپنی کتاب "مختارات" میں ابواسحاق السبیعی کے طریق سے عبداللہ بن خلیفہ سے انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ تو آپؐ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعظیم و بزرگی بیان کی اور کہا: کہ بیشک اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمینوں سے وسیع ہے اور وہ چرچراتی ہے جیسا کہ سوار کے بوجھ سے کجاوہ کی نئی لکڑی چرچراتی ہے۔"

مصنفؒ فرماتے ہیں اس سند کے اندر جو عبداللہ بن خلیفہ راوی ہیں یہ وہ مشہور راوی نہیں۔ پھر ان راوی کا حضرت عمرؓ سے سماع میں بھی شبہ ہے۔ پھر ان سے روایت کرنے والوں نے موقوفاً و مرسلاً دونوں طرح نقل کی ہیں۔ اور بعض نے اس میں بہت

زیادہ اضافہ کیا ہے جو اصول کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم

صحیح بخاری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم اللہ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگو اس لئے کہ وہ اعلیٰ اور درمیانی جنت ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔''

اس میں جو ''فوق'' کا لفظ آیا ہے راوی فرماتے ہیں کہ یہ مفتوح بھی ہو سکتا ہے ظرف ہونے کی بناء پر (اس وقت اس کے معنی ہوں گے کہ جنت الفردوس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے) اور مضموم بھی ہوسکا ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حافظ مزی کہتے تھے کہ یہ ''ضمہ'' والا قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ جنت الفردوس کا اعلیٰ حصہ وہ رحمٰن کا عرش ہے۔'' اور بعض آثار سے ثابت ہے کہ اہل فردوس عرش کی چرچراہٹ سنتے ہیں اور وہ اللہ پاک کی تسبیح وتحمید کر رہا ہوتا ہے اور اہل فردوس یہ عرش سے قربت کی بناء پر سنتے ہیں۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی شہادت پر ''عرش'' لرز گیا تھا۔ اور حافظ بن حافظ محمد بن عثمان ابن ابی شیبہ اپنی کتاب ''صفۃ العرش'' میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ بعض اسلاف سے منقول ہے کہ عرش سرخ یاقوت سے بنایا گیا ہے باوجود یہ کہ اس کی لمبائی چوڑائی پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔''

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں کہ ''فرشتے اور روح القدس اس کی طرف چڑھتے ہیں ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے'' (سورۃ معارج ۴) ذکر کیا ہے کہ بیشک عرش سے لیکر ساتویں زمین تک پچاس ہزار سال کا بعد ہے اور اس کی وسعت پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔
اور اہل کلام کی ایک جماعت نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ عرش جو ہے وہ ایک آسمان ہے جو کہ ہر جانب سے گول اور ہر جہت سے عالم کا احاطہ کیا ہوا ہے اور کبھی اس کا نام نواں آسمان رکھا جاتا ہے اور کبھی فلک الاطلس، اور کبھی فلک الاثیر۔ ..

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول صحیح نہیں کیونکہ شرع سے ثابت ہے کہ عرش کے پائے ہیں کہ جن کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور آسمانوں کے اوپر ہے اور جنت کے سو (۱۰۰) درجے ہیں۔ ہر درجہ کے درمیان کا فاصلہ زمین آسمان کے برابر ہے۔ تو آسمان اور کرسی کے درمیان جو بعد ہے اس کو کوئی نسبت نہیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک وغیرہ ... اور یہ بات بھی ہے کہ عرش لغت میں اس تخت کو کہا جاتا ہے جو بادشاہ کیلئے مخصوص ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ملکہ سبا کیلئے:

”اور اس کا ایک عظیم عرش تھا“ اور اس سے مراد عرش نہیں ہے۔ اور نہ اہل عرب اس سے عرش سمجھے، حالانکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا۔ اس کے باوجود کسی نے اس سے فلک مراد نہیں لیا تو معلوم ہوا کہ عرش تخت کو کہتے ہیں۔ جس کے پائے ہیں اور اس کو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے اور وہ کسی قبہ کے گنبد کی طرح سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور مخلوقات کیلئے بمنزلہ چھت کے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ”وہ جنہوں نے عرش کو اٹھایا ہوا ہے اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید میں لگے رہتے ہیں اور اس کے تابع رہتے ہیں اور مومنین کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔“ (سورۃ غافر آیت ۸)

اور پہلے حدیث اوعال میں گزر چکا ہے کہ ان کی تعداد آٹھ ہے اور ان کی پشتوں پر عرش رکھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ”ور تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے۔“ (حاقہ: ۱۷)

شہر بن حوشب فرماتے ہیں: حملۃ العرش آٹھ ہیں جن میں سے چار یہ کہتے رہتے ہیں: **سبحانک اللّٰھم وبحمدک لک الحمد علی حلمک بعد علمک۔** اور دوسرے چار یہ کہتے رہتے ہیں: **سبحانک اللّٰھم وبحمدک لک الحمد**

علي عفوك بعد قدرتك۔

رہی وہ حدیث جو کہ امام احمدؒ سے منقول ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن محمد نے جو کہ ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں انہوں نے عبدۃ بن سلیمان سے عن محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عتبہ عن عکرمہ عن ابن عباسؓ کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصدیق کی:

امیہ بن ابی الصلت (شاعر) کی ان کے اشعار میں سے اس شعر کی اور وہ شعر یہ ہے.

ترجمہ: ""رجل"" ""ثور"" عرش کے داہنے جانب کے تحت ہیں۔ اور ""نسر"" اور ""گھات لگانے شیر"" بائیں طرف کے تحت (یہاں بظاہر ان چاروں سے چار فرشتے مراد لئے گئے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ""رجل"" سے مراد تمام انسانیت ""ثور"" سے مراد تمام چوپائے ""نسر"" سے تمام پرندے اور ""لیث"" سے تمام درندے یعنی یہ سب کے سب اللہ کے عرش کے نیچے ہیں واللہ اعلم) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سچ کہا، تو اس نے پھر اشعار پڑھے:

ترجمہ: اور سورج ہر رات کے آخر میں طلوع ہوتا ہے، سرخی لئے ہوئے اور اس کے رنگ کا مطلع سرخ ہوتا ہے اور یہ سورج نرمی سے طلوع ہونے والا نہیں بلکہ یا تو عذاب دیکر یا پھر کوڑے لگا کر ہنکایا جاتا ہے۔""

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سچ کہا۔""

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں تو یہ واقعہ تقاضا کرتا ہے کہ حملۃ العرش کی تعداد چار ہے۔ جو کہ حدیث، اوعال کے خلاف ہے۔

... ہاں مگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان چار فرشتوں کا اثبات ان صفات کے ساتھ یہ اپنے ماعدا سے احتراز نہیں ہے (بلکہ ممکن ہے کہ چار اور ہوں) واللہ اعلم۔ اور امیہ بن ابی الصلت کے عرش کے بارے میں اشعار یہ ہیں.

ترجمہ: اللہ کی بزرگی بیان کرو کہ وہ بزرگی کے لائق ہے، ہمارا رب بہت بڑا ہے آسمانوں میں، اس نے بنائی وہ انتہائی بلند عمارت (آسمان) کہ جس نے لوگوں کو مغلوب

اور عاجز کر دیا ہے اور اللہ نے آسمان سے اوپر تخت بچھائے انتہائی بلندی پر کہ آنکھ کی بصارت اس کو نہیں پا سکتی۔ حتیٰ کہ تو فرشتوں کو اس کے ارد گرد دیکھے گا کہ اس کی بلندی دیکھنے کیلئے گردن اٹھائے ہوئے ہیں لیکن ان کی نظر بھی وہاں تک نہیں پہنچ پا رہی۔"

مصنفؒ اشعار کے مشکلات حل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "صور" اصور کی جمع ہے جس کا معنی ہے گردن کو اٹھانا بلندی پر دیکھنے کیلئے۔ اور الشرجع: کہتے ہیں نہایت اعلیٰ بلندی کو۔ السریر لغت میں عرش کو کہتے ہیں۔

اسی طرح عبداللہ ابن رواحہؓ کے عرش کے بارے میں اشعار ہیں جو انہوں نے اپنی بیوی کو سنائے جبکہ وہ اپنی باندی پر تہمت لگا رہی تھیں۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور جہنم کافروں کا ٹھکانہ ہے، اور عرش پانی کے اوپر چکر لگا رہا ہے اور ہمارا پروردگار عرش کے اوپر ہے۔ اس عرش کو معزز فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں یہ وہ فرشتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہوا ہے۔"

ان اشعار کو ابن عبدالبرؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ہمیں حدیث بیان کی احمد بن حفص بن عبداللہ نے اپنے والد سے انہوں نے ابراہیم ابن طہمان سے انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے انہوں نے محمد بن المنکدر سے انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں ان ملائکہ میں سے ایک فرشتے کے بارے میں تمہیں بتاؤں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں کہ ان کے کان کی لو سے لے کر ان کے کاندھوں تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت کا ہے۔

الکرسی

اور جہاں تک کرسی کا تعلق ہے تو ابن جریر جو بیر راوی جو کہ ضعیف ہیں کے طرق سے حسن بصریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

''کرسی'' جو ہے وہ درحقیقت عرش ہی ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ حسن بصریؒ سے صحیح منقول نہیں ہے بلکہ ان سے اور دوسرے صحابہ وتابعین سے صحیح منقول یہ ہے کہ کرسی عرش کے علاوہ ہے، اور حضرت ابن عباسؓ وسعید بن جبیرؒ دونوں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے۔'' (البقرۃ ۲۵۵)

کہ اس سے مراد اس کا علم ہے۔ اور ابن عباسؓ سے یہ بھی محفوظ کیا گیا ہے جیسا کہ اس کو حاکم نے اپنی ''مستدرک'' میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین (بخاری ومسلم) کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ اور حاکم نے سفیان الثوری کے طریق سے عن عمار الدھنی عن مسلم البطین عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

> ''کرسی جو ہے یہ قدمین کی جگہ ہے (اور اس کے باوجود اتنی بڑی ہے) تو عرش کی مقدار کو تو کوئی نہیں پہنچ سکتا سوائے اللہ رب العزت کے۔''

شجاع بن مخلد الفلاس نے اپنی تفسیر میں ابو عاصم النبیل سے عن الثوری مرفوعاً نقل کیا ہے۔ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ ابن عباسؓ پر موقوف ہے اور اسے ابن جریر نے ابوموسیٰ الاشعریؓ سے اور ضحاک بن مزاحم سے، اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی الکبیر سے اور مسلم البطین سے روایت کیا ہے۔

اور سدی ابو مالک کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ: کرسی عرش کے نیچے ہے اور پھر کہتے ہیں: تمام آسمان اور زمین کرسی کے درمیان میں ہیں اور کرسی عرش کے سامنے ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ضحاک کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''اگر ساتوں آسمان اور زمین پھیلائی جائیں پھر ان کو ایک دوسرے سے ملادیا جائے (لمبائی میں) تو کرسی کی وسعت کے سامنے ان کی حیثیت اس انگوٹھی کے حلقہ کی طرح

ہے جو کہ جنگل میں پڑی ہو۔ (انگوٹھی کا حلقہ اتنا چھوٹا پھر ایک بڑے میدان میں اس کی کیا حیثیت ہوگی یعنی کتنی جگہ وہ گھیرے گا بس یہی مثال تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کی کرسی کے سامنے ہے)

ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی یونس نے ابن وھب سے انہوں نے ابن زید سے انہوں نے اپنے والد سے (حضرت زیدؓ سے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

”ساتوں آسمان کرسی کے اندر (اتنی جگہ گھیریں گے) کہ جیسے سات درہم ایک بڑی ڈھال میں ڈالے جائیں۔“ (بقیہ جگہ خالی پڑی رہے گی)

ابن جریر کہتے ہیں کہ: فرمایا حضرت ابوذرؓ نے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے:

> ”کرسی کی حیثیت عرش کے سامنے ایسی ہے جیسا کہ اس لوہے کے حلقہ کی حیثیت جو کہ زمین کے ایک بڑے حصہ میں ڈالا گیا ہو۔“

مصنفؒ فرماتے ہیں اس سے پہلے والی حدیث مرسل ہے جس میں ”ابوذرؓ“ منقطع ہیں۔ لیکن دوسرے طریق سے یہ روایت ہے کہ موصولاً بھی مروی ہے چنانچہ حافظ ابوبکر بن مردویہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی سلیمان بن احمد الطبرانی نے عبداللہ ابن وھب الغزی سے ان کو محمد بن ابی السری نے محمد بن عبداللہ التمیمی سے ان کو قاسم بن محمد الثقفی نے ابی ادریس الخولانی سے ان کو ابوذر غفاریؓ نے کہ انہوں نے آپ سے کرسی کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

> ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ بیشک ایک چٹیل میدان کے اندر ایک چھوٹے سے حلقہ (انگوٹھی کے) کی جو حیثیت ہے بالکل ویسی ہی حیثیت ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کی کرسی کے سامنے ہے۔“

اور ابن جریرؒ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی

اپنے والد سے عن سفیان، عن الاعمش، عن المنہال بن عمر عن سعید بن جبیر کہ ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔'' (ہود)

کہ پانی (اس وقت) کس چیز پر تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: خالص ہوا پر۔ ...فرماتے ہیں تمام آسمان اور زمین اور ہر وہ چیز جو ان کے درمیان ہے ان سب کا احاطہ کیا ہوا ہے سمندروں نے اور سمندروں کا احاطہ ''ہیکل'' یعنی کسی خاص صورت نے اور اسی ہیکل کا احاطہ بعض اقوال کے مطابق کرسی نے کیا ہوا ہے۔

وھب بن منبہؒ سے بھی اسی طرح منقول ہے پھر وہ ہیکل کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''آسمانوں کے کناروں پر کوئی شئی ہے جو کہ زمینوں اور سمندروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جیسا کہ خیمے کی رسیاں (اسکا احاطہ کرلیتی ہیں)''۔

بعض علم الھیئۃ کے ماہرین کا گمان ہے کہ ''کرسی'' عبارت ہے آٹھویں آسمان سے۔ جس کا نام ''فلک الکواکب الثوابت'' ہے یعنی ''چاند ستاروں کا آسمان'' لیکن ان کے اس گمان کے اندر اختلاف ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ کرسی تمام آسمان سے بہت بڑی ہے۔ ان کے درمیان کوئی نسبت نہیں جیسا کہ گذشتہ حدیث میں گزرا کہ تمام آسمانوں اور کرسی کے درمیان نسبت ایسی ہے جیسی لوہے کی انگوٹھی کے حلقے اور ایک بہت بڑے میدان کے درمیان ہوتی ہے اور یہ نسبت ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کی نہیں ہے۔ پس اگر کوئی یہ کہے کہ جب ہم ان تمام باتوں کو مانتے ہیں اور ساتھ ساتھ اس کا نام ''فلک'' رکھتے ہیں: تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے: کہ لغت میں ''کرسی'' کے معنی ''فلک'' کے نہیں ہیں اور اکثر سلف صالحین سے منقول ہے کہ کرسی عرش کے سامنے ایسے ہے گویا اس کیلئے بمنزلۂ سیڑھی کے ہے اور اس طرح کی چیز ''فلک'' نہیں ہوسکتی۔ اور جن کا یہ گمان ہے کہ اس کرسی میں چاند ستارے گڑے ہوئے ہیں تو وہ لایعنی باتیں کرتے ہیں جس کی کوئی دلیل نہیں۔ ...اور یہ قول بھی اس بارے میں ان کا اختلاف کے ساتھ ہے جیسا کہ ان کے کتابوں میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصدق الصواب۔

فصل

﴿لوحِ محفوظ کے بیان میں﴾

ابو القاسم طبرانیؒ فرماتے ہیں: کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عثمان ابن ابی شیبہ نے منجانب ابن الحارث سے انہوں نے ابراہیم بن یوسف سے انہوں نے زیاد بن عبد اللہ سے انہوں نے لیث سے انہوں نے عبد الملک ابن سعید بن جبیر سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ کو سفید موتی سے بنایا اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں اس کا قلم نور کا ہے اسکی کتابت بھی نور ہے اللہ تعالیٰ ہر روز (۳۶۰) تین سو ساٹھ مرتبہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور پیدا کرتا ہے اور رزق دیتا ہے۔ مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ عزت دیتا ہے اور ذلیل کرتا ہے۔ اور جو چاہے کرتا ہے۔"

اسحاق بن بشر کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی مقاتل نے اور ابن جریجؒ نے مجاہد سے انہوں نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا:

"اب تک لوحِ محفوظ کے بیچ میں لکھا ہوا ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا پسندیدہ دین اسلام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ سو جو اللہ پر ایمان لائے اس کے وعدے کی تصدیق کرے اور اس کے رسولوں کا اتباع کرے تو اس کو جنت میں داخل کرے گا۔"

فرماتے ہیں: کہ لوحِ محفوظ سفید موتی سے بنائی گئی ایک تختی ہے، اس کا طول زمین آسمان کے بقدر اور اس کا عرض مشرق مغرب وکے برابر، اس کو گھیرا ہوا ہے موتی اور یاقوت نے اور اس کے گتے سرخ یاقوت کے ہیں۔ قلم اس کا نور کا ہے۔ نور اس کا کلام بندھا ہوا ہے عرش کے ساتھ گویا ہے وہ بادشاہ کی ود میں ہے۔"

اور حضرت انس بن مالکؓ اور دوسرے سلف سے منقول ہے کہ لوحِ محفوظ اسرافیلؑ کی پیشانی میں ہے اور مقاتلؒ فرماتے ہیں: وہ عرش کے داہنے طرف ہے" واللہ اعلم

باب ۱

آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ”تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیروں کو اور نور کو بنایا۔ پھر بھی کافر لوگ اپنے رب سے اعراض برتتے ہیں۔“ (انعام: ۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ”آسمانوں اور زمین کو اس نے چھ دن میں پیدا کیا۔“ (ھود)

اس کے علاوہ بھی بے شمار آیات اس بارے میں آئی ہیں۔ مفسرین کا چھ دنوں کی مقدار میں اختلاف ہو گیا، دو قول ہیں:

جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ وہ چھ دن ہمارے دنوں کی طرح تھے۔

حضرت ابن عباسؓ، مجاہد، ضحاک اور کعب احبار سے روایت ہے کہ ان میں ہر دن ایک ہزار سال کے برابر ہے ہماری گنتی کے مطابق... اس قول کو روایت کیا ہے ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اور اسی قول کو امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی اس کتاب میں جس میں ”جہمیہ“ پر رد کیا ہے اختیار کیا ہے اور اسی قول کو ابن جریر اور متاخرین کی ایک جماعت نے قبول کیا ہے واللہ اعلم۔ اور عنقریب ان کے دلائل بھی ذکر کیے جائیں گے.....

ابن جریر نے ضحاک بن مزاحم وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ ان چھ دنوں کے نام یہ ہیں: ابجد، ھوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت۔

ابن جریر ان میں سے پہلے تین دنوں کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرتے ہیں:

(۱) محمد بن اسحاق سے روایت کہ انہوں نے فرمایا: اہل التوراۃ کہتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ابتداء اتوار کے دن سے کی۔

اہل انجیل (عیسائی) کہتے ہیں: پیر کے دن اللہ تعالیٰ نے ابتداء کی۔

ہم مسلمان آپ ﷺ سے ثابت ہونے کی بناء پر اس معاملے کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ابتداء ہفتہ کے دن سے کی اور اس قول کو ابن اسحاق نے بہت سے مسلمانوں سے نقل کیا ہے۔ جس کی طرف فقہائے شافعیہ کی ایک جماعت بھی مائل ہے۔ اور اس بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور ایک قول ہے کہ اتوار کے دن، اس کو ابن جریر نے السدی سے عن ابی مالک اور ابی صالح نے عن ابن عباسؓ اور مرۃ سے عن ابن مسعودؓ اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے اور عبداللہ بن سلام سے بھی اس کو روایت کیا ہے اس کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے۔ اور یہی توراۃ کی نص سے ثابت ہے اور فقہاء کی ایک اور جماعت بھی اس طرف مائل ہوئی ہے وہ ''اتوار'' کے دن کو زیادہ مناسب قرار دیتے ہیں۔ اور اس قول کے موافق یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی تکمیل کی چھ دن میں تو اس آخری دن ''جمعہ'' تھا تو مسلمانوں نے اس کو ہفتہ کی عید بنالیا۔ اور یہ وہی دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو ہم سے پہلے اس سے غافل رکھا (اس کے مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے) جیسا کہ اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔ انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ سورۃ بقرۃ: ۲۹ میں فرماتا ہے:

''وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے
پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو سات آسمانوں میں برابر کردیا

> اور وہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔" (بقرۃ: ۲۹)

سورۃ فصلت میں فرماتا ہے:

> "آپ کہہ دیجئے: کہ کیا یہ تم ہو کہ جھٹلاتے ہو اس ذات کو جس نے زمین کو دو دن میں بنایا اور تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو وہی سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور اس نے زمین میں اوپر سے مضبوط پہاڑ بنائے اور اس میں برکتیں ڈال دیں اور اس میں رزق کو مقدر کر دیا چار دن میں، برابر کر دیا سوال کرنے والوں کیلئے (کھول کر واضح بیان کر دیا) پھر وہ متوجہ ہوا آسمان کی طرف اور (اس وقت) وہ دھویں کی شکل میں تھا۔ اس سے کہا اور زمین سے بھی کہ دونوں آ جاؤ (حکم ماننے کیلئے) خوشی سے یا زبردستی (ہر حال میں آنا پڑے گا) تو ان دونوں نے کہا ہم آتے ہیں اطاعت کرتے ہوئے پس ان کو ڈالا سات آسمان دو دن میں اور ہر آسمان میں اپنا حکم اتارا اور آسمان دنیا کو مزین کر دیا چراغوں کے ساتھ (ستاروں سے) اور حفاظت کیلئے یہ مقدر کر دیا اس زبردست جاننے والے نے" (سورۃ فصلت: ۱۲)

پس یہ آیات دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ زمین آسمان سے پہلے پیدا کی گئی ہے۔ اس لئے کہ یہ زمین عمارت کیلئے بنیاد کی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> "یہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو جائے قرار بنایا اور آسمان کو عمارت اور تمہاری صورتوں کو بنایا تو کیا خوب بنایا اور تمہیں رزق دیا پاک چیزوں میں سے، یہی اللہ ہے تمہارا رب، پس کیا ہی بابرکت ذات ہے اللہ کی جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔" (غافر: ۶۳)

سورۃ نبا میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ”کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا، اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟“ یہاں سے لے کر اپنے اس فرمان تک: ”اور ہم نے بنائیں تمہارے اوپر سات مضبوط چھتائیاں اور تمہارے لئے چمکتا ہوا چراغ (سورج) بنادیا۔“ (سورۃ نبا ۶ تا ۱۴)

اس کے علاوہ دوسری جگہ ارشاد ہے:

> ”کیا نہیں دیکھا ان منکروں نے کہ بیشک آسمانوں اور زمین دونوں کے منہ بند تھے پھر ہم نے انہیں کھول دیا۔ اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی پھر کیوں ایمان نہیں لاتے۔“ (الانبیاء ۳۰)

یعنی جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان تھا اس کو ایک دوسرے سے ممیز کردیا حتیٰ کہ ہوائیں چلادیں، بارشیں برسائیں۔ چشمے اور نہریں جاری کردیں اور حیوانات کو زندگی دیدی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ”اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا۔ اور وہ (کافر) ہماری نشانیوں سے اعراض برتتے ہیں۔“ (انبیاء: ۳۲)

یعنی اس میں جو ستارے اور ثابت سیارے تھے اور چمکدار روشن ستارے اور منقش کہکشائیں ان سب کو نشانی بنایا لیکن کافر ان میں غور نہیں کرتے اور جو کچھ اس میں ہے یہ سب خالق ارض وسماوات کی حکمتوں پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ”اور کتنی ہی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ ان پر دھیان نہیں دیتے۔ اور بہت سے لوگ اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں مگر اس کے ساتھ اس کا شریک بھی بناتے ہیں۔“ (سورۃ یوسف: ۱۰۶)

اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

"کہ تمہارا بنانا زیادہ مشکل کام ہے یا آسمان کا، اللہ نے اس کو بنایا، اس کا ابھار اونچا کیا اور اس کو برابر کر دیا اور اس کی رات کو اندھیرا کیا اور کھول نکالی اس میں دھوپ، اس کے بعد زمین کو صاف بچھا دیا باہر نکالا زمین سے اس کا پانی اور چارا، اور پہاڑوں کو قائم کر دیا فائدہ حاصل کرنے کیلئے تمہارے اور تمہارے چوپاؤں کے۔" (نزعات: ۲۷ تا ۳۳)

تو اس ارشاد سے دلیل حاصل کرتے ہیں بعض لوگ اس بات پر کہ آسمان کی پیدائش زمین کی پیدائش پر مقدم ہے۔ تو انہوں نے پچھلی دونوں آیات کی صریح مخالفت کی۔ اور اس آیت کریمہ کا مفہوم نہیں سمجھ سکے۔ اس لئے اس آیت سے بتانا یہ چاہتے ہیں کہ زمین کو بچھانا اور اس میں پانی اور چارے کا نکالنا اگرچہ آسمان کی پیدائش کے بعد ہوا لیکن بالقوت پہلے سے مقدر ہو چکا تھا اور پیدا کیا جا چکا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے زمین کے بارے میں:

"اور اس میں برکتیں ڈال دیں اور مقدر کر دیں اس میں رزق۔"

(فصلت: ۱۰)

یعنی کھیتی کی جگہوں کو اور چشموں اور نہروں کے مواضع کو تیار کر دیا۔

پھر جب کائنات کے نیچے اور اوپر کے طبقوں کی تخلیق مکمل کر دی تو زمین کو بچھونا بنا دیا اور اس میں سے نکال دیا جو کچھ اس کے اندر ودیعت رکھا تھا، یعنی چشمے پھوٹ نکالے اور نہریں جاری کر دیں اور کھیتیاں اور پھل اگائے۔ اس لئے "دحیٰ" کی تفسیر کی پانی اور چارے کے اس میں سے نکالنے کے ساتھ اور پہاڑوں کو گاڑنے کے ساتھ جیسا کہ فرمایا:

"اور اس کے بعد زمین کو بچھا دیا اس میں سے اس کا پانی اور چارا نکالا اور پہاڑوں کو اس میں قائم کر دیا۔" (النازعات: ۳۲)

یعنی مقرر کر دیا ان مواقع میں جہاں کیلئے ان کو بنایا گیا ہے اور ان کو خوب سخت مضبوط اور مؤکد کر دیا (پہاڑوں کو) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ''اور بنایا ہم نے آسمان کو ہاتھ سے اور ہم کو سب قدرت حاصل
> ہے۔ اور زمین کو ہم نے بچھایا۔ پس ہم کیا ہی خوب بچھانا جانتے
> ہیں' اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں تاکہ تم دھیان کرو''
> (اس میں کہ اللہ کی نشانی ہے)(الذاریات ۴۹)

اس میں یہ جو کہا کہ ''ہاتھ سے بنایا'' اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی قدرت سے پیدا کیا اور ہم بھی اس کو وسیع کرنے والے ہیں اور چونکہ ہر بلند چیز وسیع ہوتی ہے چنانچہ ہر وہ آسمان جو اوپر ہے اپنے سے نیچے والے آسمان سے زیادہ کشادہ ہے اور اسی بناء پر ''کرسی'' تمام آسمانوں سے بلند ہے تو وہ ان سب سے وسیع ہے اور عرش اس سے اوپر ہونے کی وجہ سے س بھی بہت بڑا ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

''اور زمین کو ہم نے فرش بنا دیا'' (الذاریات ۴۸) یعنی اس کو پھیلا دیا اور بچھونا بنا دیا۔ یعنی نرم اور سکون والا بنانا نہ تو اتنا نرم کہ آدمی دھنس جائے اور نہ اتنا سخت کہ لیٹ ہی نہ سکے۔ اسی بناء پر فرمایا: ''کیا ہی خوب ہم بچھانے والے ہیں'' (دونوں آیات کے درمیان جو ''واؤ'' آرہی ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں) اور ''واؤ'' کسی کام کے ہونے میں ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتا بلکہ وہ تو لغت میں صرف مطلق خبر دینے کا تقاضہ کرتی ہے'' (یعنی اس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کام ہوا اور یہ کام نہیں لیکن یہ پہلے ہوا یا بعد میں اس بارے میں واؤ نہیں آتی یہ مقصد ہے اس جملہ سے واللہ اعلم)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عمر بن حفص بن غیاث نے اپنے والد سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے جامع بن شداد عن صفوان بن محرز سے انہوں نے عمران بن حصین سے کہ فرمایا:

''میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور میں نے

اپنی اونٹنی باندھ دی دروازے کے ساتھ، پس بنی تمیم کے کچھ لوگ آئے تو آپؐ نے فرمایا "تمہارے لئے خوشخبری ہو اے بنی تمیم! تو انہوں نے کہا کہ آپ نے ہمیں بشارت دی تو کچھ ہمیں عطا بھی کر دیجئے، دو مرتبہ کہا۔ اس کے بعد کچھ اہل یمن کے لوگ آئے تو آپؐ نے ان سے بھی فرمایا: کہ تمہارے لئے خوشخبری ہو اے اہل یمن! جبکہ یہ خوشخبری بنی تمیم نے قبول نہیں کی۔ تو انہوں نے کہا! تحقیق ہم نے یہ بشارت قبول کر لی اے اللہ کے رسولؐ! پھر انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ اس کائنات کے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپؐ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ (پہلے سے) تھا اور اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کے بارے میں لکھا۔ اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا (یہاں پہنچ کر راوی کہتے ہیں کہ) اچانک ایک پکارنے والے نے میرا نام لے کر پکارا کہ اے ابن الحصین تیری اونٹنی بھاگ گئی! پس میں چلا تو میں نے دیکھا کہ وہ بہت دور جا چکی ہے، پس خدا کی قسم مجھے خوشی ہے اس کی کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا (اگر اس کو لینے جاتا تو یہ حدیث نہ سن پاتا اس پر اطمینان کا اظہار فرمایا)۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر یہ حدیث یہیں تک ذکر کی ہے۔ لیکن کتاب المغازی کے اندر اور کتاب التوحید میں بعض اور الفاظ بھی ہیں کہ "پھر آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا" اور یہی اضافہ امام نسائیؒ نے بھی ذکر کیا ہے۔ امام احمد حنبلؒ فرماتے ہیں کہ: ہمیں حدیث بیان کی حجاج نے ابن جریج سے انہوں نے اسماعیل ابن امیہ عن ایوب بن خالد عن عبد اللہ بن رافع مولیٰ ام سلمہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ انہوں نے فرمایا:

> "ایک مرتبہ حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا، پہاڑوں کو اتوار کے دن اور پیر کو درختوں کو پیدا کیا، اور مکروہات کو منگل کے دن بنایا اور بدھ کے دن نور کو پیدا کیا اور پھیلا دیئے زمین میں چوپائے جمعرات کے دن اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا کیا جمعہ کے دن آخری ساعات میں عصر سے لے کر رات تک آخری مخلوق کو پیدا کیا۔ (بخاری: ۳۹۹۱)

اسی طرح اس کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے شریح بن یونس اور ہارون بن عبد اللہ اور نسائی عن ہارون و یوسف ابن سعید سے تینوں حجاج بن محمد المصیصی اعور عن ابن جریج سے اسی حدیث کے مثل روایت کرتے ہیں۔

امام نسائی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے تفسیر میں، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی سے عن محمد بن الصباح عن ابی عبیدۃ الحداد عن الاخضر بن عجلان عن ابن جریج عن عطاء ابن ابی رباح عن ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا:

> "حضورؐ نے ایک مرتبہ میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "اے ابوہریرہ! اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے ان سب کو چھ دن میں پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا ساتویں دن اور مٹی کو پیدا کیا ہفتہ کے دن . . . بقیہ حدیث ویسے ہی ذکر کی جیسا کہ پہلے گزری ..... علی ابن جریج نے اس میں اختلاف کیا ہے علی ابن المدینی، بخاریؒ، بیہقیؒ اور دوسرے بعض حفاظ نے اس حدیث میں کلام کیا ہے۔"

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ بعض لوگوں نے کعب احبار سے روایت کیا۔ اور یہی صحیح ہے۔ یعنی یہ حدیث ان میں سے ہے جن کو حضرت ابوہریرہؓ نے سنا ہے اور اس کی تلقی بالقبول حاصل ہے۔ کعب احبار سے اس لئے کہ یہ دونوں ساتھی

تھے اور حدیث کے حصول کیلئے ساتھ بیٹھا کرتے تھے پس یہ (کعب احبار) ان کو اپنے صحیفہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ ان کو وہ حدیث بیان کرتے جس کی تصدیق کر چکے ہوتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے . . پس یہ حدیث جس کو ابو ہریرہؓ کی تلقی بالقبول حاصل ہے اس کو انہوں نے کعب احبار سے اور انہوں نے اپنے صحیفہ سے روایت کیا ہے۔ پس بعض لوگوں کو وہم ہو گیا اور انہوں نے اس کو حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا اور اس کے حضورؐ سے ثابت ہونے پر اپنے اس قول سے تاکید کر دی: کہ حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑا'' (حالانکہ یہ مرفوع نہیں ہے بلکہ کعب احبار نے اس کو اپنے صحیفہ سے نقل کیا ہے۔ از مترجم)

.. اس کے علاوہ اسکے متن میں بھی بہت سخت غلطیاں ہیں۔ جیسے کہ اس میں آسمانوں کی پیدائش کا ذکر نہیں ہے اور زمین کی پیدائش اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اس کی پیدائش کا ذکر ہے کہ یہ سات دن میں پیدا کئے گئے۔ حالانکہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ زمین چار دن میں پیدا کی گئی۔ پھر آسمان دو دن میں پیدا کئے گئے دھوئیں سے ... جب اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان اور جلیل القدر قدرت سے زمین کے جھاگوں سے پانی کو پیدا کیا پھر اس پانی میں بہت زبردست اضطراب پیدا ہوا جس کے نتیجہ میں آبی بخارات بلند ہوئے اور انہوں نے دھوئیں کی شکل اختیار کر لی اس سے اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کیا۔ اس کو ذکر کیا ہے اسماعیل بن عبد الرحمٰن السدی الکبیر نے ایک روایت میں ابو مالک وابو صالح سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے اور مرہ الہمدانی سے عن ابن مسعودؓ اور دوسرے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (اس آیت کے ذیل میں):

> ''وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے بنایا زمین میں تمہارے لئے
> سب کچھ پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف پھر اس کو سات آسمانوں میں
> برابر کر دیا'' (البقرۃ:۲۹)

یہ سارے راوی فرماتے ہیں:

> "بیشک اللہ کا عرش پانی پر تھا اس نے پانی کی پیدائش سے قبل کچھ پیدا نہیں کیا۔ پس جب اس نے مخلوقات کی پیدائش کا ارادہ کیا تو پانی سے دھواں نکالا اور اس کو پانی سے اوپر کر دیا تو اس نے پانی کو ڈھانپ لیا اس وجہ سے اس کا نام آسمان رکھ دیا پھر پانی کو خشک کر دیا تو اس کو ایک زمین بنا دیا پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تو اس کو سات زمینوں میں منقسم کر دیا دو دن میں یعنی اتوار اور پیر کے دن اور زمین کو بنایا مچھلی پر اور اسی کا نام "نون" ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے "ن" کی اور قلم کی اور جو کچھ اس سے لکھتے ہیں" (القلم:۱) اور مچھلی سمندر میں تھی اور پانی پتھر پر تھا اور پتھر بادشاہ کی پیٹھ پر اور بادشاہ چٹان پر بیٹھا تھا اور چٹان ہوا پر تھی اور یہ وہی چٹان ہے کہ جس کے بارے میں لقمان نے ذکر کیا کہ یہ چٹان نہ تو آسمان میں ہے اور نہ زمین میں۔ تو مچھلی نے حرکت کی تو اس سے اضطراب پیدا ہوا اور زمین میں زلزلہ آیا تو اس پر پہاڑوں کو گاڑ دیا اس سے وہ اپنی جگہ پر مضبوط ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے منگل کے دن پہاڑوں کو اور جو کچھ اس کے منافع ہیں ان سب کو پیدا کیا۔ اور بدھ کے دن درخت، پانی، شہر، آبادیاں اور ویرانوں کو پیدا کیا اور آسمان کے منہ بند تھے ان کو کھول دیا اور دو دن میں ان کو سات آسمان بنا دیا۔ یعنی جمعرات اور جمعہ کو۔ اور جمعہ کا نام اس وجہ سے رکھا کیونکہ اس میں جمع کر دیا تمام آسمانوں اور زمین کی پیدائش کو اور ہر آسمان کی طرف اپنا حکم نازل فرمایا... اس کے بعد فرماتے ہیں: ہر آسمان میں اس کی

مخلوق کو پیدا کیا۔ اس کے فرشتے اور سمندر اور ٹھنڈے پہاڑ اور وہ چیزیں کہ جن کا علم سوائے اس کے اور کسی کو نہیں۔ پھر آسمانوں کو مزین کیا ستاروں کے ساتھ اور ان کو زینت کا ذریعہ اور شیاطین سے حفاظت کا ذریعہ بنادیا۔ پھر جب فارغ ہوئے اللہ رب العزت جب ان چیزوں سے جن کا اس نے ارادہ کیا تو عرش پر مستوی ہوگئے۔"

اسرائیلیات کیسے وجود میں آئیں؟

سدی نے جو یہ اسناد ذکر کی ہیں اس میں بے شمار باتیں غریب ہیں (یہ احادیث کی ایک اصطلاح ہے جس کا معنی ہے ناپسندیدہ چیز کا حدیث میں یا اس کی سند میں آ جانا اسے غریب ہونا کہتے ہیں۔ از مترجم)

اس میں بہت سی باتیں اسرائیلیات سے منقول ہوئی ہیں اس لئے کہ یہ کعب احبارؒ سے منقول ہیں اور کعب احبار جب اسلام لائے حضرت عمرؓ کے زمانے میں تو وہ حضرت عمرؓ کے سامنے اہلِ کتاب کے مختلف علوم سے متعلق باتیں اور احادیث بیان کرتے تو حضرت عمرؓ ان سے ان کی تالیف قلب کیلئے ان کو سنتے اور انکی بہت سی باتیں شریعت مطہرہ نے جو حق اور سچی باتیں ہمیں بتائی ہیں اس کے موافق ہونے پر تعجب کا اظہار فرماتے۔ تو اس پر بہت سے لوگوں نے کعب احبار کی بیان کردہ روایات کو آگے روایت کرنے کی اجازت طلب کی! چنانچہ جب بنی اسرائیل سے روایت کی اجازت مل گئی تو بہت سارے لوگوں نے روایات میں غلطی کر دی اور ایسی باتیں نقل کر دیں جو کہ صحیح نہ تھیں اور جنہوں نے ان کتابوں سے روایت کی جن سے بنی اسرائیل نقل کرتے تھے تو اس میں بھی ان سے خطاء ہوئی کیونکہ انکی کتابوں میں بھی بہت بڑی غلطیاں اور بے شمار خطائیں داخل ہو چکی تھیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں معاویہ بن ابی سفیان سے نقل کیا ہے کہ وہ

کعب احبارؒ کے بارے میں فرماتے تھے کہ ہم اس سب کے باوجود ان (روایات) پر کذب کے آثار پاتے تھے۔ یعنی جو کچھ وہ اسرائیلی روایات نقل کرتے تھے اس میں کذب تھا لیکن وہ عمداً ایسا نہ کرتے تھے۔ واللہ اعلم

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم تو صرف وہ روایات ذکر کریں گے جن کو ہمارے متقدمین کبار ائمہؒ نے ان سے نقل کیا ہے اور ہم اتباع صرف ان واقعات کی کریں گے کہ جن کے صدق یا کذب کا احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام گواہی دیں گی۔ اور باقی جس کے بارے میں نہ تصدیق آئی ہے اور نہ تکذیب اس کو چھوڑ دیں گے۔ اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: کہ ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن القرشی سے عن ابی زناد عن الاعرج عن ابی ہریرہؓ کہ انہوں نے فرمایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

> ''جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق کا ارادہ فرمایا تو اپنی کتاب (لوحِ محفوظ) جو اللہ کے پاس عرش کے اوپر ہے اس میں لکھا:'' کہ بیشک میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے''

اسی طرح مسلم ونسائی نے قتیبہ سے اس کو نقل کیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصدق والصواب

باب۲

﴿ساتوں زمینوں کے بیان میں﴾

امام بخاریؒ ساتوں زمینوں کے بارے میں کلام کرتے ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

> ’’اللہ کی ذات وہ ہے کہ جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں۔ ان میں اپنا حکم اتارتا ہے تاکہ تم جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اپنے علم میں‘‘ (طلاق ۱۲)

پھر امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی ابن علیہ سے عن علی بن المبارک انہوں نے یحییٰ ابن ابی کثیر عن محمد بن ابراہیم بن الحارث عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے:

> ’’(ابوسلمہ کی کچھ لوگوں سے ایک زمین کے بارے میں مخاصمت تھی) وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں آئے اور ان کو ساری بات بتائی تو اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اے ابوسلمہ زمین (کے جھگڑوں) سے بچو اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا: کہ جس نے ایک بالشت برابر زمین پر ظلم کیا تو (قیامت میں سزا کے طور پر) اس کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔‘‘ (نعوذ باللہ من ذلک)

اس کو امام بخاریؒ نے کتاب المظالم میں بھی ذکر کیا ہے اور مسلمؒ نے بھی یحییٰ ابن ابی کثیر کے طرق سے۔ اور احمد ابن حنبلؒ نے محمد بن ابراہیم عن ابی سلمہ کے طریق سے بھی اور عن یونس عن ابان عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمہ عن عائشہؓ کے طریق سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ پھر بخاریؒ فرماتے ہیں: کہ بشر بن محمد ہمیں حدیث بیان کرتے ہیں عبداللہ سے عن

موسیٰ بن عقبہ عن سالم عن ابیہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک زمانہ روز اول یعنی جس دن آسمان وزمین پیدا کیے گئے اس وقت سے لے کر اب تک اسی حیثیت پر سال کے بارہ مہینے چکر لگا رہا ہے۔ (الحدیث)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شاید اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تقریر و تائید ہو" کہ اللہ کی ذات ہے کہ جس نے سات آسمانوں کو اور اسی کے مثل زمینوں کو پیدا کیا۔" (الطلاق: ۱۲) تو یہ تائید عدداً ہو سکتی ہے اس طرح کہ جس طرح مہینوں کی تعداد ہمارے ہاں بارہ ہے جو کہ مطابق ہے ان بارہ کے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیے ہیں۔ تو یہ مطابقت زمانی ہوئی اور آیت میں جو مطابقت ہے وہ مکانی ہوئی کہ سات آسمان اور سات ہی زمینیں۔

پھر امام بخاریؒ فرماتے ہیں: عبید بن اسماعیل نے ہمیں حدیث سنائی ابو اسامہ سے انہوں نے ہشام سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہ ایک عورت نے ان سے جھگڑا کیا اور اس کو بھیج دیا خلیفہ مروان کے پاس کہ سعید بن زیدؓ نے میرے گمان کے مطابق میرا زمین کا حصہ کم کر کے مجھے دیا ہے! تو حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا میں نے اس کے حق میں سے کچھ کم کیا ہے؟ (یعنی میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ البتہ میں نے ضرور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

> "جس شخص نے بالشت بھر زمین بھی ظلماً حاصل کی تو قیامت کے دن
> اس کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔" (بخاری شریف: ۳۱۹۸)

اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: حسن نے اور ابو سعید مولیٰ بنی ہاشم نے ہمیں حدیث بیان کی عبد اللہ ابن لہیعہ سے انہوں نے عبید اللہ ابن ابی جعفر سے انہوں نے ابو عبد الرحمٰن سے انہوں نے ابن مسعودؓ سے کہ انہوں نے فرمایا:

> "میں نے حضورؐ سے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کون سا ظلم سب سے
> بڑا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا! کسی مسلمان کا اپنے بھائی کی زمین سے

ناحق ایک ذرا بھی کم کرنا (یہ سب سے بڑا ظلم ہے) پس اس زمین کا ایک پتھر بھی لے لیا (ناحق زمین کا کچھ حصہ چاہے وہ ایک پتھر ہی کیوں نہ ہو) تو قیامت کے دن اس زمین کا طوق اس کو پہنایا جائے گا جو کہ زمین کی تہوں تک ہوگا اور زمین کی تہوں کا سوائے اس کے پیدا کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ کے کسی کو پتہ نہیں۔"

اس حدیث میں امام احمد منفرد ہیں اور اس سند میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اسی طرح دوسری روایت امام احمدؒ کی ہے: حدیث بیان کی عفان نے وہیب سے انہوں نے سہیل سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کہ جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین ناحق حاصل کی تو اس کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا"۔

اس میں بھی امام احمد منفرد ہیں۔ اور یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔

امام احمد نے فرمایا: حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ نے ابن عجلان سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ حضورؐ نے فرمایا:

"جس نے کاٹ ڈالا زمین کا بالشت بھر حصہ ناحق تو قیامت کے دن اس کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا"۔ اس میں بھی امام احمد منفرد ہیں اور یہ بھی مسلم کی شرط پر ہے۔

اور امام احمد سے یہ بھی منقول ہے کہ حدیث بیان کی ہمیں عفان نے ابوعوانہ سے انہوں نے عمر بن ابی سلمہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے زمین کا ایک بالشت حصہ ناحق غصب کیا اس کو سات زمین کا طوق ڈالا جائیگا"۔

اس میں بھی منفرد ہیں۔

اور طبرانی نے بھی حدیث معاویہ بن قرۃ عن ابن عباسؓ کی سند سے مرفوعاً اس کو نقل کیا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ تمام احادیث تواتر سے یہ ثابت کرتی ہیں کہ زمینوں کی تعداد بھی سات ہے اور سات زمینوں کے ہونے سے اہلِ ہیئت کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ ہر ایک زمین سے دوسری سے اوپر ہے اور نیچے والی درمیان میں ہے۔ اسی طرح سات زمینیں ہیں اور یہ زمینیں ٹھوس ہیں جن میں کوئی سوراخ نہیں ہے (جو آر پار ہو) اور ان کا مرکز ان کے درمیان میں ایک مقرر کردہ نقطہ ہے اگرچہ حقیقی طور پر نہیں ہے لیکن (زمین کی سمت وغیرہ مقرر کرنے کیلئے) سوچ لیا جاتا ہے اور یہ مرکز ایسی جگہ پر ہوتا ہے کہ اگر وہاں کوئی بھاری چیز ڈالی جائے تو وہ چاروں طرف برابر انداز میں نیچے لڑھکنے لگے جب تک کہ کوئی گڑھا وغیرہ آنے سے وہ رک نہ جائے اسی طرح اترتا چلا جائے۔

اور اہلِ ہیئت کا اختلاف ہوا کہ کیا یہ تمام زمینیں بالکل متصل ہیں اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے یا ہر دو زمینوں کے درمیان کوئی خلاء ہے۔ اس بارے میں دونوں قول آتے ہیں۔ اور یہی اختلاف آسمانوں کے بارے میں بھی ہے۔ اور ظاہر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر دو زمینوں کے درمیان فاصلہ ہے۔ جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

> ''وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمین بنائیں اور وہ حکم اتارتا ہے ان کے درمیان'' (طلاق ۱۲)

(تو یہ آیت بتاتی ہے ان کے درمیان فاصلہ بھی ہے اور اس میں اللہ کے احکام نازل ہوتے ہیں)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سریج نے ہمیں حدیث سنائی حکم بن عبداللہ سے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے حسن سے انہوں نے ابو ہریرۃؓ سے کہ انہوں نے فرمایا:

> ''ایک بار ہم آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دمیان اچانک

ایک ''بدلی'' (بادل کا ٹکڑا) آئی، تو آپؐ نے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں! تو رسول اللہؐ نے فرمایا: یہ بادل ہیں (عذاب کے) اور زمین کے کنارے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ناشکر گزار اور نافرمان لوگوں کی طرف ہنکاتا ہے، کیا تم جانتے ہو یہ تمہارے اوپر کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: آسمان ہے جو کہ تہہ در تہہ لپٹا ہوا ہے، اور یہ محفوظ چھت ہے۔ کیا تم جانتے ہو تمہارے اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا پانچ سو سال کی مسافت کے برابر۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس آسمان کے اوپر کیا ہے؟ تو ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں! آپ نے فرمایا: ۵ سو سال کی مسافت، یہاں تک سات آسمان ذکر کئے پھر فرمایا کہ اس کے اوپر کیا ہے (ساتویں آسمان کے اوپر) تو ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں! تو آپ نے فرمایا کہ ''عرش''! کیا تم جانتے ہو کہ عرش اور ساتویں آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے تو ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں! تو آپ نے فرمایا پانچ سو سال کی مسافت۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ تمہارے نیچے کیا ہے؟ تو ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: زمین! کیا جانتے ہو کہ اس کے نیچے کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا دوسری زمین، پھر پوچھا کہ دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ تو جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں تو آپؐ نے فرمایا

سات سو سال کی مسافت! یہاں تک کہ ساتوں زمینیں شمار کروائیں پھر فرمایا! خدا کی قسم! اگر تم میں سے کسی کو سب سے نیچے کی ساتویں زمین دکھادی جائے تو وہ ضرور بالضرور گر جائے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"وہ اللہ اول بھی وہ ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی وہ ہے اور باطن بھی، اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔" (الحدید:۳)

اس کو ترمذی نے عبد بن حمید سے اور دوسروں نے یونس بن محمد المؤدب عن شیبان بن عبد الرحمٰن عن قتادہ سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کو حسن نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور یہ روایت ذکر کی مگر اس میں یہ ذکر کیا کہ دونوں زمینوں کا بعد پانچ سو سال کا ہے اور اس کے آخر میں ایک کلمہ ذکر میں ہے جس کو سورۂ حدید کی اس آیت (جو پہلے گزری) کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ پھر ترمذی فرماتے ہیں: کہ یہ حدیث غریب ہے اس طریق سے فرماتے ہیں: اس کو روایت کیا ہے ایوب سے انہوں نے یونس بن عبید سے انہوں نے علی بن زید سے وہ فرماتے ہیں کہ حسن نے ابو ہریرہؓ سے نہیں سنا! اور اس کو ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ ابی جعفر الرازی عن قتادہ عن الحسن عن ابی ہریرہؓ کی سند سے اور جیسا کہ ترمذی نے روایت کیا اسی طرح ان کی روایت بھی سوائے اس کے کہ ابن ابی حاتم نے آخر میں جو اضافہ ترمذی نے کیا وہ ذکر نہیں کیا۔ اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں عن بشر عن یزید عن سعید عن ابی عروبہ عن قتادہ کی سند سے مرسلا یہ روایت ذکر کی ہے اور یہی زیادہ مشابہ ہے اصل کے۔ واللہ اعلم۔

دونوں حافظوں یعنی ابوبکر البزار اور بیہقی نے حدیث ابوذر غفاریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والی سند سے اسی طرح نقل کی ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ساتویں آسمان سے سورج کے ارتفاع میں جو اختلاف ہے اور جو اس کے دلائل ہیں وہ ہم پیچھے باب صفۃ العرش میں حدیث اوعال کے تحت ذکر کر چکے ہیں اور وہ یہی ہے کہ:

> ''ہر آسمان کا دوسرے آسمان تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے اور ہر آسمان کی کثافت یعنی اس کی موٹائی بھی پانچ سو سال کے برابر ہے۔''

بعض متکلمین نے حدیث میں بیان کردہ سات زمینوں کا طوق سے مراد سات ملک لئے ہیں، لیکن یہ قول احادیث صحیحہ اور آیات کے مخالف ہے حالانکہ ہم نے حسن عن ابی ہریرہؓ کے طرف سے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں صراحتہً سات زمینوں کے طوق کے الفاظ موجود ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ آیت اور حدیث کو ان دونوں کے خلاف پر محمول کرنا بغیر کسی سند اور دلیل کے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ واللہ اعلم۔

اسی طرح اہل کتاب بہت کثرت سے یہ واقعہ ذکر کرتے ہیں اور ہمارے علماء کی ایک جماعت نے بھی اس کو قبول کیا ہے اور وہ یہ کہ: ہماری والی زمین مٹی کی ہے اور جو اس کے نیچے ہے وہ لوہے کی ہے اور اس کے بعد والی گندھک سے پتھر کی ہے اور اس کے بعد والی فلاں چیز کی ہے تو یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ ان کے بارے میں احادیث صحیحہ کچھ خبر نہیں دیتیں اگرچہ اس کی سند صحیح ہو نبی معصوم تک پھر بھی اس کو لوٹا دیا جائے گا اس کے قائل (اہل کتاب) کی طرف۔

اسی طرح ابن عباسؓ سے ایک اثر منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ ہر زمین کی مخلوق ہماری اس زمین کی طرح ہے، حتیٰ کہ اس کے آدمؑ ہمارے آدمؑ کی طرح اور اس کے ابراہیمؑ ہمارے ابراہیمؑ کی طرح ہیں۔ اس کو ابن جریر نے مختصراً ذکر کیا ہے اور بیہقی نے تو اس کے اسماء و صفات کی خوب چھان بین کی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا ابن عباسؓ سے منقول ہونا صحیح ہو تب بھی اسکو محمول کیا جائے گا کہ ابن عباسؓ اس کو اسرائیلیات میں سے لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی عوام بن حوشب سے انہوں نے سلیمان ابی سلیمان سے انہوں نے انس بن مالکؓ سے انہوں نے آپ ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور ان کو زمین پر رکھ دیا تو اس سے وہ ٹھہر گئی تو فرشتوں کو پہاڑوں کی تخلیق سے بہت تعجب ہوا چنانچہ انہوں نے پوچھا اے رب! کیا آپ نے پہاڑوں سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز بنائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سے سخت لوہے کو بنایا ہے (کہ اس کو توڑ دیتا ہے) پھر فرشتوں نے پوچھا کیا آپ نے کوئی چیز لوہے سے بھی سخت بنائی ہے؟ تو فرمایا ہاں! آگ (لوہے کو جلا دیتی ہے) پھر پوچھا اے رب! کیا آگ سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز پیدا کی؟ تو فرمایا ہاں! پانی (کہ آگ کو بجھا دیتا ہے) پھر پوچھا اے رب! کیا پانی سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز پیدا کی؟ تو فرمایا ہاں! ہوا (کہ پانی کو اڑاتی پھرتی ہے) پھر پوچھا اے رب! کیا ہوا سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز پیدا کی؟ تو فرمایا ہاں! ابن آدم کا داہنے ہاتھ سے اس طرح صدقہ کرنا کہ بائیں ہاتھ کو نہ پتہ چلے (یہ ان سب سے بھاری ہے)“ (مسند احمد: ۳،۱۲۴)

اس میں امام احمد منفرد ہیں۔

جغرافیات کے ماہرین نے مشرق و مغرب کی تمام جگہوں کے پہاڑوں کی تعداد بیان کی ہے، اور ان کی لمبائی چوڑائی اور اس کے طویل سلسلے اور ان کی بلندی سب ذکر کیے ہیں۔ اگر ہم ان کو یہاں ذکر کریں تو اس کی شرح ہی بہت مفصل ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ”اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں، سفید اور سرخ طرح طرح کے ان کے رنگ اور سیاہ کالے۔“ (فاطر: ۲۷)

ابن عباسؓ اور دوسرے مفسرین فرماتے ہیں: کہ جدد کا معنی ہیں طریق یعنی (گھاٹیاں) اور عکرمہ وغیرہ فرماتے ہیں: الغرابیب: سیاہ لمبے پہاڑ۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ

زمین کے تمام علاقوں میں آب وہوا کے مختلف ہونے سے پہاڑوں کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ”جودی“ پہاڑ کی تصریح فرمائی ہے اور موصل کے شہر میں دجلہ کی جانب جزیرہ ابن عمرؓ کی مشرقی حصہ میں یہ عظیم الشان پہاڑ واقع ہے اور یہ جودی پہاڑ جنوب سے شمال کی جانب تین دن کی مسافت کے برابر لمبا ہے اور اس کی بلندی نصف یوم کی ہے اور یہ سرسبز وشاداب ہے کیونکہ اس میں شاہ بلوط کے بکثرت درخت ہیں اور اس کے ایک طرف ”قریۃ الثمانین“ نامی ایک بستی ہے اور اس کے رہائشی وہ لوگ ہیں جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اس مقام پر نجات پاگئے تھے یہ واقعہ بہت سے مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور اللہ تعالیٰ نے ”طورسینا“ کا بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ بہاء الدین بن عساکرؒ نے اپنی کتاب ”المستقصی فی فضائل المسجد الاقصیٰ“ کے اندر مقدس پہاڑوں کے بارے میں لکھتے ہوئے یہ حدیث ذکر کی: عمر بن بکر عن ثور بن یزید عن خالد بن معدان عن ابی ہریرہؓ کے طریق سے کہ انہوں نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چار پہاڑوں کی قسم کھائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قسم ہے التین کی، قسم ہے زیتون کی، اور طور سینین کی، اور اس مبارک شہر کی۔“ (والتین) اس میں التین یہ ہمارے رب کا پہاڑ ہے مسجد بیت المقدس والا، اور زیتون یہ بھی ہمارے رب کا پہاڑ ہے اور طور سینین بھی۔ اور ھذا البلد الامین سے مکہ کے پہاڑ مراد ہیں۔

قتادہؒ فرماتے ہیں: ”التین“ یہ دمشق کا پہاڑ ہے، اور ”زیتون“ یہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے، اور حافظ ابن عساکر نے کعب احبار سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن چار پہاڑ ہوں گے جبل الخلیل، جبل لبنان، جبل طور، اور جودی۔ ان میں سے ہر ایک سفید موتی کا ہوگا اور اتنا روشن ہوگا کہ آسمان زمین کے درمیان کو روشن کردیگا“ یہ چاروں بیت المقدس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو اس کے اطراف کو منور کردیں گے ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی کرسی رکھی جائے گی اور اہلِ جنت واہلِ جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔

قرآن میں ہے کہ:

”اور اے مخاطب تو دیکھے گا فرشتوں کو کہ عرش کو گھیر رہے ہیں اس

> کے گرداگرد تسبیح و تحمید کرتے ہیں اپنے رب کی۔ اور فیصلہ کیا جائے گا ان کے درمیان (انسانوں کے) حق کے ساتھ اور وہ کہیں گے تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔" (الزمر: ۷۵)

حافظ ابن عساکر ولید بن مسلم سے وہ عثمان ابن ابی عاتکہ سے وہ علی بن یزید سے، وہ قاسم ابی عبدالرحمن کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ:

> "اللہ تعالیٰ نے "جبل قاسیون" پر وحی بھیجی کہ اپنا سایہ اور برکت بیت المقدس کے پہاڑ کو دیدے فرماتے ہیں کہ اس نے ایسا ہی کیا! تو اللہ تعالیٰ نے اس کو وحی بھیجی کہ جب تو نے یہ کام کیا ہے (میرا حکم مانا ہے) تو تیرے بیچ میں اپنے لئے گھر بناؤں گا" (انعام کے طور پر)

عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ولید نے کہا حدیث میں جو لفظ حضن آیا ہے اس کے معنیٰ ہیں اس کے درمیان میں، اور یہ وہی مسجد ہے یعنی مسجد دمشق، اس میں دنیا کی ہلاکت کے بعد چالیس سال تک عبادت کی جائے گی اور زمانہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں تیرا سایہ اور تیری برکت تجھے لوٹادوں۔ فرماتے ہیں: پس یہ پہاڑ اللہ کے نزدیک اس کی حیثیت اس ضعیف بندۂ مومن کی طرح ہے جو کہ متواضع بھی ہو۔

خلیل بن درنجؒ سے مروی ہے کہ ام المومنین صفیہؓ رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ بیت المقدس کی طرف آئیں اور اس میں نماز پڑھی پھر پہاڑ پر چڑھیں وہاں بھی نماز پڑھی اور پہاڑ کے ایک طرف رات گزاری اور فرمایا قیامت کے دن اسی مقام پر اہل جنت اور اہل جہنم کو الگ الگ کیا جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

سمندروں اور نہروں کے بیان میں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور اللہ کی ذات ہی ہے کہ جس نے مسخر کردیا تمہارے لئے

سمندر کو تا کہ کھاؤ اس میں سے تازہ گوشت اور تا کہ اس میں سے نکالو زیور جسے تم پہنتے ہو، اور تو دیکھے گا کشتیوں کو کہ پانی کو پھاڑ کر اس میں چلتی ہیں اور اس واسطے تا کہ تلاش کرو اس کا فضل، اور تا کہ احسان مانو اور اس اللہ نے زمین پر بوجھ (پہاڑ) رکھ دیئے کہ کہیں تم کو لے کر جھک نہ پڑے، اور بنائیں ندیاں اور راستے تا کہ تم راہ پاؤ، اور بنائیں علامتیں اور ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں، بھلا جو پیدا کرے اس کے برابر ہو سکتا ہے وہ جو کچھ نہ پیدا کرے، کیا تم سوچتے نہیں، اور اگر شمار کرو اللہ کی نعمتوں کو تو ان کو پورا نہ (شمار) کر سکو، بیشک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔" (النحل: ۱۴ تا ۱۸)

اور دوسری جگہ فرمایا:

"اور برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے خوشگوار ہے (اس کا ذائقہ) اور یہ کھارا کڑوا اور تم دونوں میں سے کھاتے ہو تازہ گوشت اور نکالتے ہو اس سے سونا جس کو پہنتے ہو، اور تو دیکھے گا جہازوں کو کہ اس میں چلتے ہیں پانی کو پھاڑ کر تا کہ تلاش کرو اس کا فضل اور تا کہ اس کا حق مانو۔" (فاطر ۱۲)

ایک اور جگہ فرمایا:

"اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے دو دریا چلا دیئے یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور یہ کھارا ان دونوں کے درمیان پردہ، اور آڑ روکی ہوئی۔" (الفرقان: ۵۳)

اور سورۂ رحمٰن میں فرمایا:

"اور چلائے دو دریا مل کر چلنے والے، ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے جو زیادتی نہیں کرنے دیتا۔" (الرحمٰن: ۱۹، ۲۰)

یعنی ایک دوسرے سے ملنے نہیں دیتا۔ مصنف فرماتے ہیں بحرین سے مراد یہ ہے کہ ایک

دریا سخت نمکین اور کڑوا ہے، اور دوسرا میٹھا خوشگوار ہے اور یہ ساری نہریں ہیں جو شہروں اور بستیوں کے درمیان بہتی ہیں تا کہ بندے اس سے فائدہ حاصل کریں ابن جریج اور دیگر مفسرین سے یہی منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

> ”اور اسکی نشانیوں میں یہ ہے کہ جہاز چلتے ہیں اس میں کہ جیسے پہاڑ پھر اگر اللہ چاہے تو ہوا روک دے پھر سارے دن پانی کی سطح پر رکے رہیں، بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے احسان ماننے والے کیلئے یا تباہ کر دے بسبب ان کے اعمال کے اور بہت سوں کو معاف بھی کرے۔“ (شوریٰ۔ ۳۳)

ایک اور جگہ فرمایا:

> ”اور کیا تو نے نہ دیکھا کہ جہاز چلتے ہیں سمندر میں اللہ کی نعمت کو لے کر، تا کہ دکھلائیں کچھ تم کو اپنی قدرتیں، البتہ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک تحمل کرنے والے، احسان ماننے والے کیلئے، اور جب موج ان کے سر پر آئے جیسے بادل تو پکارنے لگیں اللہ کو خالص کر کے اسی کیلئے بندگی کو، پھر جب ہم نے ان کو بچا دیا خشکی کی طرف تو کوئی ہوتا ہے ان میں سے بیچ کی چال پر، اور منکر وہی ہوتے ہیں ہماری قدرتوں سے جو قول کے جھوٹے ہیں حق نہ ماننے والے۔“ (لقمن۔ ۳۲)

اور کہیں فرماتا ہے کہ:

> ”بیشک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو کہ دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں لے کر چلتی ہیں، اور پانی میں کہ جس کو اتارا اللہ نے آسمان سے پھر زندہ کیا اس سے زمین کو اس کے مر چکنے کے بعد، اور

پھیلائے اس میں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلنے میں اور
بادل میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا، آسمان اور زمین کے درمیان
، بیشک ان چیزوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے۔" (البقرۃ:۱۶۴)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان جتلایا ہے کہ اس نے ان کے لئے سمندر اور نہریں پیدا کیں اور یہ سمندر جس نے زمین کے بیشتر خشک حصوں کا احاطہ کیا ہوا ہے اور جو اس کے اطراف میں بہہ رہے ہیں ان سب کا ذائقہ شدید نمکین اور کڑوا ہے۔ اور اس میں ایک عظیم الشان حکمت ہے اور وہ یہ کہ آب وہوا صاف ستھری رہے، اگر سمندر کا پانی کڑوا ہوتا تو فضا خراب ہو جاتی ہے اور سمندروں میں بڑے بڑے جانوروں کے مرنے کی وجہ سے ہوا سڑ جاتی اور اس سے بنی نوع انسان ہلاک ہو جاتے اور اس کی معیشت تباہ ہو جاتی پس اللہ کی حکمت حرکت میں آئی کہ سمندر کو اس صفت کے ساتھ خاص کر دیا تاکہ یہ مصلحت حاصل ہو جائے۔ اسی بناء پر جب حضورؐ سے سمندر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "پاک ہے اس کا پانی اور اس کا مردار حلال ہے۔" (ابوداؤد ۸۳)

نہروں کے بارے میں اللہ کی حکمت یہ ہوئی کہ اس کا پانی میٹھا صاف شفاف اور خوشگوار ذائقہ والا رکھا پینے والوں کیلئے، اور اپنے بندوں کو رزق پہنچانے کیلئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف جاری وساری کر دیا اور ان کو حسب ضرورت ومصلحت چھوٹا بڑا بنایا۔

جغرافیات اور ارضیات کے ماہرین سمندروں اور بڑی نہروں اور ان کے منبع اور یہ کہ وہ کہاں سے کہاں تک چلتی ہیں ان سب کے بارے میں بڑا تفصیلی کلام کیا ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور اس کی قدرتوں پر دلالت کرتا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی با اختیار ہے سب کام کا کرنے والا اور حکمتوں والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور قسم ہے ابلتے ہوئے دریا کی۔" (طور۔ ۶)

اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد وہ خاص سمندر ہے جس کا ذکر"

حدیث اوعال" کے اندر آیا ہے کہ وہ عرش کے نیچے ہے اور ساتویں آسمان سے اوپر جس کی لمبائی چوڑائی زمین آسمان کے برابر ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بعث ثانیہ سے پہلے ایک بارش برسائے گا وہ بارش تمام اجسام کو قبروں سے نکال دے گی۔ اس قول کو ربیع بن انس نے ذکر کیا ہے

دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں "بحر" کا لفظ اسم جنس کا ہے جو زمین پر واقع تمام سمندروں کو شامل ہے۔ یہ قول جمہور کا ہے۔

علماء کا "البحر المسجور" کے معنی میں اختلاف ہو گیا ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے بھرا ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ: قیامت کے دن ایک بھڑکتی ہوئی آگ بنائی جائے گی جو کہ اہل موقف (میدان حشر میں موجود تمام افراد) کا احاطہ کرے گی۔

مصنف فرماتے ہیں ہم نے اس قول کو اپنی تفسیر میں عن علی بن ابی طالب اور عن ابن عباس اور عن سعید بن جبیر اور مجاہد وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ: مسجور کا معنی ہے منع کیا ہوا ٹھہرا ہوا اور روکا ہوا اس بات سے کہ اہل زمین سرکشی کریں تو ان کو ڈھانپ دے اور جو زمین پر ہیں ان کو غرق کر دے۔ (اس عذاب سے اس کو روک دیا گیا ہے) اس کو والبی نے عن ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور سدی وغیرہ نے بھی اس قول کو ہی اختیار کیا ہے اور اس آخری قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں یزید نے حدیث بیان کی عوام سے انہوں نے شیخ سے جو کہ ساحل کے پاس نگران تھے انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابوصالح عمر بن خطابؓ کے آزاد کردہ غلام سے ملاقات کی تو انہوں نے فرمایا:

> ہمیں حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ سے یہ بات نقل کی کہ آپؐ نے فرمایا: کوئی رات نہیں گزرتی مگر اس میں سمندر اللہ کی بارگاہ میں تین مرتبہ حاضر ہوتا ہے وہ اللہ سے اجازت چاہتا ہے کہ وہ زمین پر چڑھائی کر دے مگر اللہ تعالیٰ اس کو روک دیتے ہیں۔ (مسند احمد: ۴۳/۱)

اس حدیث کو اسحاق بن راہویہ نے یزید بن ہارون سے انہوں نے عوام بن حوشب سے انہوں نے شیخ مرابط سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک رات میں چوکیداری کیلئے نکلا اور میرے علاوہ کوئی اور چوکیداری کیلئے نہیں نکلا تو میں بندرگاہ آیا اور وہاں اونچی جگہ چڑھ گیا اچانک مجھے محسوس ہوا کہ سمندر پہاڑی کی چوٹی کے برابر بلند ہو گیا اور ایسا کئی مرتبہ ہوا حالانکہ میں جاگ رہا تھا تو میں نے ابو صالح سے ملاقات کی تو انہوں نے فرمایا ہمیں عمر بن خطابؓ نے رسول اللہؐ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کوئی رات نہیں ہے مگر اس میں سمندر تین مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور اجازت چاہتا ہے کہ اہل زمین پر چڑھائی کردے مگر اللہ اس کو روک دیتے ہیں۔ اس کی سند میں ایک شخص مبہم ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر خاص احسان ہے کہ اس نے سمندر کو لوگوں پر چڑھائی کرنے سے روک دیا بلکہ اس کو اپنے بندوں کیلئے مسخر کردیا تاکہ تجارت وغیرہ کیلئے سمندر کے اندر کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ دور دور کے مقامات تک پہنچا جائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات کو یعنی آسمان کے ستاروں اور زمین کے پہاڑوں کو مسافروں کی ہدایت اور راستہ دکھانے کیلئے ان کے راستوں میں علامت رہنمائی بنا دیا۔ جس سے مسافر راستہ کے بارے میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور سمندر کے اندر تہہ میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے انتہائی قیمتی خوبصورت اور نفیس ترین زیورات، ہیرے موتی اور جواہرات جو کہ کسی دوسری جگہ سے حاصل نہیں ہوسکتے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے سمندر میں بنائے ہیں اور اسی طرح اس میں عجیب وغریب جانور پیدا کئے اور ان کو اپنے بندوں کیلئے حلال کردیا حتیٰ کہ اگر وہ مر بھی جائیں تب بھی حلال ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"حلال کردیئے گئے تمہارے لئے سمندر کے شکار اور اس کا کھانا"

(المائدہ:۹۶)

اسی طرح رسول اللہ کا فرمان ہے

"سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔" (ابوداؤد: ۸۳)

اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے "ہمارے لئے حلال کر دیئے گئے دو مردار اور دو خون، مچھلی اور ٹڈی، جگر اور کلیجی، اس کو احمد اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور اس کی سند میں "نظر" ہے۔

حافظ ابوبکر بزار اپنی مسند میں فرماتے ہیں: میں نے اپنی کتاب کے اندر محمد بن معاویہ بغدادی سے یہ روایت پائی کہ ان کو عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن سہیل بن ابی صالح نے اپنے والد سے انہوں نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً حدیث بیان کی کہ فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اس مغربی سمندر سے اور مشرقی سمندر سے بات کی تو مغربی سمندر سے کہا کہ: میں اپنے بندوں کو تجھ پر سوار کروں گا تو تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا تو اس نے کہا ان کو غرق کر دوں گا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیری مصیبت تیرے اطراف میں ہو اور اس میں زیورات اور حیوانات کو حرام کر دیا پھر اس مشرقی سمندر سے یہی کہا کہ میں تجھ پر اپنے بندوں کو سوار کروں گا تو تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ تو اس نے کہا ان کو اپنے ہاتھوں پر اٹھاؤں گا اور ان کیلئے ایسا ہو جاؤں گا جیسا کہ بچے کیلئے والدہ۔ تو اس کو زیورات اور حیوانات سے مزین کر دیا، پھر راوی کہتے ہیں:

ہم نہیں جانتے کہ اس روایت کو سہیل سے کسی نے روایت کیا ہو مگر عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر نے اور وہ منکر الحدیث ہے اور راوی کہتے ہیں: اور اس حدیث کو سہیل نے نعمان بن ابی عیاش عن عبداللہ بن عمرو کی سند سے موقوفاً بھی روایت کیا ہے۔ مصنف فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو عبداللہ بن عمر بن العاص پر موقوف کرنا زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ انہوں نے "جنگ یرموک" کے دن دو سواریاں اہل کتاب کی علوم کی بھری ہوئی پائی تھیں تو اس میں وہ بہت ساری روایات نقل کرتے ہیں اس میں مرفوع احادیث بھی تھیں اور مشہور بھی۔ اور منکر و مردود بھی۔ بہر حال مرفوع جو تھیں اس کی روایت میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطابؓ جن کی کنیت ابوالقاسم ہے اور جو کہ مدینہ کے قاضی تھے وہ منفرد ہیں ان کے بارے میں امام احمد کی

رائے یہ ہے کہ: لیس بشئ یعنی اس کے پاس کچھ نہیں میں نے اس کی احادیث سنی پھر اس کی احادیث کا مزہ چکھا تو وہ جھوٹا نکلا اور اس کی احادیث منکر ہیں"۔

اسی طرح ابن معین، ابوزرعہ، ابوحاتم، جوزجانی، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے بھی ان کی تضعیف کی ہے اور ابن عدی نے کہا: "ان کی اکثر احادیث منکر ہیں اور "حدیث بحر" ان میں سب سے زیادہ غلط ہے۔"

علمائے ارضیات کہ جنہوں نے طولِ بلد اور عروضِ بلد، سمندروں اور نہروں، پہاڑوں اور زمین کی پیمائش پر کلام کیا ہے اور زمین کے شہر، ویران مقامات، آبادیاں، اقلیم سبعہ حقیقی اور متعدد اقالیم جو کہ عرفاً مشہور ہیں اور ممالک اور خاص خاص صوبے اور نباتات کے بارے میں اور زمین کے ہر حصے اور خطے میں معدنیات اور تجارت وغیرہ کے بارے میں سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ:

> "پوری زمین کو پانی کے عظیم الشان ذخیرے نے ڈھانپا ہوا ہے سوائے ایک چوتھائی جگہ کے جس کے ۹۰ درجے بنتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عنایات کا خاص ظہور ہوا کہ پانی کو اس مقدار میں پھیلا دیا تاکہ حیوانات زندہ رہیں اور زراعت و کھیتی باڑی ہو سکے"۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> "اور زمین کو مخلوق کے واسطے بچھایا اس میں میوہ ہے اور کھجوریں جن کے اوپر غلاف ہے، اور اس میں اناج ہے جس کے ساتھ بھس ہے اور خوشبودار پھول ہیں پھر کیا کیا اپنے رب کی نعمتیں جھٹلاؤ گے"۔ (سورۂ رحمٰن: ۱۰ تا ۱۳)

تو ماہرین ارضیات نے کہا اس زمین کا وہ حصہ جو پانی سے معمور ہے وہ دو تہائی یا اس سے کچھ زیادہ ہے اور وہ ۹۵ درجہ ہیں (یعنی ۹۵ درجے پانی اور ۵ درجے خشکی) ماہرین نے بحر المحیط المغربی جسے بحر اوقیانوس بھی کہتے ہیں اس کے بارے میں تفصیل بیان کی، کہتے ہیں کہ:

"یہ سمندر مغربی ممالک میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے بہت بڑے بڑے جزیرے ہیں اس سمندر اور اس کے ساحل کے درمیان کا فاصلہ تقریباً ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے۔ جس کے دس درجہ ہیں۔ یہ ایسا سمندر ہے جس میں چلنا اور سواری کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ اس میں شدید ہیجان اور طغیانی ہے اور شدید ہوائیں اور بڑی بڑی موجیں ہوتی ہیں۔ اس کے اندر کسی حیوان کے نہ ہونے کی وجہ سے شکار بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس سے کوئی چیز نکالی جاسکتی ہے پھر اس کے اندر کسی قسم کا کوئی سفر بھی نہیں ہوسکتا۔

(اب مصنف اس بحر اوقیانوس کا پورا جغرافیہ بتا رہے ہیں کہ کہاں سے لے کر کہاں تک جاتا ہے۔) وہ جنوب کی طرف سے ہوتا ہوا جبال القمر کی طرف رخ کر لیتا ہے اور اس جگہ کا نام "جبال القمر" یعنی "چاند کا پہاڑ" ہے اور یہی وہ مقام ہے جو کہ مصر کے دریائے نیل کا اصل منبع ہے وہاں سے یہ سمندر خط استواء کو تجاوز کرتا ہے پھر مشرقی حصے سے ہوتا ہوا زمین کے جنوبی حصے کی طرف جاتا ہے جہاں "جزائر زنگی" ہیں اور ان کے ساحل پر بہت ویران اور چٹیل میدان ہیں۔ پھر شمال مشرقی حصے سے ہوتا ہوا چین اور بحر ہند سے جا ملتا ہے۔ اس کے بعد مشرق کی طرف راستہ بناتا ہوا مشرق کے انتہائی جگہوں میں کھلے مقامات پر جا نکلتا ہے وہاں چین کا علاقہ ہے پھر چین کے مشرق سے ہوتا ہوا اس کے شمال کی جانب جاتا ہے اور چین کا علاقہ پار کر لیتا ہے اور اپنا رخ سد یاجوج ماجوج کی طرف پھیر لیتا ہے پھر گھوم کر وہیں ایسی زمین میں چکر لگاتا ہے جس کے احوال معلوم نہیں۔ پھر شمال مغربی حصے کی طرف سے ہوتا ہوا روس کے شہروں میں جا نکلتا ہے اور اس کو تجاوز کرتا ہوا جنوب مغربی حصے کی طرف مڑ جاتا ہے اور گھوم کر دوبارہ مغرب کی طرف جا نکلتا ہے۔ اور مغرب سے زمین کے درمیانی حصے میں جبرالٹر کی آبنائے جس کی انتہا مغرب میں "شام" کے اطراف میں ہوتی ہے اس کی طرف بہتا ہے اور پھر روم کے شہروں کو چھوتا ہوا قسطنطنیہ وغیرہ کی طرف جا گرتا ہے۔

محیط الشرقی سے بہت سے دوسرے سمندر نکلتے ہیں اس کے اندر بے شمار

جزیرے ہیں حتیٰ کہ مشہور ہے کہ بحر ہند میں ۱۷۰۰ (سترہ سو) جزیرے ہیں۔ اس میں شہر ہیں آبادیاں ہیں۔ سوائے ''جزائر عاطلہ'' کے اور محیط الشرقی کو ''ہرا سمندر'' بھی کہتے ہیں۔ اس کے مشرق میں چین کا سمندر ہے اور مغرب میں یمن کا، شمال میں بحر ہند اور جنوب کا معلوم نہیں۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ماہرین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ بحر ہند اور بحر چین کے درمیان پہاڑی سلسلے ہیں اور اس کے درمیان کافی کشادہ جگہیں ہیں جس میں جہاز چلائے جاتے ہیں اور ان پہاڑوں کے درمیان جہاز چلانے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کہ جس نے ان کو پیدا کیا اور اپنے بندوں کے فوائد کیلئے ان کو سمندر میں چلا دیا جیسا کہ ان پہاڑوں کے درمیان خشکی پر سواریاں چلائی جاتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

> ''اور ہم نے زمین میں بھاری بوجھ (پہاڑ) رکھ دیئے اس بات
> سے کہ جھک پڑے زمین ان کو (لوگوں کو) لے کر، اور بنا دیئے ان
> پہاڑوں میں راستے تاکہ لوگ راہ پا جائیں۔'' (الانبیاء ۳۱)

ہندوستان کے ایک بادشاہ بطلیموس نے اپنی کتاب ''المجسطی'' جو کہ مامون کے زمانے میں لکھی گئی اور ان علوم میں اصل مانی جاتی ہے اس میں ذکر کیا ہے کہ دنیا کے چاروں اطراف یعنی مغربی، مشرقی، جنوبی اور شمالی اطراف سے نکلنے والے متعدد سمندروں کی تعداد بہت زیادہ ہے بعض ان میں سے ایک ہی ہیں لیکن ان کا نام الگ الگ ہے اس ملک کی مناسبت سے کہ جس سے وہ ملے ہوئے ہیں۔ انہی میں سے ''بحر قلزم'' ہے اور قلزم اس کے ساحل پر ایک بستی کا نام ہے جو کہ ''ایلہ'' سے قریب ہے، اور پھر فارس ہے، بحر خزرہ، بحر ورنک، بحر روم، بحر نیطش اور بحر ازرق، ازرق اس کے ساحل پر ایک شہر ہے اور اس کو ''بحر قرم'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بہت تنگ جگہ میں بہتا ہے جنوبی قسطنطنیہ میں جو کہ خلیج قسطنطنیہ ہے اس کے پاس بحر روم میں بہتا ہے، اس بناء پر بحر روم سے قرم کی طرف جو جہاز آتے ہیں تو ان کی رفتار بہت ہلکی ہو جاتی ہے کیونکہ پانی کا بہاؤ

مخالف سمت میں ہوتا ہے اور یہ بات دنیا کے عجائبات میں سے کہ ہر وہ پانی جو جاری ہو وہ میٹھا ہوتا ہے مگر یہ ایسا دریا ہے کہ بہنے کے باوجود کڑوا ہے۔ اور ہر وہ دریا سمندر جو کہ ٹھہرا ہوا ہو تو وہ کڑوا اور نمکین ہوتا ہے مگر جیسا کہ ذکر ہوا کہ بحر قزوین جس کو بحر جروان اور بحر طبرستان بھی کہا جاتا ہے اس کا ایک بہت بڑا حصہ میٹھا اور خوشگوار ہے جیسا کہ وہاں کے مسافرین آ کر بتاتے ہیں۔

اہل ہیئت کہتے ہیں: یہ ایسا سمندر ہے کہ اس کی پوری لمبائی گولائی کی شکل میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مثلث ہے بادبان کی طرح اور یہ بحر محیط سے ملا ہوا نہیں ہے بلکہ بالکل الگ ہے۔ اس کی لمبائی ۸۰۰ میل اور چوڑائی چھ سو ۶۰۰ میل ہے۔ اور ایک قول اس سے زیادہ کا بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

اسی سمندر سے جو مدوجزر بصرہ کے پاس ہوتا ہے اور بلادِ مغرب میں بھی اس کی کافی نظیریں ہیں وہ یہ کہ بہنے کے شروع میں پانی زیادہ ہو جاتا ہے اور چودھویں رات تک برابر زیادہ رہتا ہے۔ اور اسی کو "مد" کہتے ہیں پھر کمی ہونا شروع ہوتی ہے تو مہینے کے آخر تک ہوتی رہتی ہے اور اسی کو "جزر" کہتے ہیں۔

اہل ہیئت نے اس سمندر کی تحدید کی ہے اور اس کے منبع اور منتہیٰ کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ اور پوری دنیا میں نہروں اور سیلابی ریلوں سے جمع ہو جانے والے بحیرہ یا دریاؤں کی تعداد بھی ذکر کی ہے اور سیلابی پانی برساتی نالوں سے بہہ کر دریاؤں تک آتا ہے۔ اور پوری دنیا کی بڑی اور مشہور نہروں کے بارے میں ان کی ابتداء اور انتہا کے بارے میں تفصیلی کلام کیا ہے جس کو ہم تفصیل اور تطویل کے خوف سے سب کا احاطہ نہیں کر سکے ہاں نہروں کے بارے میں جو آیات و احادیث وارد ہوئیں ہیں ان کا ذکر کریں گے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ ہی کی ذات وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

> آسمان سے پانی اتارا اور اس سے تمہارے لئے پھلوں میووں کا رزق نکالا اور مسخر کر دیا تمہارے لئے جہازوں کو اپنے حکم سے سمندروں میں اور نہروں کو مسخر کر دیا تمہارے لئے اور مسخر کر دیا تمہارے لئے چاند سورج کو مسلسل ایک دستور پر اور مسخر کر دیا تمہارے لئے رات اور دن کو اور تمہیں ہر وہ چیز دی جس کو تم نے اس سے مانگا اور اگر شمار کرو اللہ کی نعمتیں تو اس کا احاطہ نہ کر سکو، بے شک انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکرا ہے۔" (ابراہیم ۳۲ تا ۳۴)

صحیحین میں قتادہ عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعہ کے طریق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر آیا تو فرمایا:

"پس سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے دو ظاہری نہریں نکلیں گی اور دو باطنی نہریں نکلیں گی، باطنی نہریں تو جنت میں ہوں گی اور ظاہری نہریں یہ نیل اور فرات ہیں۔" (بخاری ۳۲۰۷) اور بخاری کا لفظ ہے "وعنصرھما" یعنی ان کا مادہ یا ان کی شکل جنت والی نہروں کی صفات پہ اور اس کی نعمتوں کے موافق ہیں اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ صرف نام ہے اصل جنت میں ہوں گی۔

صحیح مسلم میں ہے: عبید اللہ بن عمرؓ نے خبیب بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے حفص بن عاصم سے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سیحون جیحون، فرات اور نیل یہ سارے جنت کے دریا ہیں۔" (مسلم، ۲۸۳۹)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "ابن نمیر و یزید نے محمد بن عمرو سے انہوں نے ابو سلمہ سے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا جنت سے چار نہریں جاری ہوئیں۔ فرات، نیل، سیحون، اور جیحون۔" (مسند احمد ج ۲، ۲۶۱) یہ سند صحیح ہے، مسلم کی شرط پہ ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ شاید اس سے مراد (اللہ تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں) یہ ہو کہ یہ نہریں جنت کی نہروں سے مشابہت رکھتی ہیں اپنی ستھرائی میں مٹھاس اور بہنے میں۔ اور یہ مماثلت اس طرح کی ہے کہ جیسے کہ ایک دوسری حدیث میں جس کو ترمذی نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی سعید بن عامر عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃؓ کے طریق سے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: عجوہ جنت کی کھجور ہے اور اس میں زہر سے شفاء ہے۔ (ترمذی ۲۰٦٦) اس سے مراد جنت کے پھل کے مشابہ ہے نہ کہ خاص جنت سے آیا ہے کیونکہ آدمی کی حس ہی اس کے خلاف ہے یعنی اس کے خاص جنت سے نہ ہونے پر گواہی دیتی ہے تو معلوم ہوا کہ اس سے مراد مشابہت ہے اسی طرح آپ کا ارشاد ہے: بخار جہنم کی حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے تو اس کو پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو۔ (بخاری ۵۷۲۵) اسی طرح یہ نہریں ہیں (کہ ان کو جنت کی نہروں سے مشابہت دی گئی ہے) ورنہ یہ بات مشاہد ہے کہ ان نہروں کا اصل منبع زمین میں ہی ہے۔

دریائے نیل کا ذکر

جہاں تک نیل کا تعلق ہے تو وہ ایسی نہر ہے کہ پوری دنیا کی نہروں میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی اپنی پھرتی، اپنی لطافت اور ابتداء سے لے کر انتہا تک کی لمبائی میں (بہت لمبی نہر ہے) اس کی ابتداء جبال القمر یعنی سفید پہاڑوں سے ہے اور بعض کے نزدیک جبال القمر سے کی اضافت ستاروں کے ساتھ ہے۔ وہ زمین کے جنوب مغربی جانب خطِ استوا سے پیچھے واقع ہیں۔ اور بقول بعض یہ پہاڑ سرخ ہیں اور ان کے درمیان سے چشمے پھوٹتے ہیں، پھر دور دور دس پرنالوں میں جمع ہو کر ہر پانچ ایک دریا میں جمع ہوتے ہیں پھر اس سے چھ نہریں نکلتی ہیں اس کے بعد پھر ایک دوسرے دریا میں جمع ہوتے ہیں پھر اس کے ایک نہر نکلتی ہے جس کا نام ”نیل“ ہے اور حبشہ میں سوڈان کے شہروں سے ہو کر نوبہ اور اس کے عظیم شہر ”دنقلۃ“ اور پھر اسدان سے ہوتی ہوئی مصر کے شہروں میں بہتی ہے اور بلاد حبشہ میں کثرت بارش کی وجہ سے وہاں کا پانی اور مٹی بڑی تعداد میں

دریائے نیل دیارِ مصر کی طرف لے آتا ہے کیونکہ مصر ان دونوں چیزوں کا محتاج ہے اس لئے کہ مصر میں بارشیں بہت کم ہوتی ہیں جو کہ اس کی زراعت اور درختوں کیلئے ناکافی ہوتی ہیں اور وہاں کی مٹی بھی ریتیلی ہے جس میں کچھ نہیں اگتا حتیٰ کہ (وہاں سے یہ کمی اس طرح پوری ہوتی ہے کہ) نیل خوب پانی اور مٹی لے کر آتا ہے اور اس کے ذریعہ جس چیز کے اہلِ مصر محتاج ہوتے ہیں وہ اگا لیتے ہیں، اور مصر کی زمین اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق بننے میں زیادہ حق دار ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> "کیا نہیں دیکھتے وہ لوگ کہ ہم چلاتے ہیں پانی کو ایسی زمین کی طرف جو کہ بنجر ہوتی ہے پھر ہم نکالتے ہیں اس سے کھیتیاں کہ اس سے ان کے چوپائے بھی کھائیں اور وہ خود بھی، پھر کیا دیکھتے نہیں۔" (الم السجدہ ۲۷)

پھر نیل مصر کو تھوڑا سا تجاوز کرتا ہے اور وہاں سے دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے اس کے کنارے پر ایک بستی ہے جس کا نام "شطنوف" ہے اس کے پاس مغرب اور مشرق کی طرف مڑ جاتا ہے مغربی رخ میں رشید نامی بستی سے گزرتا ہے اور نمکین سمندر سے مل جاتا ہے۔ اور مشرقی رخ والی نہر پھر جوجر کے مقام پر پھر دو رخوں میں بٹ جاتی ہے۔ تو مغربی حصے والی "اشمون طناح" کے علاقے سے گزر کر "دمیاط" کے مشرق میں ایک چھوٹے سمندر سے جا ملتی ہے جس کا نام "بحیرۂ تنیس" ہے اور "بحیرۂ دمیاط" ہے اور یہ دریائے نیل کی ایک بہت طویل ترین لمبائی ہے اس کی ابتداء سے اس کی انتہا تک اسی بنا پر اس کا پانی بہت لطف انگیز ہے۔

ابن سینا کہتے ہیں: دریائے نیل کی بعض ایسی خصوصیات ہیں جو ساری دنیا کے پانی میں نہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کی مسافت سب سے طویل ترین ہے ابتداء سے لے کر انتہا تک، دوسرے یہ کہ یہ ایسی چٹانوں اور میدانوں میں بہتا ہے جس میں نہ تو کانٹے ہیں اور نہ کائی اور نہ ہی کیچڑ ہے اس کے علاوہ اس میں کائی سے کوئی پتھر یا کنکری ہری

نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مزاج انتہائی صاف ہے اور اس کے حلاوت و لطافت کی وجہ سے۔

اور یہ بھی اس کی عجیب خصوصیت ہے کہ جب تمام دنیا کے پانیوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے تو اس میں زیادتی ہو جاتی ہے اور جب تمام دنیا کے پانیوں میں زیادتی ہوتی ہے تو اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور نیل کے بارے میں جو یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس کا اصل منبع ایک بہت اونچی جگہ پر ہے بعض لوگ وہاں پہنچے تو انہوں نے وہاں ایک بہت بڑا خلا دیکھا اور اس کے آس پاس خوبصورت مناظر تھے اور عجیب وغریب اشیاء تھیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ جو شخص وہاں چلا جاتا ہے تو اس کو دیکھنے کے بعد اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ اس بارے میں کلام کر سکے (اتنا خوبصورت منظر ہے کہ بیان سے باہر ہے) تو مصنف فرماتے ہیں کہ یہ سب باتیں مؤرخین کی خرافات ہیں اور غلط بیانی کرنے والوں کی بکواس ہے۔

عبداللہ بن لہیعہ قیس بن الحجاج کے مروی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مصر فتح ہوا تو اہلِ مصر عمرو بن العاص ؓ کے پاس آئے جبکہ عمرو بن العاص ؓ قبطی عجم کے شہر "بؤونہ" میں داخل ہوئے تو اہلِ مصر نے کہا کہ اے امیر! ہمارے نیل کا ایک خاص طریقہ کار ہے کہ جس کے بغیر وہ نہیں بہتا تو عمرو بن العاص ؓ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اس مہینے کی بارہ راتیں گزر جائیں گی تو ہم ایک باکرہ نوجوان لڑکی جو کہ اپنے والدین کے درمیان ہو اسکے پاس جائیں گے اور اس کے والدین کو راضی کریں گے اس کے بعد اس لڑکی کو خوب زیور اور لباس پہنا کر تیار کریں گے پھر اس کو دریائے نیل میں ڈال دیں گے (تو اس سے وہ بہہ پڑے گا)

عمرو بن العاص ؓ نے فرمایا کہ یہ طریقہ تو اسلام کے مزاج کے مطابق نہیں ہے اور اسلام تو اپنے سے پہلے کے سب طریقوں کو ختم کر دیتا ہے تو "بؤونہ" بستی والے اس عمل سے رک گئے اور نیل نے بہنا بند کر دیا نہ کم نہ زیادہ بہتا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بوذنہ، ایب اور مسری (بستیوں کے نام ہیں) والے تین ماہ تک رک گئے اور نیل نے بہنا بند کر دیا یہاں تک نوبت آ گئی کہ انہوں نے جلاوطنی کا ارادہ کر لیا تو عمرو بن العاصؓ نے اس واقعہ کو عمر بن خطابؓ کو لکھا تو آپؓ نے جواب دیا کہ آپ نے بالکل صحیح کام کیا اور اب میں آپ کے پاس ایک رقعہ بھیج رہا ہوں جو کہ میرے خط کے اندر ہے تو اس کو نیل میں ڈال دیجئے۔ تو جب یہ خط عمرو بن العاصؓ کو ملا تو آپؓ نے وہ رقعہ نکالا اس کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

> "اللہ کے بندے عمر کی جانب سے جو کہ مسلمانوں کا امیر ہے مصر کے نیل کے نام، حمد وصلوٰۃ کے بعد پس اگر تو خود اپنی طرف سے بہتا ہے تو مت بہہ (ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں) اور اگر وہ اللہ زبردست قہار تجھے چلا رہا ہے تو ہم اللہ رب العزت سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلا دے"۔

تو عمرو بن العاصؓ نے یہ رقعہ نیل میں ڈال دیا تو ہفتہ کے دن صبح اہل مصر نے اس حال میں کی کہ اللہ سبحانہٗ وتقدیس نے ایک رات کے اندر نیل کو سولہ ہاتھ اونچا چلا دیا تھا اہل مصر کیلئے اور اہل مصر سے ان کی وہ رسم ہمیشہ کیلئے منقطع کر دی۔

دریائے فرات کا تذکرہ

جہاں تک فرات کا تعلق ہے تو اس کا منبع روم کے شمالی علاقے "ارزن" میں ہے اور وہ "ملطیہ" سے ہو کر "سمیساط" سے گزرتا ہوا اس کے قبیلہ "البیرہ" جاتا ہے وہاں سے مشرق میں مڑ کر "بالس" اور "قلعہ جعبر" پھر "رقہ" اس کے شمال میں "رحبہ" میں پھر "عانہ" پھر "ھیت" اور پھر "کوفہ" سے گزر کر عراق میں جا نکلتا ہے پھر پانی کے بڑے حصوں یعنی سمندروں میں جا گرتا ہے اور ان کی طرف مڑ جاتا ہے اور اس سے بڑی مشہور نہریں نکل کر بصرہ میں جا گرتی ہیں۔

سیحان کا ذکر

جہاں تک سیحان کا تعلق ہے جس کو کہ سیحون بھی کہتے ہیں کہ اس کی ابتداء بلادِ روم سے ہوتی ہے اور اس کے شمال مغرب سے نکل کر اس کے جنوب مشرق کی طرف بہتا ہے۔ اور یہ جگہ دریائے جیحون کے منبع کا مغرب ہے اور سیحون کی مقدار جیحون سے کم ہے اور وہ بلادِ ''ارمن'' میں ہے جبکہ آج کل ''بلادِ سیس'' سے معروف ہے۔ اور وہ بھی اسلامی مملکت ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ آئی پھر جب فاطمیوں نے مصر کے شہروں پر غلبہ حاصل کیا اور شام اور اس کی حکومت کے مالک ہوئے تو بلادِ سیس کو دشمنوں سے بچانے سے عاجز ہو گئے تو ارمنی فوجوں نے ان بلادِ سیس پر قبضہ کر لیا، اور یہ واقعہ ۳۰۰ھ کے قرب و جوار میں پیش آیا اور آج تک انہی کا قبضہ ہے، پس ہم اللہ ہی سے سوال کرتے ہیں کہ اس کو دوبارہ ہماری طرف لوٹا دے اپنی قوت و توفیق سے۔ پھر سیحون اور جیحون ''اذنہ'' کے مقام پر جمع ہوتے ہیں، اور ایک نہر بن کر بحرِ روم میں جا گرتے ہیں جو کہ ''یاس'' اور ''طرطوس'' کے درمیان ہے۔

جیحون کا ذکر

جہاں تک جیحان جس کو جیحون بھی کہتے ہیں اس کا تعلق ہے اور عوام اس کا نام ''جاھان'' رکھتے ہیں اس کی اصل بھی بلادِ روم سے ہوتی ہے، اور یہ ''بلادِ سیس'' میں شمال سے جنوب کی طرف بہتا ہے اور یہ نہر مقدار میں فرات کے برابر ہے پھر جیحون اور سیحون ''اذنہ'' کے مقام پر جمع ہوتے ہیں اور ایک نہر میں جمع ہو کر ''طرطوس'' اور ''ایاس'' کے درمیان سمندر میں جا گرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

فصل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اونچے بنائے آسمان بغیر ستونوں کے تم دیکھتے ہو پھر عرش پر قائم ہوا اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک چلتا ہے وقت مقررہ پر، تدبیر کرتا ہے کام کی، ظاہر کرتا ہے نشانیاں کہ شاید تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو، اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور اس میں رکھے بوجھ (پہاڑ) اور ندیاں اور اس میں ہر میوے کے دو دو قسم کے جوڑے رکھے، ڈھانکتا ہے دن رات کو اس میں نشانیاں ہیں ان کے واسطے جو دھیان کرتے ہیں، اور زمین میں کھیت ہیں مختلف ایک دوسرے سے متصل، اور باغ ہیں انگور کے اور کھیتیاں ہیں کھجوریں ہیں ایک کی جڑ دوسری سے ملی ہوئی اور بعض بغیر ملی ہوئی، کہ ایک ہی پانی سے سیراب کی جاتی ہیں، اور ہم ہی ان کو فضیلت دیتے ہیں بعض پر بعض میووں میں، ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان کے لئے جو غور کرتے ہیں۔" (رعد: ۲تا۴)

دوسری جگہ فرمایا:

"بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین اور اتار دیا تمہارے لئے آسمان سے پانی پھر اگائے ہم نے اس سے باغ رونق والے، تمہارا کام نہ تھا کہ اگاتے درخت، اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ کوئی نہیں وہ لوگ راہ سے اعراض کرتے ہیں، بھلا کس نے بنایا زمین کو ٹھہرنے کے لائق، اور بنائیں اس کے بیچ میں ندیاں اور رکھے اس کے ٹھہرانے کو بوجھ، اور رکھا دو دریا میں پردہ، اب کوئی

> اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ کوئی نہیں بلکہ بہت سوں کو ان میں سمجھ
> نہیں۔" (النمل: ۲۰ تا ۶۱)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> "وہ اللہ کی ہی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تمہارے
> لئے اس میں سے پینا ہے اور درختوں کا سیراب کرنا ہے اور اس
> میں تم (جانوروں کو) چراتے ہو وہ اگاتا ہے تمہارے لئے کھیتیاں
> اور زیتون، اور کھجور، اور انگور اور طرح طرح کے پھل بیشک اس
> میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو فکر کرتے ہیں، اور کام میں لگا دیا
> تمہارے لئے رات اور دن کو، سورج اور چاند کو اور ستاروں کو مسخر کر
> دیا اپنے حکم سے، بیشک اس میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔"
> (النحل ۱۰ تا ۱۲)

ان آیات کے اندر اللہ تعالیٰ نے زمین میں اپنی پیدا کردہ اشیاء مثلاً پہاڑ، درخت، پھل، اور نرم زمین اور تنگ و دشوار گزار راستے گنوائیں، اور اس کے پیدا کردہ مخلوقات وہ چاہے جمادات میں سے ہوں یا حیوانات میں سے پھر حیوانات خشکی کے ہوں یا بے آب و گیاہ چٹیل میدان کے یا پھر سمندروں کے یہ سب کے سب اللہ جل جلالہٗ کی عظمت، اس کی قدرت، اس کی حکمت و رحمت پر دلالت کرتی ہیں، اور اس کا نیکوکاروں اور بدکاروں کا پیدا کرنا بھی اس کی حکمت کی نشانی ہے اور اسی نے آسان کر دیا ہر چوپائے کو رزق کا پہنچانا جس کی طرف وہ رات دن، گرمی سردی، اور صبح شام محتاج ہیں۔

جیسا کہ فرمایا

> "اور کوئی نہیں ہے زمین میں چوپائے مگر اللہ پر ان کا رزق پہنچانا
> ہے اور وہ ان کے مستقر اور ٹھہرنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے، یہ
> سب کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں ہے۔" (ھود ۲)

حافظ ابو یعلیٰ سے روایت ہے کہ وہ محمد بن المثنی سے وہ عبید بن واقد سے وہ محمد بن عیسیٰ بن کیسان سے وہ محمد بن المنکدر سے وہ جابرؓ سے وہ عمر بن الخطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ! اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار امتیں پیدا کیں، ان میں سے چھ سو سمندری ہیں اور چار سو بری یعنی خشکی کی، ان میں سے جو امت سب سے پہلے ہلاک کی جائے گی وہ ''ٹڈی'' کی ہے اور اس کے بعد ساری اقوام پے در پے ہلاک کر دی جائیں گی۔ جیسا کہ تسبیح کے دانے کہ جب ان کا دھاگہ ٹوٹ جائے'' (تو جس طرح دانے گرنے شروع ہوتے ہیں اس طرح ٹڈی کی قوم کے بعد ساری قومیں ہلاک ہو جائیں گی۔)

مصنف فرماتے ہیں اس میں عبید بن واقد راوی آئے ہیں جس کی کنیت ابو عباد البصری ہے ان کی ابو حاتم نے تضعیف کی ہے اور ابن عدی نے کہا کہ: انکی اکثر احادیث کا اتباع نہیں کیا جاتا اور ان کے شیخ ان سے بھی زیادہ ضعیف ہیں۔ اور فلاس اور بخاری نے ان کے بارے میں ''منکر الحدیث'' فرمایا۔ اور ابو زرعہ نے کہا: کہ مناسب نہیں ہے کہ عبید بن واقد سے روایت کی جائے۔ ابن حبان اور دارقطنی نے بھی تضعیف کی ہے۔ اور ابن عدی نے اس حدیث کو اس طریق سے بھی ''منکر'' کہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ''اور نہیں ہے کوئی زمین میں چلنے والا، اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو بازوؤں سے، مگر ہر ایک امت ہے تمہاری طرح، ہم نے نہیں چھوڑی لکھنے میں کوئی چیز پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع ہوں گے۔'' (الانعام: ۳۸)

باب ۳

آسمانوں کی تخلیق سے متعلق آیات

اور احادیث کے بیان میں

مصنف حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو آسمان کی پیدائش سے پہلے پیدا کیا (تو ہمارے اس قول کی مندرجہ ذیل آیات سے تائید وتاکید ہوتی ہے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> ”اللہ ہی کی ذات وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لئے جو کچھ ہے زمین میں پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف اور اس کو سات آسمانوں میں برابر کردیا اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“ (البقرۃ:۲۹)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

> ”تو کہہ کیا تم منکر ہو اس سے جس نے بنائی زمین دو دن میں اور تم دوسروں کو اس کے ساتھ برابر کرتے ہو، وہ سارے جہاں کا رب ہے، اور اس نے رکھے اس (زمین) میں بھاری پہاڑ اوپر سے اور برکت رکھی اس کے اندر اور ٹھہرائیں اس میں خوراکیں اس کی چار دن میں برابر کردیا پوچھنے والوں کیلئے، پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف اور وہ دھواں ہو رہا تھا، پھر کہا اس کو اور زمین کو آؤ تم دونوں خوشی سے یا زبردستی؟ وہ بولے ہم خوشی سے آتے ہیں، پھر کردیئے وہ سات آسمان دو دن میں، اور اتارا ہر آسمان میں حکم اس کا اور رونق دی ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے اور محفوظ کردیا، یہ تیار کیا ہوا ہے زبردست جاننے والے کا۔“ (فصلت:۹تا۱۲)

ایک اور جگہ فرمایا:

> ''کیا تمہارا بنانا زیادہ مشکل (کام) ہے یا آسمان کا، اللہ نے اس کو بنایا، اونچا کیا اس کا ابھار، پھر اس کو برابر کیا اور اندھیری کی رات اس کی اور کھول نکالی اس کی دھوپ، اور زمین کو اس کے پیچھے صاف بچھا دیا۔'' (النازعات)

مصنف فرماتے ہیں کہ یہاں 'دحی'' کا لفظ لائے جس کا معنی ہے بچھا دیا جو کہ پیدائش کے علاوہ دوسرا عمل ہے اور یہ آسمان کی پیدائش کے بعد ہوا۔ (یعنی زمین کی تخلیق پہلے ہوئی پھر آسمان کی پھر زمین کو بچھایا) تو اس اشکال کا جواب ہو گیا۔

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ''پاک ہے وہ ذات جس کے قبضے میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ آزمائے تمہیں کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتے آتے ہیں، اور وہ زبردست ہے معاف کرنے والا ہے۔ وہ ذات ہے جس نے سات آسمانوں کو تہہ در تہہ بنایا، کیا تو رحمٰن کے بنانے میں کچھ فرق دیکھتا ہے پھر دوبارہ نظر کر کہیں نظر آتی ہے تجھ کو دراڑ، پھر لوٹا کر نظر کر دو دو مرتبہ، لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر تھک کر، اور ہم نے رونق دی آسمان دنیا کو چراغوں کے ساتھ، اور ان کو بنا دیا مار شیطان واسطے، اور تیار کر رکھا ہے اس کے واسطے عذاب دہکتی ہوئی آگ کا۔'' (ملک ۱:۵)

ایک اور جگہ ارشاد باری ہے:

> ''اور بنائی ہم نے تمہارے اوپر سات چنائی مضبوط اور بنایا ایک چراغ چمکتا ہوا''

ایک اور جگہ فرمایا:

”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کیسے اللہ نے سات آسمانوں کو تہہ در تہہ بنایا اور ان کے درمیان چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ۔“

(نوح: ۵۔۱۶)

دوسرے مقام پر فرمایا:

”اللہ ہی کی ذات ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور اسی کے مثل زمینوں کو، اتارتا ہے دنیا حکم کے درمیان، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔“ (الطلاق: ۱۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں چراغ بنایا اور چاند بنایا چمکتا ہوا، اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو بدلتے بدلتے بنایا، اس شخص کے واسطے کہ چاہے دھیان کرے یا چاہے تو شکر کرے۔“ (الفرقان: ۶۱۔۶۲)

اور فرمایا:

”ہم نے آسمان دنیا کو مزین کیا ستاروں کی زینت کے ساتھ اور بچاؤ بنایا ہر شیطان سرکش سے، سن ہی نہیں سکتے اوپر کی مجلس تک اور پھینکے جاتے ہیں ان پر (شہاب ثاقب) ہر طرف سے بھگانے کو، اور ان پر مار ہے ہمیشہ، مگر جو کوئی اوپر لایا جھپٹ کر تو اس کا پیچھا کرتا ہے شہاب ثاقب۔“ (الصافات: ۶ تا ۱۰)

اور فرمایا:

”اور ہم نے آسمان میں برج بنائے اور ان کو مزین کر دیا دیکھنے والوں کیلئے، اور بچاؤ بنایا اس کو ہر شیطان مردود سے مگر جو چوری سے سن بھاگا تو اس کا پیچھا کیا چمکتے ہوا انگارہ۔“ (الحجر: ۱۶۔۱۸)

اور فرمایا:

’’اور بنایا ہم نے آسمان ہاتھ کے بل سے اور ہم کو سب قدرت حاصل ہے۔‘‘ (الذاریات: ۴۷)

اور فرمایا:

’’اور بنایا ہم نے آسمان کو محفوظ چھت، اور ہماری نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہیں اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو پیدا کیا، سب اپنے اپنے مدار میں پھرتے ہیں۔‘‘

(الانبیاء، ۳۲-۳۳)

اور فرمایا:

’’اور نشانی ہے ان کے واسطے رات کو کہ ہم کھینچ لیتے ہیں اس سے دن کو پھر بھی یہ رہ جاتے ہیں اندھیرے میں اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے رستہ پر یہ مقدر کیا ہے اس زبردست باخبر نے، اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں، یہاں تک کہ پھر ہو جائے جیسے ٹہنی پرانی، نہ سورج سے ہو کہ پکڑ لے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی ایک چکر میں تیرتے ہیں۔‘‘ (یٰس: ۳۷-۴۰)

اور فرمایا:

’’پھوٹ نکالنے والا ہے صبح کی روشنی کا اور اس نے رات بنائی آرام کیلئے اور سورج اور چاند کو حساب کیلئے، یہ اندازہ رکھا ہوا ہے زور آور اور خبردار نے، اور وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لئے ستارے کہ ان کے ذریعہ جنگل اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ تلاش کرو، بیشک ہم نے کھول کر بیان کر دیے ان لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں۔‘‘ (الانعام: ۹۶-۹۷)

اور فرمایا:

> "بیشک تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ
> دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا، اڑھاتا ہے رات پر دن کو
> کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا اور پیدا کئے سورج،
> چاند، ستارے تابعدار اپنے حکم کے، سن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا
> اور حکم فرمانا، بڑی برکت والا ہے اللہ جو رب ہے سارے جہاں
> کا۔" (الاعراف ۵۴)

مصنف فرماتے ہیں اس بارے میں آیات بے شمار ہیں اور ہر ایک پر ہم نے تفصیلی کلام اپنی "تفسیر" میں کیا ہے۔ اور مقصود ان آیات سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں آسمانوں کی پیدائش اس کی عظیم الشان بناوٹ اور اس کی بلندی اور یہ کہ وہ انتہائی حسین وجمیل ہے عجیب کمالات والا ہے اور بے نظیر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور قسم ہے آسمانوں کی جو کہ جالی دار ہیں۔" (الذاریات) یعنی بہت خوبصورت ہیں۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

> "پھر لوٹا اپنی نظر کو کیا تو دیکھتا ہے اس میں کوئی دراڑ، پھر دوبارہ لوٹا
> اپنی نظر دو دو مرتبہ وہ لوٹ آئے گی تیری طرف نامراد ہو کر تھک
> کر۔" (الملک ۳۔۴)

یعنی نامراد اس وجہ سے کہ اس میں کوئی عیب یا خلل نکالے۔ اور تھک کر کہ وہ ختم پڑ جاتی ہیں اور کمزور ہیں۔ اور اس کے بعد بھی اگر دیکھتا رہے تب بھی اس کی نظر عاجز ہو جاتی ہے تھک جاتی ہے اور کمزور ہو جاتی ہے مگر کسی نقص اور عیب پر مطلع نہیں ہو پاتی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت مستحکم بنایا ہے اور اس کے افق کو ستاروں کے ساتھ مزین کر دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: "اور قسم ہے آسمان کی جو برجوں والا ہے۔" (البروج) یعنی ستاروں والا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق بروج سے مراد چوکیداری کی جگہیں ہیں کہ جہاں سے ان شیاطین پر شہاب ثاقب مارے جاتے ہیں جو چھپ کر کچھ آسمان کی خبریں سننے کی کوشش

کرتے ہیں۔ دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''اور تحقیق ہم نے آسمان کو برجوں والا بنایا ہے اور مزین کر دیا اس کو دیکھنے والوں کے واسطے، اور اس کو بچاؤ بنا دیا ہر شیطان مردود سے۔'' (الحجر)

تو اس میں ذکر کیا کہ آسمان کے منظر کو چاند ستاروں اور سیاروں سے، سورج، چاند اور چمکتے ہوئے ستاروں سے مزین کر دیا۔ اور اس کے اطراف کو بچادیا شیاطین کی دست درازیوں سے، اور یہ زینت کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ''اور اس کو حفاظت کا ذریعہ بنا دیا شیطان مردود سے۔'' اسی طرح فرمایا:

> ''ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا، اور بچاؤ بنا دیا ہے ہر شیطان سرکش سے نہیں سن سکتے اوپر کی مجلس تک اور ان پر پھینکے جاتے ہیں (شہاب ثاقب) ہر طرف سے۔'' (الصافات)

امام بخاریؒ کی کتاب ''بدء الخلق'' میں فرماتے ہیں: کہ قتادہؒ فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں: ''اور تحقیق ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا'' (الملک: ۵) کہ ان ستاروں کو اللہ رب العزت نے تین مقاصد کیلئے پیدا کیا:

(۱) آسمان کیلئے زینت، (۲) شیاطین کیلئے مار، (۳) لوگوں کیلئے راہنمائی کا ذریعہ۔ اور جس نے ان مقاصد کے علاوہ اور مطالب بیان کئے اس نے غلطی کی اور اپنے نصیب کو ضائع کر دیا اور جس چیز کا اس کو علم نہیں اس کا تکلف کیا اور قتادہؒ کا یہ قول جو ہے اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے کہ فرمایا:

> ''اور تحقیق ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا اور شیاطین کیلئے مار بنا دیا۔'' (الملک: ۵)

اور فرمایا باری تعالیٰ نے

> ''وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ

خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں اس کے ذریعہ ہدایت اور رہنمائی حاصل کریں۔" (الانعام: ۹۷)

مصنف فرماتے ہیں ان تین مقاصد کے علاوہ اگر کوئی دوسرے مقاصد بیان کرتا ہے اور تکلفاً اس میں اور چیزوں کو شامل کرتا ہے مثلاً یہ علم رکھتا ہے کہ ستاروں کی حرکات اور ان کی گردش کے دوران مقارنت سے احکامات بدل جاتے ہیں یا یہ کہ ان کی حرکات زمین پر کسی حادثہ کی اطلاع ہوتی ہے تو وہ شخص غلطی پر ہے (اور حقیقت سے آنکھ بند کرنے والا ہے۔) اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس معاملہ کے اندر نجومیوں وغیرہ کے اکثر اقوال وہمی اور جھوٹے گمان پر اور باطل دعوؤں پر مبنی ہوتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ جو ارشاد ہے:

"اللہ ہی کی ذات ہے جس نے سات آسمانوں کو تہہ در تہہ۔"

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کے اوپر ایک۔ اب اس میں سائنس دانوں کا اختلاف ہو گیا کہ کیا یہ ساتوں آسمان ملے ہوئے ہیں؟ یا جدا جدا ہیں اور ان کے درمیان خلاء ہے؟ دونوں قول اس بارے میں موجود ہیں۔ لیکن دوسرا قول زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس لئے کہ (اس کی تائید اس حدیث اوعال سے ہوتی ہے جس کو ...) عبداللہ بن عمیرہ عن الاحنف عن العباس کے طریق سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"کیا تم جانتے ہو آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ تو ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کے دوسرے آسمان تک کی مسافت بھی پانچ سو سال کے برابر ہے اور اسی طرح ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کے برابر ہے"

یہ حدیث پوری کی پوری امام احمد نے ابوداؤد نے، ابن ماجہ نے اور ترمذی نے بیان کی اور "حسن" قرار دیا۔

صحیحین میں انسؓ سے جو "حدیث اسراء" منقول ہے اس میں وہ فرماتے ہیں:

"اور آپؐ نے (معراج کے موقع پر) آسمانِ دنیا پر آدمؑ کو پایا تو

> آپؐ سے جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کے والد آدمؑ ہیں تو
> آپؐ نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا
> مرحبا مرحبا اپنے پیارے بیٹے کیلئے اور آپ کیا خوب ہی اچھے بیٹے
> ہیں پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔ پھر مجھے دوسرے آسمان پر لے
> جایا گیا، اسی طرح تیسرے پر، چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں
> پر تو یہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک آنا جانا دلالت کرتا ہے
> کہ آسمانوں کے درمیان فاصلہ ہے کیونکہ آپؐ نے فرمایا: پھر مجھے
> دوسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا اور وہاں دروازے پر دستک
> دی تو پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟ الخ''

تو یہ ساری تفصیل ہمارے قول کی تائید کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن حزم، ابن المنادی، ابو الفرج، ابن الجوزی، اور بہت سے فلکیات کے ماہرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ تمام آسمان ایک ''گول کرہ'' کی شکل میں ہے جو چکر لگا رہے ہیں اور اس قول کے استدلال میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں،

''اور ان میں سے ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔'' (یٰس ۴۰)

یسبحون کی تفسیر حسن بصریؒ کے نزدیک یدورون ہے یعنی چکر لگا رہے ہیں اور ابن عباسؓ نے فرمایا ''فلک'' جمع ہے ''فلکۃ'' کی اور یہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ''چرخے کا پھندا'' (یعنی گول)۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بات دلالت کرتی ہے اس پر کہ سورج ہر رات مغرب میں غروب ہوتا ہے پھر رات کے آخر مشرق سے طلوع ہوتا ہے، جیسا کہ امیہ بن ابی صلت کے اشعار اس کی تائید کرتے ہیں۔

> ''اور سورج ہر رات کے آخر میں سرخ ہو کر طلوع ہوتا ہے۔ اور صبح
> اس حال میں کرتا ہے کہ اس کا رنگ پیلا رہا ہوتا ہے۔ یہ اپنی خوشی
> سے طلوع ہونے والا نہیں ہے بلکہ یا تو عذاب دے کر یا پھر کوڑوں

سے ہنکایا جاتا ہے۔"

اور جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جس کو بخاری نے روایت کیا کہ محمد بن یونس نے سفیان عن الاعمش عن ابراہیم التیمی عن ابیہ عن ابی ذر سے روایت بیان کی کہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر سے سورج غروب ہونے کے وقت فرمایا۔

> "کیا تو جانتا ہے کہ یہ کہاں جا رہا ہے؟ تو میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں! تو پھر فرمایا یہ جاتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر اجازت مانگتا ہے اور اس کی اجازت دی جاتی ہے (آگے روانہ ہونے کی) اور قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے تو اس کا سجدہ قبول نہ کیا جائے اور وہ اجازت چاہے تو اجازت نہ ملے اور اس سے کہا جائے گا جہاں سے آیا وہیں سے لوٹ جا! تو وہ مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔" (بخاری:۳۱۹۹)

تو یہ حدیث قرآن کی اس آیت سے مستفاد ہے کہ فرمایا:

> "اور سورج جاری رہتا ہے اپنے مستقر پر یہ مقرر کردہ ہے اس زبردست جاننے والے کا۔" (یٰس:۳۸)

امام بخاری یہ حدیث کتاب "بدء الخلق" میں لائے ہیں اور اس کو کتاب التفسیر، کتاب التوحید میں اعمش کے طریق سے بھی لائے ہیں۔ اسی طرح مسلم نے کتاب الایمان میں یہ حدیث اعمش کے طریق، یونس بن عبید کے طریق سے ذکر کی ہے۔ اور ابوداؤد نے حکم بن عتیبہ کے طریق سے اور یہ سب کے سب ابراہیم بن یزید بن شریک عن ابیہ عن ابی ذر کی سند سے روایت کرتے ہیں اسی طرح اور ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں کہا: "حسن صحیح" ہے۔

تو جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اس سے پتہ چلا کہ یہ حدیث ہمارے اس قول کے منافی نہیں ہے جو ہم نے ماقبل میں ذکر کیا کہ "گول افلاک" دراصل وہی "آسمان"

ہیں مشہور اقوال کے مطابق (آسمان گول ہے مصنف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں) لیکن ساتھ ساتھ یہ حدیث عرش کے گول ہونے پر دلالت نہیں کرتی جیسا کہ بعض ناواقف لوگوں کا گمان ہے کہ عرش بھی گول ہے (حالانکہ یہ درست نہیں) اور ہم اس باطل گمان کو پہلے ہی رد کر چکے ہیں۔ اور نہ ہی یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ سورج ہماری جانب سے آسمانوں کے اوپر جا کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ بلکہ ظاہرا تو وہ ہماری آنکھوں کے سامنے غروب ہوتا ہے لیکن حقیقتاً وہ اس "فلک" میں چھپ جاتا ہے جس میں وہ موجود ہوتا ہے اور بہت سے فلکیات کے ماہرین کے مطابق وہ "چوتھا آسمان" ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شرعی بات نہیں کہ جس کی نفی کی جائے بلکہ "حسی" امر ہے۔ جیسا کہ سورج گرہن ہونا اس معاملے کے حسی ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس کا تقاضہ بھی کرتا ہے۔ پھر جب سورج اس میں چھپ جاتا ہے اور درمیان میں آپہنچ جاتا ہے اور وہ اعتدال کے زمانے میں رات کا درمیانی وقت ہوتا ہے کیونکہ سورج اس وقت قطب جنوبی و قطب شمالی کے درمیان ہوتا ہے (اس لئے کہ اس وقت وہ عرش سے بہت دور ہوتا ہے اور کائنات کی جہت سے وہ چرخی کے سوراخ کی طرح لگتا ہے) اور یہی دراصل اس کے سجدہ کا مقام ہے جیسا بھی سجدہ اس کے شایان شان ہو۔

اس کے برخلاف زوال کے وقت وہ عرش کے قریب ترین ہوتا ہے جہت سے پھر جب اپنے سجدہ کے مقام پر آتا ہے تو رب ذوالجلال سے مشرق سے طلوع ہونے کی اجازت چاہتا ہے تو اس کو اجازت دی جاتی ہے تو مشرق سے طلوع ہو جاتا ہے۔ اور سورج ان سب اقدامات کے باوجود سخت ناپسند کر رہا ہوتا ہے کہ انسانوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر طلوع ہو۔ اسی بات کو امیہ بن ابی صلت نے اپنے اس شعر میں کہا:

"سورج اپنی خوشی سے طلوع ہونے والا نہیں مگر اس کو یا تو عذاب دے کر یا پھر کوڑوں سے ہنکا کر طلوع کیا جاتا ہے۔"

پھر جب وہ وقت آجائیگا جس میں اللہ رب العزت نے اس کا مشرق کے

بجائے مغرب سے طلوع ہونا مقدر کر رکھا ہے تو حسب عادت وہ آئے گا اور سجدہ کریگا اور اجازت مانگے گا طلوع ہونے کی حسب عادت تو اس کو اجازت نہیں دی جائے گی، پھر آئے گا سجدہ کر کے اجازت مانگے گا پھر بھی اجازت نہیں ملے گی، پھر تیسری مرتبہ سجدہ کر کے اجازت چاہے گا، تب بھی اجازت نہ ملے گی۔ اور اس عمل میں وہ رات کافی طویل ہو جائے گی (اس بات کو ہم نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے) تو اس پر سورج کہے گا: اے پروردگار! بیشک فجر قریب آ چکی ہے اور میرا سفر بہت لمبا ہے، تو اس سے کہا جائے گا: ''لوٹ جا جہاں سے تو آیا ہے!'' تو وہ مغرب سے طلوع ہو جائے گا پھر جب لوگ اسے دیکھیں گے تو سب کے سب ایمان لے آئیں گے۔ اور یہ وہ وقت ہوگا کہ جب کسی کا ایمان لانا اس کو فائدہ نہیں دے گا اگر وہ اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو اور یہ تفصیل تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی ''اور سورج چلتا ہے رہتا ہے اپنے مستقر میں۔'' (یٰس:۳۸)

ایک قول یہ ہے کہ اس وقت تک جب تک اس کو مغرب سے طلوع ہونے کا حکم نہ ملے اور ایک قول کے مطابق اس کا مستقر وہی جگہ ہے جہاں سے وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ: اس کا مستقر وہ ہوگا جہاں اس کا چکر مکمل ہوتا ہے اور وہ دنیا کے آخر میں ہوگا۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے آیت اس طرح پڑھی ''والشمس تجری لا مستقر لها'' یعنی ''سورج چلتا رہتا ہے اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔'' یعنی رکتا نہیں بلکہ چلتا رہتا ہے اس قول کے مطابق وہ حالت سفر میں ہی سجدہ کرتا ہے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''نہ سورج سے ہو کہ پکڑ لے چاند کو اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکے، ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔'' (یٰس:۴۰) یعنی نہ تو سورج کیلئے ممکن ہے کہ چاند کی سلطنت اور حکومت کے وقت یعنی رات کو طلوع ہو سکے، اور نہ چاند، سورج کے وقت میں آ سکتا ہے، ''اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکے'' (یٰس:۴۰) یعنی ایسا نہیں ہو

سکتا کہ دن کی مسافت ہلکی ہو جائے اور رات اس سے آگے بڑھ جائے بلکہ جب رات جائے گی تو دن اس کے تعاقب میں فوراً آ جائے گا اور جب دن جائے گا تو رات اس کے تعاقب میں فوراً آ جائیگی جیسا کہ اسی مضمون کو دوسری آیت میں اس طرح فرمایا:

> "ڈھانپ دیتا ہے رات کو دن سے کہ وہ اسکے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا، اور سورج، چاند، ستاروں کو مسخر کر دیا اپنے حکم سے، سن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا، بڑی برکت والا ہے اللہ جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے۔" (الاعراف: ۵۴)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

> "اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن بدلتے بدلتے اس شخص کے واسطے کہ چاہے دھیان کرے یا چاہے شکر کرے۔" (الفرقان ۶۲)

یعنی رات کو دن سے اور دن کو رات بدلتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

> "جب رات آئے اس طرف سے اور دن اس طرف کو چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔" (بخاری ۱۹۵۴)

پس زمانہ تحقیقی طور پر رات اور دن میں منقسم ہوتا ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ اور نہیں ہے، اور اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> "پھاڑ نکالتا ہے رات کو دن میں سے اور پھاڑ نکالتا ہے دن کو رات میں اور سورج کو اور چاند کو کام میں لگا دیا، ہر ایک چل رہا ہے ایک مقررہ وقت تک۔" (فاطر: ۱۳)

یعنی پھاڑتا ہے ایک کو دوسرے سے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کی لمبائی/زیادتی اور دوسرے کی چوڑائی/ کمی ملا کر نکالتے ہیں جس سے ایک معتدل دن بن جاتا ہے اور یہ "ربیع" کے ابتدائی موسم میں ہوتا ہے اس سے پہلے رات لمبی ہوتی ہے اور دن چھوٹا ہوتا ہے پھر یہ برابر ہو جاتے ہیں اور موسم بہار کی ابتدا ہوتی ہے۔ پھر دن لمبا ہونا شروع ہوتا

ہے اور رات چھوٹی ہونی شروع ہوتی ہے موسم بہار کے آخر تک، پھر معاملہ برعکس ہو جاتا ہے اور حالت بدل جاتی ہے چنانچہ دن کم اور رات لمبی ہونا شروع ہو جاتی ہے اور پھر دونوں برابر ہو جاتے ہیں گرمی کے موسم میں پھر رات طویل اور دن چھوٹا ہونا شروع ہوتا ہے گرمی کے موسم کے آخر تک۔ پھر دن بڑھتا رہتا ہے اور رات بتدریج کم ہوتی ہے یہاں تک کہ دونوں برابر ہو جاتے ہیں، بہار کے ابتداء میں۔ اور یہی سلسلہ سارے سال چلتا رہتا ہے۔

اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور اسی کیلئے ہے دن رات کا بدلنا'' (المؤمنون ۸۰)

یعنی ہر چیز کا متصرف وہی ہے۔ ایسا حاکم ہے کہ نہ اس کی ممانعت کی گنجائش ہے اور نہ اس کی مخالفت کی جا سکتی ہے۔ اسی بناء پر اللہ رب العزت نے قرآن کریم کے اندر آسمانوں اور ستاروں اور رات اور دن کا ایک مقام پر تین آیات میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''یہ مقدر کیا ہوا ہے اس زبردست باخبر کا۔'' (الانعام: ۹۶) وہ عزیز ہے یعنی ہر چیز پر اس کی قدرت ہے اور سب کچھ اسی کا ہے پس کوئی اس کے لئے مانع نہیں اور نہ ہی کوئی اس پر غالب آ سکتا ہے اور وہ علیم ہے یعنی! ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے چنانچہ اس نے کارخانہ عالم کی ہر چیز کو ایک اندازے سے مقرر کر دیا اور ایسا نظام بنا دیا کہ کوئی اس میں اختلاف باقی نہ رہا نہ اضطراب!

صحیحین میں سفیان ابن عیینہ عن الزھری عن سعید ابن المسیب عن ابی ہریرہؓ سے یہ حدیث ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے اس طرح کہ وہ زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ زمانہ تو میں خود ہوں، دن اور رات کو بدلنے والا۔'' اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں۔ ''میں ہی زمانہ ہوں اس کے دن اور رات کو بدلنے والا۔'' (بخاری ومسلم)

امام شافعی، ابو عبید القاسم، سلام وغیرہ علماء فرماتے ہیں، آدمی زمانے کو گالی دیتا ہے اور یوں کہتا ہے زمانے نے یوں کر دیا، ہائے زمانے کی نحوست، بچوں کو یتیم کر دیا اور عورتوں کو خاک آلودہ کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں ہی زمانہ ہوں، یعنی میں ہی ہوں جو زمانے کو چلانے والا ہوں۔

اس لئے کہ جس چیز کی نسبت زمانے کی طرف کی جاتی ہے اس کو کرنے والی ذات اللہ رب العزت کی ہی ہے اور زمانہ تو مخلوق ہے جو کچھ اس میں ہو رہا ہے اس سب کا خالق اللہ پاک ہے پس جب کوئی زمانے کو گالی دیتا ہے تو درحقیقت اس کی نسبت اللہ کی طرف کرتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اور اعتقاد اس بات کا رکھتا ہے کہ اس کو زمانے نے کیا۔ حالانکہ کرنے والا اللہ ہے جو ان سب چیزوں کا پروردگار ہے اور ہر چیز کا تصرف کرنے والا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا: ”میں ہی زمانہ ہوں تمام معاملات میرے ہاتھ میں ہیں اس کے دن رات کو بدلتا ہوں۔“

اور جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

> ”آپ کہہ دیجئے اے اللہ جہانوں کے بادشاہ ہیں حکومت دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور حکومت چھین لیتے ہیں جس سے چاہتے ہیں، جسے چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ذلیل کر دیتے ہیں، ساری بھلائیاں آپ کے قبضۂ قدرت میں ہیں، بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں، پھاڑ نکالتے ہیں رات کو دن میں سے اور دن کو پھاڑ نکالتے ہیں رات میں سے اور زندگی نکالتے ہیں مردہ میں سے اور مردہ نکالتے ہیں زندہ میں سے جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق عطا فرماتے ہیں۔“ (آل عمران: ۲۶۔۲۷)

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

”وہی ہے جس نے سورج کو ضیاء بنایا اور چاند کو نور بنایا اور اس کی

> منازل مقرر کردیں تاکہ تم سالوں کے اعداد اور حساب کتاب معلوم کرلو، اللہ نے جو کچھ پیدا کیا حق کے ساتھ کیا، کھول کر بیان کرتا ہے نشانیوں کو جاننے والوں کیلئے، بیشک رات اور دن کے بدلنے میں آسمان و زمین کی پیدائش میں سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔“ (یونس: ۵۔۶)

یعنی سورج اور چاند میں کئی اعتبار سے فرق کردیا، ان کی روشنی میں ان کی شکل میں، ان کے اوقات میں، اور ان کے چکروں میں، ایک کو چمکدار بنایا یہ سورج کی روشنی ہے، خوب واضح اور چمکدار روشن صاف شفاف، اور چاند کو نور بنایا یعنی سورج کی روشنی سے کم کردیا، اور اس کو سورج سے روشنی حاصل کرنے والا بنایا، اور اس کی منازل مقرر کردیں، یعنی جب مہینے کی ابتداء میں طلوع ہوتا ہے تو بہت کمزور سا ہلکی روشنی والا ہوتا ہے کیونکہ ایک تو سورج سے قریب ہوتا ہے اور دوسرے اس کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہوتا ہے اس وجہ سے اس کی روشنی بھی بہت تھوڑی ہوتی ہے اور دوسری رات کو چونکہ تھوڑا دور ہو جاتا ہے اور مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے تو پہلی رات کے مقابلے میں زیادہ روشن ہوتا ہے اسی طرح ہر رات میں ہوتا ہے یہاں تک کہ چودھویں کا ”بدر“ بن جاتا ہے اور اس دن سے مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر اس میں کمی واقع ہونا شروع ہوتی ہے سورج کے مدار سے قریب ہونے کی وجہ سے اور کمی بتدریج بڑھتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ مہینہ ختم ہو جاتا ہے تو چاند بھی چھپ جاتا ہے اور پھر دوسرے مہینے کی ابتداء میں دوبارہ طلوع ہوتا ہے۔

چنانچہ چاند سے مہینوں کا حساب لگایا جاتا ہے اور سورج سے دن رات کا اور دن اور سالوں کا حساب لگایا جاتا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وہی ہے جس نے سورج کو چمکدار بنایا اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منازل مقرر کردیں تاکہ تم سنوں اور حساب کا علم جان لو۔“ (یونس: ۵)

ایک اور جگہ فرمایا:

> ”ہم نے رات اور دن کو اپنی نشانیاں بنایا پس رات کی نشانی کو اندھیرا کر دیا اور دن کی نشانی کو دیکھنے والا بنایا تا کہ تم کماؤ اپنے رب کے فضل میں سے، اور تا کہ سالوں اور حساب کا علم جان لو، اور ہم نے ہر چیز کو خوب کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔“ (اسراء ۱۲)

اور ایک جگہ پر یہ فرمایا:

> ”وہ آپ سے پوچھتے ہیں چاند کے بارے میں آپ کہہ دیجئے یہ لوگوں کے اوقات کار کیلئے اور حج کیلئے ہے۔“ (البقرۃ ۱۸۹)

مصنف فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی تفسیر میں اس مقام پر بہت مفصل کلام کیا ہے اور آسمانوں پر نظر آنے والے تاروں میں کچھ سیارات ہیں، اور یہ مفسرین کی اصطلاح میں منتخب کئے ہوئے ہیں۔

اور ستاروں سیاروں کا علم جسے فلکیات کہتے ہیں اس کا اکثر حصہ صحیح ہونے کی وجہ سے یہ علم صحیح ہے بخلاف ستاروں سے احکامات حاصل کرنے والا علم جسے نجوم کہتے ہیں یہ صحیح نہیں کیونکہ اس میں اکثر باطل اور بے اصل ہوتے ہیں۔

ان سیاروں کی تعداد سات ہے، پہلا چاند، جو دنیا کے آسمان میں ہے اور عطارد دوسرے آسمان میں اور زہرہ تیسرے میں، سورج چوتھے میں، مریخ پانچویں میں، مشتری چھٹے میں، زحل ساتویں میں اور بقیہ ستارے جو ہیں ان کا نام ثوابت رکھا جاتا ہے، اور یہ یعنی فلکیات کے نزدیک آٹھویں آسمان پر ہیں جو کہ درحقیقت میں کرسی ہے، اکثر متاخرین کی اصطلاح کے مطابق۔

دوسروں کے نزدیک تمام ستارے اور سیارے آسمان دنیا میں ہیں چاہے ایک دوسرے سے اوپر اور نیچے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں:

”اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا اور اس کو شیاطین سے بچاؤ بنا دیا۔“ (الملک: ۵) اور اس قول باری تعالیٰ سے بھی:

> "پس بنا ڈالے اللہ نے سات آسمان دو دنوں میں اور اتارا ہر
> آسمان میں اس کا کام، اور آسمانِ دنیا کو مزین کر دیا چراغوں سے
> اور محفوظ کر دیا (اس کو شیاطین سے) یہ مقرر کیا ہوا ہے زبردست
> جاننے والے کا" (فصلت: ۱۳)

پس خاص کر دیا آسمانِ دنیا کو انکے درمیان ستاروں کی زینت کے ساتھ۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اگر اس سے یہ بات ثابت ہو کہ وہ ستارے آسمان میں جڑے ہوئے ہیں تو ہو سکتا ہے، ورنہ پھر متاخرین کی رائے صحیح ہے اور اس کے صحیح ہونے میں کوئی چیز مانع نہیں (کہ ستارے بعض اوپر بعض نیچے ہیں یعنی جڑے ہوئے نہیں ہیں) واللہ اعلم۔

اہل فلکیات کے نزدیک آسمان سات نہیں بلکہ آٹھ ہیں، جو دن رات میں اپنے جامد ستاروں اور سیاروں کے ساتھ مشرق و مغرب کا چکر پورا کر لیتے ہیں، اور اس کے نزدیک یہ بات بھی ہے کہ ان سیارات میں سے ہر ایک اپنے آسمان کے برخلاف مغرب سے مشرق کی طرف چکر لگا رہا ہے، چنانچہ چاند جو ہے وہ اپنے آسمان کو ایک مہینے میں قطع کرتا ہے اور سورج اپنے آسمان کو جو کہ چوتھا آسمان ہے سال میں ایک مرتبہ قطع کرتا ہے اور جب سورج اور اسکے آسمان کے چکروں میں فرق نہیں رہ جاتا اور انکی حرکات قریب قریب ہو جاتی ہیں تو اسوقت چوتھا آسمان دنیا کے آسمان کے مقابلہ میں بارہ (۱۲) درجہ بڑا ہوتا ہے اور زحل اپنے آسمان کو جو کہ ساتواں ہے تیس سالوں میں ایک بار قطع کرتا ہے تو اس اعتبار سے وہ دنیا کے آسمان کے مقابلے میں تین سو ساٹھ درجہ بڑا ہے۔

اہل فلکیات نے ان ستاروں اور سیاروں کے اجرام کی مقداروں اور ان کے چکروں اور حرکات و سکنات سے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے اور ان اشیاء میں بہت زیادہ بحث اور کلام کیا ہے یہاں تک کہ انہوں نے اس علم کے اندر اس قدر وسعت نظری سے کام لیا ہے کہ اس میں علم الاحکام کو بھی داخل کر دیا اور دنیا میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں ان کا سبب بھی ستاروں کی گردش کو ٹھہرا دیا، حالانکہ ان کو بہت سے حقائق کا کوئی علم نہیں

فقط اٹکل باتیں کرتے ہیں۔ اور یونانی جو حضرت عیسیٰؑ کے زمانے سے بہت عرصے قبل سے شام میں رہ رہے تھے انہوں نے اس موضوع پر بہت طویل اور تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ اور انہوں نے دمشق کا شہر آباد کیا اور اس کے سات دروازے بنائے اور ہر دروازے پر ایک ہیکل سیارات سابعہ کے انداز پر بنایا، ان میں سے ہر ایک اپنے ہیکل کے اندر عبادت کرتا اور دعائیں کرتا جو کہ ان کے خیالات کے مطابق ان کی حفاظت کرتی تھیں۔ اس کو بہت سے مورخین وغیرہ نے نقل کیا ہے چنانچہ ”صاحب المکتوم فی مخاطبۃ الشمس و القمر والنجوم“ نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ ساری خرافات ہیں ان کی طرف اور ان جیسی دوسری چیزوں کی طرف (اہل علم میں سے) کوئی بھی متوجہ نہیں ہوا حتیٰ کہ علمائے حرانیین جو کہ قدیم زمانے سے ”حران“ نامی جگہ کے فلاسفہ ہیں اور کافر ہیں انہوں نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں کی حالانکہ وہ کواکب سبعہ کی عبادت کرتے ہیں اور صابئین (ستاروں کی پوجا کرنے والوں) کی ایک جماعت ہے، اور انہی کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> ”اور اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج چاند کا بنانا ہے، پس تم سورج اور چاند کو سجدہ نہیں کرو بلکہ سجدہ کرو اس اللہ کو جس نے ان سب کو پیدا کیا، اگر تم اسی کو پوجتے ہو“ (فصلت: ۳۷)

اور ہدہد کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا جبکہ اس نے سلیمانؑ کو بلقیس ملکہ سبا جو کہ یمن میں تھی اور اس کے لشکر اور ساز و سامان سے متعلق خبر دی تھی:

> ”کہ میں نے ایک عورت کو پایا جو ان پر بادشاہت کرتی ہے اور اس کو ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا ایک عظیم الشان تخت ہے اور میں نے اس کو اور اس کی قوم کو سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے اللہ کو چھوڑ کر اور ان کے اعمال کو شیطان نے ان پر مزین کر دیا پس وہ بھٹک گئے راہ سے اور ہدایت نہیں پاتے، کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو آسمانوں میں اور زمین میں اور

جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اللہ ہی ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، پروردگار ہے عظیم تخت کا۔'' (النمل: ۲۳-۲۶)

اور فرمایا:

'' تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ، اور درخت اور جانور اور بہت سے آدمی، اور بہت ہیں کہ ان پر ٹھہر چکا عذاب، جس کو اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ جو چاہے کرتا ہے۔'' (الحج: ۱۸)

اور ایک جگہ فرمایا:

'' کیا نہیں دیکھتے وہ جو کہ اللہ نے پیدا کی ہے کوئی چیز کہ ڈھلتے ہیں سائے ان کے داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو اور وہ عاجزی میں ہیں اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جانوروں میں سے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے، ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اپنے اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں۔'' (النحل: ۴۸-۵۰)

اور ایک جگہ پر فرمایا:

'' اس کی پاکی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی بھی ہے ان کے درمیان اور کوئی چیز نہیں مگر پڑھتی خوبیاں اس کی لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا، بیشک وہ ہے تحمل والا بخشنے والا۔'' (اسراء: ۴۴)

اور اس جیسی بے شمار آیات ہیں۔

جب ہمیں مشاہدہ ہوتا ہے آسمانوں اور زمین میں بڑے بڑے اجرام فلکی کا تو کبھی ستارے ہیں خوبصورت مناظر والے اور سورج چاند کا اعتبار کرنے والے 'حضرت

ابراہیم خلیل اللہ نے ان سب کے معبود اور اکبر ہونے کے رد پر دلیل پیش کی تھی جو کہ کلام الٰہی میں اس طرح ہے:

> ''پس جب اس نے (ابراہیم نے) چاند کو دیکھا چمکتا ہوا بولا یہ ہے میرا رب، پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اگر نہ ہدایت کرے گا مجھ کو میرا رب تو بیشک میں رہوں گا گمراہ لوگوں میں۔ پھر جب دیکھا سورج کو جھلکتا ہوا بولا یہ ہے میرا رب یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اے میری قوم میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو، میں نے متوجہ کر لیا اپنے منہ کو اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے۔'' (الانعام: ۷۹-۷۷)

پس یہ تمام آیات قرآنیہ دلیل قطعی ہیں اس بات کیلئے کہ یہ سارے اجرام فلکی یعنی ستارے چاند، سورج وغیرہ یہ الوہیت کیلئے بالکل صلاحیت نہیں رکھتے اسلئے کہ یہ سارے کہ سارے پیدا کئے ہوئے ہیں بندھے ہوئے ہیں، ان کو اپنے مدار میں مسخر کر دیا گیا ہے، نہ اس سے نکل سکتے ہیں نہ ہی اللہ کی مخلوقات کی کوئی حد مقرر ہے اور نہ ہی ان میں کمی پیدا ہوتی ہے بلکہ جیسا ان کو مقرر کر دیا ایک خاص انداز اور طریقہ پر اسی پر چل رہے ہیں، نہ انہیں اضطراب پیدا ہوتا ہے نہ اختلاف' دلیل اس بات پر کہ یہ پیدا کیے ہوئے ہیں اور ایک فیصلہ کے تحت مسخر، مقہور کر دیے گئے ہیں قرآن کریم کی آیت ہے:

> ''اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن، سورج اور چاند کا پیدا کرنا ہے، پس سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔'' (فصلت: ۳۷)

صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، اور عائشہؓ وغیرہ صحابہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن صلوٰۃ کسوف میں آپؐ نے خطبہ کے اندر ارشاد فرمایا:

> "بے شک چاند اور سورج یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں اور ان کو جو گہن لگتا ہے وہ نہ کسی کی موت سے ہوتا ہے اور نہ کسی کی حیات سے۔" (بخاری)

امام بخاریؒ باب بدء الخلق میں فرماتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے عبدالعزیز بن مختار سے حدیث بیان کی انہوں نے عبداللہ الداناج سے انہوں نے ابو سلمہ عن ابی ہریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا:

> "کہ چاند اور سورج قیامت کے دن لپیٹ دیئے جائیں گے۔"

اس میں بخاری منفرد ہیں اور اس کو حافظ ابوبکر بزار نے اس سے کچھ زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: اس میں ابراہیم بن زیاد البغدادی نے یونس ابن محمد سے انہوں نے عبدالعزیز بن مختار عن عبداللہ الداناج سے حدیث بیان کی انہوں نے فرمایا میں نے ابو سلمہ ابن عبدالرحمٰن کو کوفہ کی اس مسجد میں خالد بن عبداللہ القسری کے زمانے میں فرماتے ہوئے سنا جبکہ حسنؒ آپ کے پاس آئے اور بیٹھ گئے چنانچہ آپؒ نے حدیث بیان کی اور فرمایا ہمیں ابو ہریرہؓ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"بے شک سورج اور چاند دو اژدھے ہوں گے جہنم میں قیامت کے دن۔" تو حسنؒ نے فرمایا: "اور ان کی دم کیا ہوگی؟ تو ابو سلمہؓ نے فرمایا میں تمہیں رسول اللہؐ کی حدیث سنا رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ اس کی دم کیا ہوگی؟" پھر بزار نے کہا یہ اس طریق سے صرف ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ اور عبداللہ الداناج نے ابو سلمہؓ سے سوائے اس حدیث کے کوئی اور حدیث بیان نہیں کی۔

حافظ ابو یعلیٰ الموصلی نے روایت کی یزید الرقاشی کے طریق سے اور وہ ضعیف راوی ہیں وہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"سورج اور چاند جہنم میں دو اژدھے ہوں گے۔" اور ابن ابی حاتمؒ نے فرمایا: "ہمیں ابو سعید الاشج و عمرو بن عبداللہ الاودی نے ابو اسامہ عن مجالد عن شیخ من بجیلۃ عن ابن عباسؓ

سے روایت بیان کی کہ آپ نے اس آیت،

''جب سورج لپیٹ دیا جائے'' (التکویر:۱)

کی تفسیر میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سورج چاند ستاروں کو قیامت کے دن سمندر میں لپیٹ دیں گے، اور پھر اللہ ایک تیز ہوا بھیجیں گے جو ان کو آگ میں پھینک دے گی۔''

چنانچہ یہ ساری احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہیں جب اللہ نے چاہا ان کو پیدا کیا پھر جو چاہا ان کے ساتھ کیا اور اس میں بے شمار دلائل اور عجیب وغریب حکمتیں ہیں کوئی نہیں ہے جو اس سے سوال کر سکے اس بارے میں کیونکہ اس کے علم، اس کی حکمتیں اس کی قدرت اور اس کی مشیت نافذہ کی وجہ سے اور اس کے حکم کی وجہ سے کہ جس کو نہ رد کیا جا سکتا ہے اور روکا جا سکتا ہے اور نہ اس پر غالب آیا جا سکتا ہے۔

اس بارے میں زید بن عمرو بن نفیل کے کیا خوب اشعار ہیں جو امام محمد بن اسحاق بن یسارؒ نے اپنی کتاب ''السیرۃ'' کے شروع میں ذکر کیے ہیں (جو کہ آسمان، زمین، سورج، چاند وغیرہ کی پیدائش کے بارے میں ہیں) جن کے بارے میں ابن ہشام نے کہا کہ یہ اشعار امیہ ابن ابی صلتؒ کے ہیں وہ اشعار یہ ہیں:

> ترجمہ: ''اللہ کے لئے ہے میری حمد وثناء اور مضبوط قول جب تک زمانہ باقی ہے، ساری تعریفیں اس بلند و برتر کیلئے ہیں جس کے اوپر کوئی دوسرا معبود اور رب نہیں ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہو، خبردار اے انسان! بچ تو ہلاک ہونے سے اس لئے کہ تو اللہ سے چھپ کر کہیں نہیں جا سکتا اور بچ تو کسی کو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے، اس لئے کہ ہدایت کا راستہ بالکل واضح ہو چکا ہے، سمجھ لو بے شک جنات بعض لوگوں کی امید ہیں اور آپ تو اے اللہ ہمارے رب بھی ہیں اور امید بھی ہے، اے اللہ میں آپ کو رب مان کر راضی ہوں لیکن میں آپ کے علاوہ کسی اور معبود وخدا کو نہیں دیکھتا۔ اور آپ ہی

> نے اپنے فضل و رحمت سے موسیٰ کو رسول بنایا اور ان سے فرمایا جاؤ تم اور ہارون، فرعون کے پاس جس نے نافرمانی کی ہے اور اس کو اللہ کی طرف دعوت دو۔ اور اس سے کہو کیا تو نے اس زمین کو برابر بچھایا ہے بغیر میخوں کے یہاں تک کہ اسے بالکل پرسکون کر دیا جیسا کہ اب ہے۔ اور کہو اس سے کیا تو نے اس آسمان کو بلند کیا بغیر ستون کے بہت بلند یہاں تک کہ تو اس کا بنانے والا بن جائے۔ اور اس سے کہو کہ کیا تو نے اس کے وسط کو روشن چمکدار بنایا، جبکہ رات نے اس کو اندھیرے میں ڈھانپ لیا۔ اور اس سے کہو کہ کون بھیجتا ہے سورج کو صبح کے وقت پس زمین کے ہر حصے کو وہ روشن کر دیتا ہے۔ اور اس سے کہو کون ہے جو مٹی میں سے بیج کو اگاتا ہے اور اس سے سبزیاں وغیرہ حاصل ہوتی ہیں اور جن کی نگہداشت کی جاتی ہے۔ اور نکالتا ہے اس سبزی وغیرہ سے اس کا دانہ اس کی جڑ میں اور اس میں عبرتیں ہیں ان کیلئے جو عبرت حاصل کرے۔ اور آپ نے اے اللہ اپنے فضل سے یونس کو نجات دی جبکہ انہوں نے مچھلی کے اندر کچھ راتیں گزاریں ۔ اور آپ ہی نے جب میں نے آپ کے نام کی تسبیح بیان کی تو اکثر میرے گناہوں کو معاف کیا۔ پس اے بندوں کے پروردگار! نازل کر رحمت کی بارش مجھ پر اور برکت دے میرے مال و اولاد میں۔"

پس جب معلوم ہو گیا کہ یہ آسمان کے تارے ستاروں اور سیاروں میں سے یہ سب کے سب مخلوق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جیسا کہ فرمایا:

> "اور اتارا ہر آسمان میں اس کا معاملہ اور آسمانِ دنیا کو مزین کر دیا چراغوں سے اور بچاؤ بنا دیا یہ مقرر کیا ہوا ہے زبردست جاننے والے کا۔" (فصلت۔ ۱۲)

اور جہاں تک اس واقعہ کا معاملہ ہے جو کہ ہاروت و ماروت سے متعلق ہے اور جس کو بہت

سے مفسرین نے نقل کیا ہے کہ ایک زھرہ نامی بہت خوبصورت عورت تھی تو ہاروت و ماروت نے اس کو اپنے نفس پر پھسلایا چنانچہ اس نے انکار کر دیا مگر راضی ہوگئی اس بات پر کہ اس کو اسم اعظم سکھا دیا جائے تو انہوں نے اس عورت کو اسم اعظم سکھا دیا چنانچہ اس نے اس کو پڑھا اور ستارہ بن کر آسمان میں بلند ہوگئی۔

مصنف فرماتے ہیں کہ میرا غالب گمان ہے کہ یہ اسرائیلیات کی وضع کردہ روایت ہے اگرچہ اس کے بارے میں کعب احبار نے بھی خبر دی ہے اور اس کو ایک جماعت سلف سے تلقی بالقبول حاصل ہے لیکن انہوں نے اس کو جو ذکر کیا ہے وہ فقط قصہ گوئی اور بنی اسرائیل سے روایت کے طور پر کی ہے (نہ کہ اس کی حقیقت کو مانتے ہوئے)

اور امام احمد اور ابن حبان اپنی ''صحیح'' میں یہ حدیث لے کر آئے ہیں۔

امام احمد نے یحیٰی بن بکیر عن زھیر بن محمد عن موسیٰ بن جبیر عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے روایت کی ہے اور پورا قصہ ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے:

''کہ پس ان دونوں کو زہرہ نامی عورت پسند آگئی جو کہ بے انتہا خوبصورت تھی، پس وہ دونوں اس کے پاس آئے اور اس سے اسکے نفس کا (برائی کا) سوال کیا'' اور پورا قصہ ذکر کیا ہے۔ اور عبد الرزاق نے اپنی تفسیر میں سفیان ثوری سے انہوں نے موسیٰ بن عقبہ عن سالم عن ابن عمر عن کعب احبار کی سند سے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور یہ سند سب سے زیادہ صحیح اور ثابت ہے۔

حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر کے اندر ابن عباسؓ سے روایت کی ہے اور اس میں فرمایا:

''اور اس زمانے میں ایک خوبصورت عورت تھی جس کی خوبصورتی تمام عورتوں کی خوبصورتی کے سامنے ایسی تھی جیسے کہ زہرہ سیارے کی خوبصورتی تمام ستاروں میں'' اور پورا قصہ ذکر کیا۔ اور یہ سب سے اچھی تعبیر ہے جو کہ اس قصے کے اندر ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل

﴿ کہکشاں اور قوس وقزح کے بیان میں ﴾

حافظ ابوبکر بزّار نے ایک حدیث روایت کی محمد بن عبدالملک الواسطی سے انہوں نے یزید بن ہارون سے انہوں نے مبشر بن عبید سے انہوں نے یزید بن اسلم سے انہوں نے ابن عمرؓ سے انہوں نے آپ ﷺ سے اور عمرو بن عیسیٰ نے عبدالاعلیٰ سے انہوں نے ابراہیم بن یزید سے انہوں نے عمرو بن دینار سے انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت بیان کی کہ:

رسول اللہؐ نے ”سہیل“ ستارے کا ذکر فرمایا: اور پھر فرمایا: ” وہ لوگوں کو تقسیم کرنے والا ظالم تھا جس کی وجہ سے اللہ نے اس کو مسخ کر کے چمکتا ہوا انگارہ بنا دیا۔“ پھر راوی فرماتے ہیں: زید بن اسلم راوی سے صرف مبشر بن عبید نے روایت کی اور وہ ضعیف ہے اسی طرح عمرو بن دینار سے بھی صرف ابراہیم بن یزید نے روایت کی اور وہ بھی حدیث میں کمزور ہیں۔ اور یہ علت جو ہم نے ذکر کی اس وجہ سے کہ ہمیں صرف انہی دو طریقوں سے یہ حدیث پہنچی ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: جہاں تک مبشر بن عبید القرشی کا تعلق ہے تو وہ ابوحفص الحمصی ہیں اور یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور ان کی تمام محدثین نے تضعیف کی ہے۔ امام احمد و دارقطنی نے ان کے بارے میں کہا: وہ حدیث وضع کرنے والا اور جھوٹا ہے۔ اور جہاں تک ابراہیم بن یزید کا تعلق ہے تو وہ ابراہیم بن یزید خوزی ہے وہ بھی باتفاق فقہاء ضعیف ہے۔ امام احمد ونسائی نے ان کے بارے میں فرمایا: ”متروک“ اور ابن معین نے کہا: نہ ثقہ ہیں اور نہ ہی کچھ حقیقت رکھتے ہیں اور بخاری نے کہا: ان سے سکوت اختیار کرو۔ ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا: منکر حدیث ہے ضعیف راوی ہے۔ چنانچہ

اس جیسی سند سے کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا، اگر ہم اچھے سے اچھا گمان بھی ان کے بارے میں کریں تو زیادہ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اسرائیلی روایات میں سے ہے جیسا کہ ماقبل کی روایات سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ابن عمر عن کعب احبار کے طرف سے مروی ہیں لیکن ایسی خرافات پر مشتمل ہیں کہ ان کی طرف توجہ نہیں کی جا سکتی، واللہ اعلم۔

ابو القاسم طبرانیؒ فرماتے ہیں: ہمیں علی بن عبد العزیزؒ نے عارم ابو نعمان سے حدیث بیان کی انہوں نے ابو عوانہ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ سے کہ آپ نے فرمایا کہ ہرقل بادشاہ نے معاویہؓ کو لکھا اور کہا کہ اگر مسلمانوں میں کچھ نبوت کے آثار باقی ہیں وہ تو مجھے ضرور ان باتوں کا جواب دیں گے جو کہ میں ان سے پوچھوں گا۔ راوی کہتے ہیں: تو اس نے معاویہؓ کو چند سوالات لکھ کر بھیجے جو کہ ''مجرۃ'' اور ''قوس'' اور ایسے خطے سے متعلق تھے جس میں کہ سورج صرف ایک مرتبہ روشنی پہنچاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ جب یہ خط اور قاصد معاویہؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا یہ تو اتنی اہم چیزیں ہیں میں کیسے اب تک ان کے بارے میں نہیں پوچھ سکا یہ کس کیلئے لکھا گیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ابن عباسؓ کیلئے۔ چنانچہ انہوں نے ہرقل کا خط لپیٹا اور اس کو بھیج دیا ابن عباسؓ کے پاس، ابن عباسؓ نے جواب میں تحریر فرمایا:

''قوس جو ہے اللہ کی طرف سے امان ہے بندوں کیلئے سمندر میں غرق ہونے سے اور مجرۃ آسمان کا دروازہ ہے کہ جس سے زمین کھول جاتی ہے شق کی جاتی ہے۔

اور جہاں تک تعلق ہے اس خطے کا کہ جہاں سورج کی روشنی صرف ایک مرتبہ دن میں پہنچتی ہے تو یہ وہ سمندر ہے جس کے ذریعہ بنی اسرائیل کو نجات دی گئی تھی۔'' اور اس روایت کی اسناد ابن عباسؓ کی طرف بالکل صحیح ہے۔

جہاں تک طبرانی کی اس حدیث کا تعلق ہے: ابو الزنباع روح بن الفرج، ابراہیم بن مخلد سے حدیث بیان کرتے ہیں وہ فضل بن مختار عن محمد بن طائی عن ابن ابی نجیح سے وہ مجاہد سے وہ جابر بن عبد اللہ سے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

> ''اے معاذ! میں تجھے ایک اہلِ کتاب قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیج رہا ہوں پس جب وہ تجھ سے ''مجرۃ'' کے بارے میں سوال کریں جو کہ آسمان میں ہے تو کہنا کہ ''مجرۃ'' عرش کے نیچے سانپ کے لعاب کا نام ہے۔''

تو یہ حدیث شدید منکر ہے، بلکہ غالب یہ ہے کہ یہ موضوع ہے اور فضل بن مختار جو ہیں یہ ابو سہل البصری ہیں مصر منتقل ہو گئے تھے ان کے بارے میں ابو حاتم الرازی کہتے ہیں. وہ مجہول راوی ہیں جو کہ باطل روایات نقل کرتے ہیں اور حافظ ابو الفتح الرازی کہتے ہیں. یہ بڑے منکر حدیث ہیں اور ابن عدی کہتے ہیں: ان کی اتباع حدیث کے باب میں نہ کی جائے نہ سنداً نہ متناً۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

> ''وہی ہے جو دکھاتا ہے تم کو بجلی خوف دلانے کیلئے اور امید دلانے کیلئے اور اٹھاتا ہے بوجھل بادلوں اور رعد اپنے رب کی پاکی وحمد بیان کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے اور بھیجتا ہے کڑک اور ڈالتا ہے اس کو جس پر چاہے اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور اللہ تو بہت سخت پکڑ والا ہے۔'' (الرعد: ۱۲۔۱۳)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

> ''بیشک آسمانوں اور زمین میں اور دن رات کے بدلنے میں اور کشتیاں جو کہ چلتی ہیں سمندر میں لوگوں کے فائدے کیلئے اور جو کچھ اتارا اللہ نے آسمان سے پانی اور اس سے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اسکو زندہ کر دیا اور پھیلا دیئے اس میں ہر طرح کے چوپائے اور ہواؤں کے چلاتے میں اور مسخر کئے ہوئے بادلوں کے

زمین آسمان کے درمیان چلانے کے اندر نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے۔" (البقرۃ: ۱۶۴)

امام احمد نے یزید بن ہارون عن ابراہیم بن نعیم عن ابیہ عن شیخ من بنی غفار سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

"بیشک اللہ بادلوں کو اٹھاتے ہیں چنانچہ وہ بادل اچھی طرح باتیں کرتے ہیں اور اچھی طرح ہنستے ہیں۔"

اور موسیٰ بن عبیدہ بن سعید بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ "بادلوں کا باتیں کرنا اس کا گرجنا ہے اور اس کا ہنسنا چمکنا ہے۔" اور ابن ابی حاتم فرماتے ہیں ہمیں ہمارے والد نے ہشام بن عبید اللہ الرازی عن محمد بن مسلم سے روایت بیان کی کہ ہمیں خبر پہنچی کہ: "برق" ایک فرشتہ ہے جس کے چار چہرے ہیں ایک انسان کا، دوسرا بیل کا، تیسرا گدھ کا اور چوتھا اسد (شیر) کا، پس جب وہ اپنی دم مارتا ہے تو وہی بجلی ہوتی ہے۔

امام احمد اور ترمذی، نسائی اور بخاری نے کتاب الادب میں اور حاکم نے مستدرک کے اندر حجاج بن ارطاۃ سے وہ ابومطر سے عن سالم عن ابیہ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادلوں کی گرج چمک کی آواز سنتے تو فرماتے: اے اللہ ہمیں اپنے غضب سے نہ مارنا اور نہ اپنے عذاب سے ہمیں ہلاکت میں ڈالنا بلکہ اس سے پہلے ہی ہمیں عافیت عطا فرمانا"۔

ابن جریر نے لیثؒ عن رجل عن ابی ہریرۃؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جب آپؐ گرج کی آواز سنتے تو فرماتے: "پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح وتحمید یہ رعد کر رہا ہے۔"

حضرت علیؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں: "پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح بیان کی جارہی ہے۔" اسی طرح ابن عباسؓ سے اسود سے ابن یزید اور طاؤس وغیرہ سے منقول ہے۔

امام مالک عبد اللہ ابن زبیرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جب "رعد" کی آواز سنتے

سنتے تو حدیث کا درس ترک کر دیتے اور فرماتے: "پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح رعد کر رہا ہے اور اس کی حمد کر رہا ہے اور فرشتے اس کے خوف سے (تسبیح کر رہے ہیں)" اور فرماتے یہ زمین والوں کیلئے بہت سخت وعید ہے۔"

امام احمدؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا رب فرماتا ہے اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں رات میں ان کو بارش کا پانی پلاؤں گا اور دن میں ان پر سورج طلوع کروں گا اور ان کو کڑک کی آواز ہرگز نہیں سناؤں گا۔"

طبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ "جب تم رعد کی آواز سنتے ہو تو اللہ کا ذکر کرو کیونکہ اس کا عذاب ذاکر کو نہیں پہنچتا۔"

مصنف فرماتے ہیں یہ ساری تفصیل مکمل ہماری تفسیر میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۴

﴿فرشتوں کی تخلیق اور ان کی صفات کے بیان میں﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> "گواہی دیتا ہے اللہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں اور علم والوں نے انصاف سے قائم ہو کر گواہی دی، نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو کہ زبردست ہے حکمتوں والا۔" (آل عمران: ۱۸)

دوسری جگہ فرمایا:

> "لیکن اللہ جو کچھ وحی کرتا ہے کہ آپ کی طرف اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ اپنے علم سے اس کو اتارتا ہے، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، اور اللہ گواہی دینے کے اعتبار سے کافی ہے۔" (النساء: ۱۶۶)

ایک اور جگہ فرمایا:

> "بولے رحمٰن نے بیٹا بنالیا، وہ پاک ہے بلکہ بندے عزت والے ہیں جو کہ بات میں سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، اللہ جانتا ہے، جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اس کی جس کو وہ پسند کرتے ہیں اور وہ بندے اس کے خوف سے ڈرتے ہیں، اور ان میں سے جو یہ کہے کہ میں اللہ کے علاوہ معبود ہوں تو ایسوں کو ہم جہنم کا بدلہ دیں گے اور اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں ظالموں کو۔" (الانبیاء)

اور فرمایا:

> "قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں ان کے اوپر سے اور فرشتے

اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہیں اور مومنین کیلئے استغفار کرتے ہیں کہ اے رب ہمارے! آپ کی رحمت و علم نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے پس آپ مغفرت کر دیجئے ان لوگوں کی جو توبہ کرنے والے ہیں اور آپ کے راستے پر چلتے ہیں اور بچا ان کو جہنم کے عذاب سے اور اے رب ہمارے ان کو داخل کرا لیے ہمیشہ کے باغوں میں کہ جن کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور جو ٹھیک رہے ان میں ان کے آباؤ اجداد میں سے اور ان کی بیویوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے بیشک آپ زبردست حکمتوں والے ہیں۔" (غافر. ۸)

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"پس اگر یہ تکبر کریں تو جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ تسبیح کر رہے ہیں اس کی دن رات اور وہ اس سے اکتاتے بھی نہیں۔"

(فصلت: ۳۸)

اور فرمایا:

"اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ تکبر کرتے ہیں: اپنی عبادت پر اور نہ ہی تھکتے ہیں تسبیح کر رہے ہیں رات دن اور سستی نہیں کرتے۔"

(انبیاء: ۱۹_۲۰)

اور فرمایا:

"فرشتے کہتے ہیں کہ ہم میں کوئی نہیں کہ جس کا مقام معلوم نہ ہو ء اور ہم تو پر پھیلائے حکم کے منتظر ہیں اور بیشک ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔" (صافات: ۱۶۴تا۱۶۶)

یک جگہ فرمایا:

"اور ہم جو کچھ لے کر آتے ہیں وہ آپ کے رب کی طرف سے ہوتا

ہے، اسی کیلئے ہے جو کچھ ہے ہمارے آگے اور ہمارے پیچھے اور اس کے درمیان، اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں۔" (مریم. ۶۴)

اور فرمایا:

"اور تم پر حافظین مقرر ہیں، عزت والے لکھنے والے، جانتے ہیں جو تم کرتے ہیں۔" (انفطار)

اور ارشاد ہے:

"اور میرے رب کے لشکروں کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا۔"

(امدثر ۳۱)

اور فرمایا:

"اور فرشتے داخل ہوں گے ان پر ہر دروازے سے (یہ کہتے ہوئے) سلامتی ہو تم پر جو تم نے صبر کیا تو کیا خوب ہے آخرت کا گھر۔" (الرعد ۲۳)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"تمام تعریفیں ہیں اللہ کیلئے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جن کے دو دو، تین تین، چار چار، پر ہیں، تخلیق میں اضافہ کرتا ہے جو چاہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (فاطر: ۲۰)

ایک جگہ پر فرمایا:

"اور جس دن کہ آسمان پھٹ پڑے بادلوں سے اور فرشتے اتارے جائیں اچھی طرح اس دن حقیقی بادشاہی رحمٰن کیلئے ہوگی، اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا۔" (الفرقان. ۲۶)

اور فرمایا:

"اور کہا ان لوگوں نے جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے کیوں نہ

> اتارے ہمارے اوپر فرشتے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے، تحقیق انہوں نے اپنے دل میں تکبر کیا اور بڑی سرکشی پر اتر آئے، جس دن کہ دیکھیں گے فرشتوں کو تو اس دن کوئی خوشی نہیں ہوگی مجرموں کو اور وہ کہیں گے ہمارے ان کے درمیان کوئی مضبوط آڑ کر دے۔"
>
> (فرقان: ۲۲)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> "جو دشمن ہے اللہ کا، فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا، جبرئیل اور میکائیل کا تو اللہ بھی کافروں کا دشمن ہے۔" (البقرۃ: ۹۸)

اور فرمایا:

> "اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور ان پر بہت سخت فرشتے ہیں جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں۔" (التحریم: ۶)

فرشتوں کی تخلیق اور ان کی صفات سے متعلق ان کے علاوہ بھی بے شمار آیات ہیں ان کی قوت پرواز اور قوتِ عبادت، اور ان کی خوبصورتی اور عظمت و ہیبت اور ان کو مختلف اشکال میں تبدیل ہونے کی صلاحیت ان تمام چیزوں کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا:

> "اور جب ہمارے بھیجے ہوئے آئے لوط علیہ السلام کے پاس تو برا جانا اس کو اور اس کی وجہ سے دل تنگ ہوا اور کہا کہ یہ آج کا دن بڑا سخت ہے اور آئی اس کی قوم اس کے پاس دوڑتی ہوئی اور وہ پہلے ہی سے برے کاموں کی عادی تھی۔" (ہود: ۷۷۔۷۸)

مصنف فرماتے ہیں ہم نے اس مقام پر اپنی تفسیر میں بہت سے علماء سے نقل کیا ہے کہ یہ فرشتے جو کہ قوم لوط پر آئے تھے خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں آئے تھے

تاکہ امتحان اور آزمائش سخت ہو اور قوم لوط پر اللہ کی حجت تمام ہو جائے اور اللہ ان کو ایک زبردست اور قادر مطلق کی طرح پکڑ سکے۔

اس کے علاوہ جبرئیلؑ جو آپ کے پاس تشریف لاتے تھے تو وہ بھی مختلف شکل و صورت میں آتے تھے، کبھی تو ایک صحابی دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ کی شکل میں اور کبھی کسی اعرابی کی شکل میں تو کبھی اپنی اصلی شکل ہی میں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اور اس وقت ان کی حالت یہ ہوتی تھی کہ ان کے چھ سو پر تھے، دو پروں کے درمیان کا فاصلہ اتنا تھا جتنا کہ مشرق و مغرب کا۔ اس اصلی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ آسمان اور زمین کے درمیان میں اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جہاں جنت الماویٰ ہے۔

اس کو قرآن کریم فرماتا ہے۔

"اس کو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے، زور آور نے، پھر
سیدھا بیٹھا اور وہ تھا آسمان کے اونچے کنارے پر، پھر نزدیک ہوا
اور لٹک آیا۔" (النجم۔ ۵ تا ۸)

فتدلّٰی سے مراد جبرئیلؑ ہیں۔ اسی طرح بہت سے صحابہؓ جیسے ابن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ، اور ابوذر غفاریؓ، اور عائشہؓ وغیرہ سے ان آیات کے بارے میں: "پھر فرق رہ گیا دو کمان کے برابر یا اس سے بھی نزدیک، پس حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے پر جو بھیجا۔" (النجم) یہی منقول ہے کہ ان آیات میں عبدہٖ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ان کی طرف جبرئیلؑ وحی لے کر آتے تھے، اسی طرح دوسری آیات میں فرمایا:

"اور تحقیق آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبرئیلؑ کو دوسری مرتبہ
دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔
جبکہ چھا رہا تھا اس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا، بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد
سے بڑھی۔" (النجم۔ ۱۳ تا ۱۷)

ان تمام آیات میں ضمیر سے مراد جبرئیلؑ ہی ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: کہ ہم نے اپنی تفسیر کے اندر ''سورۃ الاسراء'' کے ذیل میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ:

''سدرۃ المنتہیٰ یہ ساتویں آسمان میں ہے، اور ایک روایت کے مطابق چھٹے آسمان میں۔'' یعنی سدرۃ المنتہیٰ کی اصل اور فرع ساتویں آسمان میں ہے۔ سورہ النجم کی اس آیت، ''جبکہ چھا رہا تھا اس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا۔'' کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ: اللہ جل جلالہ کے نور نے اس کو ڈھانپ رکھا ہے، ایک یہ ہے کہ سونے کے فرش نے اس کو چھپایا ہوا ہے، ایک قول یہ ہے کہ بے شمار رنگوں نے اس کو ڈھانپ رکھا ہے کہ جن کی کوئی تعداد شمار نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو فرشتوں نے مثل ڈول کے گھیر رکھا ہے۔'' اور ایک یہ ہے کہ اس کو اللہ کے امر نے ڈھانپ رکھا ہے اب کسی کے بس میں نہیں کہ اس کے حسن اور خوبصورتی پر مطلع ہو جائے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہیں۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ان اقوال میں کوئی منافات نہیں ہے، ان تمام صورتوں کا امکان بیک وقت موجود ہے۔ اور مصنف فرماتے ہیں ہم نے یہ حدیث بھی ذکر کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پھر ہمارے لئے سدرۃ المنتہیٰ اٹھائی گئی پس اس کا ظاہر ہونا پہاڑ کی چوٹی کی طرح تھا۔'' اور ایک روایت میں یوں فرمایا'' اور اس کا ظاہر ہونا خوبصورت اونٹ کے کوہان کی طرح تھا اور اس کے پتے اونٹنی کے کانوں کی طرح لمبے تھے اور سدرۃ المنتہیٰ کی اصل سے چار نہریں نکلتی ہیں۔ دو ظاہری اور دو باطنی، باطنی جو ہیں وہ تو جنت میں ہیں اور جو ظاہری ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔'' (بخاری)

اس موضوع پر پہلے باب کے اندر کلام گزر چکا ہے جس میں زمین کی پیدائش، سمندروں اور نہروں وغیرہ کے بارے میں معلومات تھیں، اور اس میں یہ بھی ذکر کیا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پھر مجھے بیت المعمور کی طرف بلند کیا گیا اور اس کے اندر ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل

ہوتے ہیں (اور فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے صورتحال یہ ہے کہ) ان کی باری دوبارہ لوٹ کر نہیں آپاتی۔ اور اسی حدیث میں یہ بھی ذکر فرمایا: کہ آپؐ نے ابراہیمؑ کو پایا کہ وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

اسی میں ہم نے ان کے درمیان وجہ مناسبت بھی وہاں ذکر کی ہے کہ بیت المعمور جو کہ ساتویں آسمان پر ہے وہ بمنزلہ کعبہ کے ہے جو زمین پر ہے۔"

سفیان ثوری، شعبہ اور ابوالاحوص وغیرہ سماک بن حرب عن خالد ابن عرعرۃ کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ: "ابن الکواء نے علیؓ بن ابی طالب سے بیت المعمور کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ:

> "وہ آسمانوں میں ایک مسجد ہے جس کو "الضراح" کہا جاتا ہے اور وہ کعبہ کے بالکل اوپر اس کے محاذات میں واقع ہے۔" اور اس کی حرمت آسمان میں ایسی ہے جیسے کہ زمین پر کعبۃ اللہ کی حرمت۔ روزانہ اس میں ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ اور ایک مرتبہ نماز پڑھنے کے بعد قیامت تک دوبارہ اس کی باری نہیں آئے گی"۔

یہ روایت علی بن ربیعہ اور ابوطفیل نے علیؓ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

طبرانی میں ہے کہ: کہ حسن بن علویہ القطان نے اسماعیل بن عیسی العطار سے انہوں نے اسحاق بن بشر ابو حذیفہ سے انہوں نے ابن جریج عن صفوان بن سلیم عن کریب عن ابن عباسؓ سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "بیت المعمور آسمان میں ہے جسے "الضراح" کہا جاتا ہے، وہ بالکل بیت اللہ کے مثل ہے اور اس کے محاذات میں ہے اگر وہ گرے تو سیدھا بیت اللہ پر آئے، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، اس کے بعد دوبارہ کبھی ان کو وہاں دیکھا نہیں جاتا، اور بیت المعمور کی حرمت آسمان میں ایسی ہے جیسے کہ مکہ کی

حرمت زمین پر"۔

اسی طرح یہ روایت عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے اور مجاہدؒ و عکرمہؒ و ربیعؒ بن انس اور سدیؒ وغیرہ نے بھی ذکر کی ہے۔ اور قتادہؒ فرماتے ہیں:

"ایک روز ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصے سنائے اور پھر اپنے اصحابؓ سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ "بیت المعمور" کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا: "وہ آسمان میں ایک مسجد ہے بالکل کعبہ کے محاذات میں، اس طرح کہ اگر گرے تو کعبہ پر گرے، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں، اور جب نکل جاتے ہیں تو قیامت تک دوبارہ داخل نہیں ہو سکتے۔"

امام ضحاکؒ کا گمان ہے کہ بیت المعمور کو فرشتوں کی ایک جماعت نے تعمیر کیا ہے جن کو "جن" کہا جاتا ہے جو کہ ابلیس لعنۃ اللہ علیہ کے خاندان کے تھے شیطان ان کے بارے میں کہا کرتا تھا: "بیت المعمور کے خدمتگار اور ملازمین انہی کے خاندان میں سے ہیں۔" واللہ اعلم۔

دوسرے علماء کا خیال ہے کہ ہر آسمان میں ایک بیت تعمیر کیا گیا ہے جس کو فرشتوں نے تعمیر کیا ہے اس میں عبادت کرتے ہیں اور تقسیم کی جاتی ہیں ان میں باریاں اور تبدیلیاں کی جاتی ہیں جیسا کہ زمین میں کعبۃ اللہ بندوں کی عبادت اور سال میں ایک مرتبہ حج کیلئے اور ہر وقت عمرہ، نماز، اور طواف وغیرہ کیلئے تعمیر کیا گیا ہے۔

سعید بن یحییٰ بن سعید الاموی اپنی کتاب "المغازی" کے شروع میں فرماتے ہیں: "ابو عبید مجاہد سے ہمیں حدیث بیان کرتے ہیں کہ حرم کے اطراف یعنی اس کی حدود ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں پر حرم ہے۔ اور یہ کہ وہ چوتھا "بیت" ہے چودہ گھروں میں سے جو کہ ہر آسمان اور ہر زمین پر موجود ہیں، ایک ہی محاذات میں کہ اگر وہ ان میں سے بعض گریں تو ایک دوسرے کے اوپر گریں۔ پھر مجاہد روایت کرتے ہیں اور "مناہ" کا معنی بتاتے ہیں یعنی اس کے مقابل اس کے محاذات میں،

پھر فرماتے ہیں ہمیں ابو معاویہ نے اعمش سے عن ابی سلیمان جو کہ حجاج کے

معوذان میں سے روایت کی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمروؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''حرم'' زمین میں اپنی مقدار اور حدود کے ساتھ ساتوں آسمانوں میں حرم ہے۔ اسی طرح ''بیت المقدس'' کا وہ حصہ جو کہ اس کی حد میں شامل ہے وہ ساتوں آسمانوں میں مقدس ترین حصہ ہے جیسے کہ بعض شعراء نے کہا:

''بیشک وہ ذات جس نے آسمان کو بلند کیا اس نے ہمارے لئے
ایک بیت بنایا جس کے ستون نہایت اعلیٰ اور بلند ہیں۔''

اور آسمان دنیا پر جو گھر اور بیت ہے اس کا نام ''بیت العزۃ'' ہے اور اس فرشتے کا نام جو کہ تمام فرشتوں پر اس میں مقدم ہے ''اسماعیل'' ہے۔

چنانچہ اس صورتحال کے مطابق ستر ہزار فرشتے جو اس میں داخل ہوتے ہیں اور قیامت تک دوبارہ ان کی باری نہیں آئے گی اور یہ تو صرف ساتویں آسمان کے رہائشی فرشتوں کا حال ہے کہ ایک مرتبہ داخلے کے بعد قیامت تک دوبارہ باری کا نہ آنا تو بقیہ کا کیا حال ہوگا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تیرے رب کے لشکروں کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔''

(المدثر: ۳۱)

امام احمد فرماتے ہیں: ''ہمیں اسود بن عامر نے اسرائیل عن ابراہیم بن مہاجر عن مجاہد عن مورق عن ابی ذرؓ سے روایت بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

''میں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور سن رہا ہوں جو تم نہیں سن سکتے، آسمان چرچراتا ہے اور اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ چرچرائے کیونکہ اس میں چار انگلیوں کے برابر جگہ نہیں کہ جو سجدہ کرنے والے فرشتے سے خالی ہو، اگر تم جان لو وہ جو میں جانتا ہوں تو ہنسو کم اور روؤ زیادہ، اور نرم بستروں پر عورتوں سے مزہ حاصل کرنا بھول جاؤ، اور گھاٹیوں کی طرف نکل جاؤ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہوئے''۔

ابوذرؓ فرماتے ہیں (اس وعید کو سن کر خوف سے) مجھے اچھا لگا کہ میں کاش کوئی

درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔'' اس روایت کو ترمذی، ابن ماجہ، نے اسرائیل کی حدیث روایت کیا ہے، اور ترمذی نے کہا کہ حدیث'' حسن'' اور ابوذرؓ سے انہوں نے موقوفاً روایت کی ہے۔

حافظ ابوالقاسم طبرانیؒ فرماتے ہیں ہمیں حسین بن عرفہ المصری نے عروہ ابن مروان الرقی سے حدیث بیان کی انہوں نے عبید اللہ بن عمرو عن عبدالکریم بن مالک عن عطاء ابن ابی رباح عن جابرؓ بن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> '' ساتوں آسمانوں میں نہ ایک قدم اور نہ ایک بالشت نہ ایک کف کے برابر جگہ ہے کہ اس میں کوئی فرشتہ سجدہ نہ کر رہا ہو یا کوئی فرشتہ رکوع نہ کر رہا ہو۔ قیامت تک اسی طرح کرتے رہیں گے اور قیامت کے دن سب کے سب جمع ہو کر عرض کریں گے:'' ہم نے تیری عبادت نہیں کی جیسا کہ تیری عبادت کرنے کا حق تھا مگر اتنی بات ہے کہ ہم تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے۔''

مصنف فرماتے ہیں کہ یہ دونوں احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ساتوں آسمانوں کا کوئی گوشہ بالشت بھر برابر ایسا نہیں کہ جو فرشتوں کی عبادت سے خالی ہو اور وہ فرشتے مختلف عبادات میں مشغول ہیں بعض ہمیشہ کھڑے رہتے ہیں اور بعض ہمیشہ رکوع میں ہیں، اور بعض ہر وقت سجدہ کرتے رہتے ہیں، اور بعض دوسری عبادات میں مشغول رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہ ہمیشہ اپنی عبادات میں اپنی تسبیحات میں اپنے اذکار و اعمال میں مشغول ہیں جن کا ان کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا ہے۔ اور ان کے بھی مختلف درجات ہیں اپنے رب کے ہاں جیسا کہ فرمایا:

> '' اور ہم میں کوئی نہیں کہ جس کا مقام معلوم نہ ہو اور ہم صف باندھے کھڑے ہیں۔ اور تحقیق ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔''
>
> (الصافات)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار اپنی صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح بناؤ جیسی کہ وہ اپنے رب کے سامنے بناتے ہیں تو ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتے اپنے رب کے سامنے کیسے صف بناتے ہیں؟ فرمایا: پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صفوں میں مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔''

اور فرمایا: ''ہمیں تین خصلتوں میں تمام لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے: (۱) زمین کو ہمارے لئے مسجد بنا دیا گیا، (۲) اس کی مٹی کو ہمارے لئے پاک قرار دیا گیا، (۳) ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح ترتیب دیا گیا۔''

فرشتے قیامت کے دن بھی اپنے رب کے سامنے صف باندھے ہوئے آئیں گے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ''اور آئے گا تیرا رب اور فرشتے صف در صف ہوں گے۔'' (الفجر:۲۲)

اور قیامت کے دن رب ذوالجلال کی بارگاہ میں فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''جس دن کہ روح اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے کوئی بات نہ کر سکے گا مگر جس کو اجازت دی جائے اور وہ بھی سچ بولے۔'' (النباء:۳۸)

مصنف فرماتے ہیں یہاں روح سے مراد بنی آدم ہے جیسا کہ ابن عباسؓ اور حسن وقتادہؒ وغیرہ سے منقول ہے جبکہ ایک قول ہے کہ روح فرشتوں کی ایک قسم ہے جو شکل میں بنی آدم کے مشابہ ہے۔'' ابن عباسؓ، مجاہد، ابوصالح اور اعمش سے یہ قول منقول ہے اور شعبیؒ، سعید بن جبیر اور ضحاک وغیرہ سے منقول ہے کہ: ''روح جبرئیلؑ ہیں۔''

ایک قول کے مطابق روح ایک فرشتے کو کہا جاتا ہے جو کہ تمام مخلوقات کے برابر بڑا ہے۔ علی ابن ابی طلحہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں: ''یوم یقوم الروح الخ'' (النباء: ۳۸) فرماتے ہیں کہ روح سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو کہ تمام فرشتوں میں تخلیق کے اعتبار سے بڑا ہے۔

ابن جریرؒ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن خلف عسقلانی نے رواد بن الجراح عن ابی حمزۃ عن الشعبی عن علقمہ عن ابن مسعودؓ سے روایت بیان کی کہ فرمایا:

"روح فرشتہ چوتھے آسمان میں ہے اور وہ تمام آسمانوں پہاڑوں اور تمام فرشتوں سے بڑا ہے ہر روز بارہ ہزار مرتبہ تسبیح پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ہر تسبیح پر فرشتہ پیدا کرتے ہیں چنانچہ سارے فرشتے قیامت کے دن ایک صف میں کھڑے ہوں گے"۔ یہ حدیث بہت غریب اور نادر ہے۔

طبرانیؒ فرماتے ہیں: محمد بن عبداللہ بن عرس المصری نے وھب اللہ ابن رزق ابو ہریرہؓ سے ہمیں حدیث بیان کی انہوں نے بشر بن بکر سے انہوں نے اوزاعی سے انہوں نے عطاء عن عبداللہ ابن عباسؓ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

> "بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے اگر اس کو کہا جائے کہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو نگل جاؤ تو وہ ایک لقمہ میں سب کو نگل جائے، اور اسکی تسبیح یہ ہے: "سبحانک حیث کنت۔" "تمام عزت و بزرگی تیرے لئے ہے جیسی تیری شان بلند کے لائق ہے۔"

یہ حدیث بھی غریب ہے اور موقوف بھی ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ہم باب "حملۃ العرش" کے اندر بیان کر چکے ہیں حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے کہ آپؐ نے فرمایا:

> "مجھے اجازت دی گئی کہ میں حملۃ العرش میں سے ایک فرشتے کے بارے میں بیان کروں کہ اس کے کان کی لو سے اس کے کاندھے تک کا سفر سات سو سال کا ہے۔" (ابوداؤد)

ابن ابی حاتم نے اس حدیث میں یہ لفظ ذکر کیا ہے "مخفق الطیر" یعنی پرندے کی رفتار سے مسافت سات سو سال کے برابر ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ذکر

جبرئیلؑ کی صفات میں بہت بڑی اور اونچی خبریں آئی ہیں سب سے بڑی اور عظمت والی خبر خود قرآن کریم میں موجود ہے کہ فرمایا:

”اس کو سکھایا شدید قوت والے نے“ (نجم ۵)

مفسرین فرماتے ہیں ان کی شدت قوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے قوم لوط کے شہر مدائن کو اٹھایا اور اس میں سات قومیں تھیں اور ان کی تعداد چار لاکھ کے قریب تھی اس کو اور اس میں جو کچھ ساز و سامان تھا، سواریں، حیوانات وغیرہ اس کے علاوہ اس شہر کی زمین کارخانے اور عمارتوں وغیرہ سب کو آسمان کی بلندی تک اٹھا دیا اپنے پر کے ایک طرف رکھ کر اور اتنا بلند کیا کہ آسمان کے فرشتوں نے قوم لوط کے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کے چیخنے کی آوازیں سنی، جبرئیلؑ نے وہاں سے الٹ دیا اور اس کے نچلے حصے کو اوپر اور اوپری حصے کو نیچے کر دیا (نعوذ باللہ من ذالک) یہ ہے ان کی شدید قوت جس کو قرآن میں فرمایا: شدید القویٰ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے (ذو مرۃ: النجم: ۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو انتہائی حسین خوبصورت اور عزت دار بنایا جیسا کہ خود ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”بیشک یہ قول ہے ایک عزت دار رسول کا“ (الحاقۃ: ۴۰) یعنی وہ رسول جبرئیل ہیں جو آپؐ کے پاس وحی لاتے تھے۔ ”کریم“ یعنی خوبصورت منظر والے۔ ”ذی قوۃ“ (التکویر: ۲۰) یعنی ان کی قوت بہت زیادہ تھی۔ ”عند ذی العرش مکین“ (التکویر: ۲۰) یعنی عرش والے کے پاس اس کا ٹھکانہ ہے۔ یعنی ان کا ٹھکانہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے جو کہ ”عرش والا بزرگی والا ہے۔“ (البروج: ۱۰) بہت ہی بلند اور اونچا ہے۔ (مطاع ثم) یعنی فرشتوں اور ملاء اعلیٰ میں نہایت مطیع و فرمانبردار ہیں (امین) یعنی زبردست امانت و عظمت والے ہیں۔

اسی بناء پر اللہ اور اسکے رسولوں کے درمیان سفیر ہیں، اور ان پر اللہ تعالیٰ کے

احکامات اور اخبار صادقہ اور شریعت کے احکامات لے کر آتے اور ان پر وحی نازل کرتے ہیں آپ ﷺ کے پاس بھی جبرئیل متعدد مرتبہ اور مختلف صفات کے ساتھ تشریف لائے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ان کی اصلی صورت میں آپؐ نے ان کو دو مرتبہ دیکھا ہے، جیسا کہ طلق بن غنام عن زائدۃ الشیبانی کی روایت جو کہ بخاری میں ہے اس میں مذکور ہے کہ ان کے چھ سو پر تھے۔ فرماتے ہیں میں نے ابوذرؓ سے قرآن کی اس آیت:

> ’’پس قریب ہو گیا دو کمانوں یا اس سے بھی زیادہ، پس وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔‘‘ (النجم ۱۰)

کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں عبداللہ یعنی ابن مسعودؓ نے بتایا کہ رسول اللہؐ نے جبرئیلؑ کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ’’ہمیں یحییٰ بن آدم نے شریک عن جامع بن ابی راشد عن ابی وائل عن عبداللہ سے حدیث بیان کی کہ فرمایا:

> ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے ہر پر نے افق کو چھپا رکھا تھا اور ان کے پروں سے موتی اور یاقوت کے مختلف رنگوں کے پھول گر رہے تھے جس کی حقیقت اللہ ہی جاننے والے ہیں۔‘‘

اور امام احمد ہی سے یہ بھی مروی ہے: ’’ہمیں حسن بن موسیٰ نے حماد بن سلمہ عن عاصم ابن بہدلہ عن زر بن حبیش عن ابن مسعودؓ سے اس آیت کی تفسیر میں:

> ’’اور تحقیق آپؐ نے جبرئیل کو دوسری مرتبہ بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔‘‘ (النجم)

فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ’’میں نے جبرئیل کو دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے اور ان کے پروں سے مختلف رنگوں کے پھول جو کہ موتی اور یاقوت کے تھے جھڑ رہے تھے۔‘‘

اسی طرح امام احمد سے یہ بھی منقول ہے کہ زید بن حباب نے حسین سے ہمیں

حدیث بیان کی انہوں نے عاصم بن بہدلہ سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے شقیق بن سلمہ کو فرماتے سنا کہ میں نے ابن مسعودؓ سے سنا کہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے جبرئیلؑ کو سدرۃ المنتہیٰ پر دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے۔“

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عاصم سے ان کے پروں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتانے سے انکار کر دیا، فرماتے ہیں پھر ان کے بعض دوسرے احباب نے مجھے بتایا کہ ان کے پر مشرق و مغرب کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔“ اور یہ اسانید بہت قوی ہیں جن میں امام احمد منفرد ہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں: زید بن الحباب نے حسین سے ہمیں حدیث بیان کی کہ انہوں نے حسین سے انہوں نے شقیق سے فرماتے ہیں میں نے ابن مسعودؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”میرے پاس جبرئیل آئے، ہرے رنگ (کے جوڑوں) میں ان
> پر موتی لگے ہوئے تھے۔“

ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ ابن یزید البغدادی نے ہمیں حدیث بیان کی اسحاق ابن منصور سے انہوں نے اسرائیل سے عن ابی اسحاق عن عبدالرحمٰن بن یزید عن عبداللہ سے اس قول باری تعالیٰ میں: ”دل نے جھٹلایا نہیں جو کچھ دیکھا“ (النجم) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا ان پر زیور تھے اور پر پھیلائے ہوئے جس سے آسمان اور زمین کا درمیانی حصہ بھر گیا تھا۔“ اس کی سند بھی قوی ہے۔

صحیحین میں عامر شعبی عن مسروق سے روایت منقول ہے کہ فرمایا:

”میں عائشہؓ کے پاس تھا، میں نے ان سے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ”اور تحقیق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبرئیلؑ کو واضح افق پر دیکھا۔“ (التکویر: ۲۳) اور ”تحقیق آپؐ نے جبرئیلؑ کو دوسری مرتبہ بھی دیکھا۔“ (النجم: ۱۳) تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس امت میں میں پہلی ہوں جس نے اس بارے میں آپؐ سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: وہ جبرئیل ہیں آپؐ نے ان کو ان کی اصلی حالت میں دو مرتبہ دیکھا، آپؐ نے دیکھا کہ وہ

آسمان سے زمین کی طرف اتر رہے ہیں اس حال میں کہ ان کی خلقت نے آسمان اور زمین کے درمیانی حصے کو بھر دیا ہے۔"

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے عمر بن ذر سے اور یحییٰ بن جعفر نے وکیع سے عن عمر بن ذر عن ابیہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ کی سند سے روایت بیان کی فرماتے ہیں:

کہ آپؐ نے جبرئیل سے فرمایا: سنو! تم ہمارے پاس جتنا آتے ہو اس سے زیادہ آیا کرو!" تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "اور ہم جو کچھ اتارتے ہیں وہ تیرے رب کے حکم سے اتارتے ہیں اسی کیلئے ہے جو کچھ ہمارے سامنے اور ہمارے پیچھے۔" (مریم: ۶۴)

امام بخاریؒ نے زھریؒ کی روایت جو کہ عبید اللہ بن عبداللہ عن ابن عباسؓ سے منقول ہے نقل کی ہے کہ فرمایا:

> "رسول اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے خیر کے اعتبار سے اور یہ بھلائیوں کی سخاوت رمضان میں اس وقت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی جب آپ جبرئیل سے ملاقات کرتے اور آپؐ رمضان کی ہر رات میں جبرئیل سے ملاقات فرماتے اور ان سے قرآن کریم کا دور کرتے، چنانچہ آپؐ سب سے بڑے سخی تھے خیر و بھلائی میں حتیٰ کہ تیز رفتار خوشگوار ہوا سے بھی زیادہ۔"

اسی طرح بخاری فرماتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے لیث عن ابن شہاب سے حدیث بیان کی کہ حضرت زعمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک دن عصر کی نماز کچھ مؤخر کر کے پڑھی تو عروہؒ نے ان سے کہا کہ جبرئیل جب نازل ہوئے تھے تو انہوں نے آپ کو جلدی نماز پڑھائی تھی تو عمرؒ نے فرمایا اے عروہؒ جانتے ہو کیا کہہ رہے ہو؟ پھر کہا: میں نے بشیر بن ابی مسعودؓ سے سنا انہوں نے اپنے والد ابو مسعودؓ سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور امامت کرائی تو میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر نماز پڑھی، پھر نماز پڑھی، پھر نماز پڑھی، پھر نماز پڑھی، پانچوں نمازوں کو انگلیوں پر گنوادیا۔"

حضرت اسرافیلؑ کا ذکر

اسرافیل علیہ السلام بھی اللہ کے عرش کو اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک ہیں۔ اور یہی ہیں جو قیامت کے دن اللہ رب العزت کے حکم سے تین مرتبہ صور پھونکیں گے، پہلا نفخۃ الفزع گھبراہٹ کا صور، دوسرا نفخہ الصعق، ہلاکت کا صور اور تیسرا نفخہ البعث یعنی موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانیکا صور۔ اس کا تفصیلی بیان اللہ جل جلالہٗ کی حسن توفیق اور قدرت سے آگے آئے گا۔

صور کیا ہے؟

صور جو ہے یہ سینگ کی طرح ہوتا ہے، جس میں پھونک ماری جاتی ہے، اس کا ہر حلقہ اتنا بڑا ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کا درمیانی حصہ اور اس میں بندوں کی ارواح کو جمع کرنے کی طاقت ہے جب اللہ تعالیٰ بعث بعد الموت کا صور پھونکنے کا حکم فرمائیں گے۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا تو ارواح گھبرائی ہوئی نکل جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! البتہ ضرور لوٹاؤں گا ہر روح کو اس کے اس جسم کے اندر کہ جس میں اس نے زندگی گزاری دنیا میں چنانچہ وہ ارواح جسموں میں داخل کر دی جائیں گی، تو وہ ارواح جسموں اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح زہر ڈسے ہوئے جسم میں سرایت کر جاتا ہے، تو اس سے جسم زندہ ہو جائیں گے اور قبریں ان پر پھاڑ دی جائیں گی، اور وہ قبروں سے تیزی سے نکل کر مقام محشر کی طرف جمع ہونا شروع ہو جائیں گی۔ جیسا کہ عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

اسی بناء پر آپؐ نے فرمایا: ''کیا ہی خوب حالت ہے صاحب صور کی (اسرافیل کی) کہ صور منہ میں ڈالے ہوئے ہیں اور سر جھکایا ہوا ہے اور انتظار میں ہیں کہ ان کو صور پھونکنے کی اجازت دی جائے اور وہ صور پھونکیں! صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اس موقع پر ہم کیا کہیں تو فرمایا تم کہو! حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ توکلنا۔''

"اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے اور اللہ پہ
ہمیں بھروسہ ہے"

اس روایت کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے عطیہ العوفیؒ عن ابی سعید الخدریؓ کی سند سے روایت کیا ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں: "ہمیں ابو معاویہ نے اعمش عن سعد الطائی عن عطیہ العوفی عن ابی سعید سے حدیث بیان کی' فرمایا: حضور علیہ السلام نے صاحب صور کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ ان کے داہنے طرف جبرئیلؑ ہوں گے اور بائیں طرف میکائیلؑ۔"

حافظ ابوالقاسم طبرانیؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ الحضرمی نے محمد بن ابی یعلی سے انہوں نے اپنے والد عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباسؓ سے روایت بیان کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا:

"ایک بار کسی گوشہ میں آپ ﷺ موجود تھے اور آپؐ کے ساتھ جبرئیل بھی تھے اس دوران اچانک آسمان کا کنارہ شق ہوا اور اسرافیل اس میں سے آئے اور زمین کے قریب ہو گئے اور پھر وہ ایک انسانی شکل میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا! اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اختیار کرلیں چاہیں تو بندہ نبی بن جائیں یا پھر فرشتہ نبی۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین نے مجھے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کریں تو میں سمجھ گیا کہ یہ مجھے نصیحت کررہے ہیں، چنانچہ میں نے کہا: بندہ نبی بننا اختیار کرتا ہوں، تو وہ فرشتے آسمان کی طرف چلے گئے۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں میں نے کہا اے جبرئیلؑ میں نے ارادہ کیا تھا کہ آپ سے ان فرشتے کے متعلق دریافت کروں گا مگر آپ کے اشارے نے مجھے سوال کرنے سے مشغول کردیا۔ یہ کون تھے؟ تو انہوں نے فرمایا یہ اسرافیلؑ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا اور اس حال میں کہ یہ اپنے قدموں پہ کھڑے ہوئے تھے بالکل ساکت اور نگاہیں جھکائی ہوئی تھیں، ان کے اور رب ذوالجلال کے درمیان ستر نور کے پردے ہیں اگر کسی

بھی پردے کے قریب یہ اسرافیل چلے گئے تو جل جائیں گے۔ ان کے سامنے ایک تختی ہے جس جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا حکم دیتے ہیں چاہے آسمان کا ہو یا زمین کا تو اس تختی پر وہ کام ظاہر ہو جاتا ہے، وہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں تو اگر اس میں وہ حکم میرے کام سے متعلق ہوتا ہے تو مجھے حکم دیتے ہیں اور اگر میکائیل سے متعلق عمل ہو تو اس کو حکم دیا جاتا ہے، اور اگر ملک الموت کا کام ہوتا ہے تو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔

میں نے کہا کہ اے جبرئیل آپ کس خدمت پر مامور ہیں؟ تو فرمایا ہواؤں پر اور لشکروں پر میں نے کہا کہ میکائیل کو کیا خدمت سونپی گئی ہے؟ تو کہا نباتات اور بارشوں پر، میں نے کہا پھر ملک الموت کس کام پر لگے ہوئے ہیں؟ تو جواب دیا کہ نفوس کو قبض کرنے کیلئے۔ اور میرا گمان یہ ہے کہ وہ صرف قیام ساعۃ کے وقت نازل ہوں گے اور جو کچھ آپ نے مجھ سے دیکھا (معراج کے موقع پر) تو وہ قیامت کے خوف ہونے کیلئے ہے۔" یہ حدیث غریب ہے اس طریق پر۔

صحیح مسلم میں عائشہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو فرماتے! اے اللہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمین کے بنانے والے، غائب و حاضر کے جاننے والے، آپ اپنے بندوں پر حاکم ہیں، ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے ان باتوں میں جس میں وہ جھگڑتے ہیں اور مجھے ہدایت دے اپنی جانب سے حق کی جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، بیشک آپ ہدایت دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں صراط مستقیم کی۔"

حدیث صور کے اندر وارد ہوا ہے کہ اسرافیل ہی وہ پہلے ذی نفس ہیں جن کو ہلاکت کے بعد اٹھایا جائے گا تاکہ بعث بعد الموت کیلئے صور پھونکیں۔ اور محمد بن الحسن نقاش نے ذکر کیا ہے کہ اسرافیل ہی وہ پہلے ہیں جنہوں نے فرشتوں کو، سب سے پہلے سجدہ کیا جس کی جزا اور انعام کے طور پر ان کو "لوح محفوظ" کی ولایت عطا کی گئی۔

یہ بات ابو القاسم السہیلیؒ نے اپنی کتاب: "**التعریف والاعلام بما ابھم فی القرآن من الاعلام**" کے اندر ذکر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ”جو دشمن ہے اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا، اور جبرئیل و میکائیل کا۔“ (البقرۃ:۹۸)

مصنف فرماتے ہیں کہ جبرئیل و میکائیل کا عطف فرشتوں پر ہے۔ ان کو بیان کرنا ان کی شرافت وعظمت کی بناء پر ہے اس لئے کہ جبرئیل ایک عظیم فرشتے ہیں جن کا ذکر ماقبل میں گزرا اور میکائیل بارش ونباتات پر نگہبان ہیں اور پروردگار کے یہاں ان کا بڑا درجہ ہے اور وہ مقرب فرشتوں میں سے ہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں: ”ہمیں ابوریحان نے ابن عیاش عن عمارۃ بن غزیۃ الانصاری سے حدیث بیان کی انہوں نے حمید بن عبید مولیٰ بنی المعلی سے سنا کہہ رہے تھے میں نے ثابت البنانی کو سنا کہ انس بن مالکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ:

> ”آپؐ نے جبرئیل امین سے کہا: کیا بات ہے میں نے میکائیل کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے فرمایا: میکائیل اس وقت سے نہیں ہنسے جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے۔“

پس وہ فرشتے جن کا قرآن کریم اور احادیث کے اندر تصریحاً ذکر ہوا ہے اور دعائے نبویؐ میں ”اے اللہ جبرئیل و میکائیل واسرافیل کے رب!“ کے الفاظ مذکور ہیں۔ وہ یہی ہیں، چنانچہ جبرئیل امینؑ تو وحی اور احکام لے کر رسولوں کے پاس آتے تھے امتوں کی تبلیغ کیلئے اور میکائیل مقرر ہیں نباتات اور بارشوں پر اور ان تمام زراعت ونباتات پر کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رزق بنا دیا ہے، اس کام میں ان کے بہت سے مددگار ہیں جن کو میکائیل اپنے پروردگار کے حکم سے احکامات دیتے ہیں جس کو وہ بجالاتے ہیں کہ ہواؤں کو اور بادلوں کو چلاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔

ہم یہ بھی روایت کر چکے ہیں کہ آسمان سے بارش کا جو بھی قطرہ نازل ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک فرشتہ بھی اترتا ہے جو کہ اس قطرے کو وہاں تک پہنچاتا ہے جہاں تک

اس کا پہنچنا مقدر میں ہوتا ہے اور اسرافیل یہ مقرر کئے ہوئے ہیں صور پھونکنے کیلئے، قیامت کے وقت، اور بعث بعد الموت کے لئے تا کہ نیکو کاروں کو ان کا بہترین بدلہ دیا جائے، اور ناشکر گزاروں سے الگ کیا جائے، ان کے گناہ معاف کرکے ان کے اعمال پر جزا دی جائے اور ناشکروں کے اعمال ہوا ہو جائیں کہ ان کا کچھ اثر باقی نہ رہے اور ان کے لئے ہلاکت وبربادی ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ جبرئیل وحی لانے کیلئے ہیں اور میکائیل رزق پر مامور ہیں اور اسرافیل نصر وجزا دینے پر مامور ہیں اور جہاں تک ملک الموت کا تعلق ہے تو قرآن کریم میں اور احادیث شریفہ کے اندر صراحۃً ان کا نام ذکر نہیں ہوا۔ البتہ بعض آثار سے ان کے نام کی تصریح ملتی ہے وہ ہے عزرائیل۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> "آپ کہہ دیجئے تمہیں موت دیتا ہے موت کا فرشتہ جو کہ تم پر مقرر ہے پھر تم اپنے کی طرف لوٹائے جاتے ہو۔" (السجدۃ:۱۱)

ان کے بہت سے مددگار ہیں جو بندہ کے جسم سے اس کی روح کو نکالتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ حلقوم تک پہنچتی ہے تو ملک الموت اس کو اپنے ہاتھ سے تھام لیتے ہیں اور لینے کے بعد ایک لمحے کیلئے بھی اس کو نہیں چھوڑتے اور نہ کسی کو دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ان سے لے لی جاتی ہے اور ایک کفن میں لپیٹ دی جاتی ہے جو کہ اس کے شان کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> "مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں۔" (ابراہیم:۲۷)

پھر اس کو لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اگر وہ روح نیک ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے اس کیلئے کھولے جاتے ہیں، اور اگر نافرمان ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اور لوٹا دی جاتی ہے زمین پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> "اور وہی ہے غالب اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں

> تک کہ جب آ پہنچے تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے، اور کوتاہی نہیں کرتے پھر پہنچائی جائیں گی اللہ کی طرف جو مالک ہے ان کا سچا سن رکھو حکم اسی کا ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔" (الانعام: ۶۱۔۶۲)

ابن عباسؓ اور مجاہد وغیرہ سے منقول ہے کہ:

> "زمین موت کے فرشتے کے سامنے طشتری کی مانند ہے جس کو چاہتے ہیں اس میں سے اٹھا لیتے ہیں۔"

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ملک الموت انسان کے پاس اس کے اعمال کے مطابق آتے ہیں، اگر تو مومن ہے تو فرشتے اس کے پاس نہایت اچھی حالت میں سفید چہرے اور سفید کپڑوں میں پاک روحوں کی شکل میں آتے ہیں، اور اگر کافر ہو تو اس کے بالکل بر عکس صورت میں آتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: "ہمیں ہمارے والد نے یحییٰ بن ابی یحییٰ المقری سے انہوں نے عمرو بن شمر سے روایت بیان کی فرماتے ہیں جعفر بن محمد سے سنا انہوں نے اپنے والد سے سنا فرماتے ہیں:

> "رسول اللہؐ نے ایک انصاری صحابی کے انتقال کے وقت ان کے سرہانے موت کے فرشتے کو دیکھا، تو اس سے کہا، اے ملک الموت! میرے ساتھی کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا اس لیے کہ وہ مومن ہے تو ملک الموت نے جواب دیا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اطمینان رکھئے اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لیجئے اس لئے کہ میں ہر مومن کا رفیق ہوں، اور دنیا میں کوئی کچا پکا گھر نہیں اور نہ ہی بحر و بر میں کہ جہاں میں پانچ پانچ مرتبہ در گزر کرتا ہوا گزرتا ہوں، اس لئے میں تمام انسانوں کو چاہے چھوٹے ہوں یا بڑے خود ان سے زیادہ ان سے واقف ہوں، لیکن خدا کی قسم اے محمد (صلی اللہ

> علیہ وسلم) اگر میں چاہوں کہ کسی مکھی کی بھی روح قبض کرلوں تو میں اس پر قادر نہیں ہوں، جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے کیونکہ وہی روح قبض کرنے کا حکم کرنے والا ہے۔''

جعفر بن محمد جو کہ جعفر صادقؒ کے نام سے مشہور ہیں فرماتے ہیں:

''مجھے خبر پہنچی ہے کہ ملک الموت پانچ مرتبہ جو درگزر کرتے ہیں وہ پانچ وقت دن کے نمازوں کے اوقات ہیں، چنانچہ موت کے وقت جب موت کے فرشتے آتے ہیں تو اگر وہ شخص نماز کی پابندی اور حفاظت کرنے والا تھا تو اس کے قریب آجاتے ہیں، اور شیطان اس سے بھاگ جاتا ہے اور فرشتہ اس کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرتے ہیں اس عظیم اور سخت حالت کے اندر'' یہ حدیث مرسل ہے اور اس میں نظر ہے۔

مصنف فرماتے ہیں ہم نے اس حدیث کو اسماعیل بن رافع المدنی القاص عن محمد بن زیاد عن محمد بن کعب القرظی عن ابی ہریرہؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے مفصل ذکر کی ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ:

> ''اللہ تعالیٰ (قیامت میں) اسرافیلؑ کو حکم دیں گے نفخۂ صعق کے پھونکنے کا چنانچہ اس سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے سوائے جن کو اللہ چاہیں، پھر جب وہ سب کے سب ہلاک ہوئے پڑے ہوں گے تو ملک الموت اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے، اے ہمارے پروردگار! تمام اہلِ آسمان اور زمین ہلاک ہو چکے ہیں سوائے ان کے جن کو آپ نے بچانا چاہا، تو اللہ تعالیٰ پوچھیں گے باوجودیکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، کون بچے ہیں؟ تو وہ کہیں گے اے پروردگار آپ باقی ہیں جو کہ ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی موت نہیں آسکتی، اور حملۃ العرش باقی ہیں اور جبرئیل و میکائیل باقی ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس موقع پر عرش کو گویائی عطا کرے گا تو وہ حیرانگی سے پوچھے گا کیا جبرئیل و میکائیل کو بھی موت آئے گی؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں

گے خاموش رہ! اس لئے کہ میں نے موت کو لازم کر دیا ہے ہر اس جاندار کیلئے جو میرے عرش کے نیچے ہے، چنانچہ وہ دونوں بھی مر جائیں گے، پھر دوبارہ ملک الموت بارگاہِ جل جلالہٗ میں آئیں گے اور کہیں گے! اے میرے پروردگار جبرئیل و میکائیل بھی مر گئے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے باوجودیکہ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، کوئی بچا؟ تو وہ کہیں گے آپ باقی ہیں جو کہ ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی موت نہیں آسکتی، اور حملۃ العرش باقی ہیں اور میں! تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میرے حملۃ العرش بھی مر جائیں پھر وہ مر جائیں گے: اور عرش کو حکم دیں گے کہ اسرافیلؑ سے ان کا صور لے لیں چنانچہ وہ لے لے گا، پھر ملک الموت آئیں گے اور کہیں گے، پروردگار! حملۃ العرش بھی مر گئے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے باوجود سب سے زیادہ جاننے والے ہونے کے کون باقی ہے؟ تو جواب دیں گے آپ باقی ہیں جو ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں اور کبھی موت نہیں آسکتی، اور میں باقی ہوں! تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو بھی میری مخلوق ہے جب میں نے چاہا تجھے پیدا کیا پس تو بھی مرجا! تو وہ مر جائیں گے پس اس وقت کوئی ذی نفس باقی نہیں ہوگا سوائے اللہ وحدہٗ لاشریک کے جو زبردست ہے' اکیلا ہے بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا، اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے وہ آخر بھی ہے جس طرح وہ اول بھی ہے۔"

پوری حدیث تفصیل کے ساتھ ہم نے ذکر کی ہے۔

طبرانی' ابن جریر و بیہقی، حافظ ابوموسیٰ المدینی وغیرہ نے کتاب "المطولات" میں نقل کیا ہے اور اضافہ کیا ہے اس حدیث پر جو کہ مصنف کے نزدیک "غریب" ہے، اور وہ یہ کہ:

"اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے تو بھی میری مخلوق ہے جب میں نے

> ارادہ کیا تجھے پیدا کیا پس مر جا تو وہ مر جائیں گے کہ اس کے بعد کبھی زندہ نہ ہوں گے۔“

ان فرشتوں میں سے جن کا ذکر نص سے ثابت ہے ”ہاروت و ماروت“ ہیں اور یہ اکثر سلف کے نزدیک فرشتے تھے، اور ان کا قصہ اور سارا معاملہ گزر چکا ہے جو کہ اکثر اسرائیلی روایات پر مبنی ہے۔

امام احمدؒ بن حنبل نے ابن عمرؓ سے ایک حدیث مرفوعاً روایت کی ہے اور ابن حبان نے اپنی کتاب ”تقاسیم“ میں اس کی تصحیح کی ہے لیکن میرے نزدیک اس میں نظر ہے اور زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ وہ موقوف ہے عبداللہ بن عمرؓ پر اور وہ اکثر کعب احبار سے ملنے والوں میں سے تھے جیسا کہ ابھی آگے بیان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت سے زیادہ واقف ہیں اس میں ہے:

> ”ان دونوں کو یعنی ہاروت و ماروت کو ایک عورت زہرہ نامی پسند آ گئی تھی جو کہ سب سے زیادہ خوبصورت تھی“۔ اسی طرح علیؓ، ابن عباسؓ، اور ابن عمرؓ سے بھی یہ منقول ہے کہ زہرہ نامی ایک عورت تھی اور یہ کہ جب ان دونوں نے اس کو بہلایا پھسلایا تو اس نے انکار کر دیا اور اس پر راضی ہوئی کہ اس کو ”اسم اعظم“ سکھا دیا جائے تو جب اس کو اسم اعظم سکھایا تو اس نے اس کو پڑھا اور آسمان کی طرف بلند ہو کر ستارہ بن گئی۔“

حاکم نے بھی اپنی مستدرک کے اندر ابن عباسؓ سے نقل کیا فرماتے ہیں: اس زمانے میں ایک عورت تھی جس کا حسن تمام عورتوں میں ایسا تھا جیسا کہ ”زہرہ“ ستارے کا حسن تمام ستاروں میں۔ اور یہ تعبیر بہت خوبصورت ہے جو کہ زہرہ کی شان میں بیان کی گئی ہے۔ پھر ایک قول یہ ہے کہ یہ واقعہ دونوں کا حضرت ادریسؑ کے زمانے کا ہے اور ایک قول کے مطابق سلیمان بن داؤدؑ کے زمانے کا ہے جیسا کہ ہم نے اپنی تفسیر میں مفصلاً ذکر کیا۔ خلاصہ یہ کہ یہ اسرائیلی روایات ہیں جس کا مرجع کعب احبار ہیں جیسا کہ

عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں ثوری عن موسیٰ بن عقبہ عن سالم عن ابن عمر عن کعب احبار سے پورا قصہ نقل کیا ہے، اور یہ سند بالکل صحیح ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔ واللہ اعلم۔

پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول:

”اور اترے ان پر دو فرشتے بابل شہر میں ہاروت و ماروت“ (البقرۃ:۱۰۲) کے بارے میں ایک قول ہے کہ ہاروت و ماروت جنوں کے دو قبیلے تھے، یہ ابن حزم کی رائے ہے، جو کہ بہت بعید از قیاس ہے اور حقیقت سے دور ہے۔ اور بعض نے ”علی الملکین“ کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کو اہل فارس کے دو مضبوط اور توانا شخص مانا ہے۔ یہ رائے ضحاک کی ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے آسمان کے پھر اگر ان کے بارے میں جو واقعہ ذکر کیا جاتا ہے وہ سچا ہے تو اللہ کی تقدیر میں ان کے لئے عبرت ہے اور سبق ہے اور ان کا حکم فرشتوں میں ابلیس کا سا ہوگا، اس قول میں یہ فرشتے ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ ”جن“ میں سے تھے، جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی۔

منکر نکیر

وہ فرشتے جن کا نام حدیث کے اندر ”منکر نکیر“ ہے اور احادیث کے اندر ان کا ذکر بکثرت پایا جاتا ہے جہاں بھی قبر اور اس کے سوال کا ذکر آتا ہے، وہیں ان کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول:

> ”مضبوط کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بات ایمان والوں کی، مضبوط قول
> سے دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں اور گمراہ کرتے ہیں اللہ
> ظالمین کو، اور اللہ تعالیٰ جو چاہیں کرتے ہیں۔“ (ابراہیم ۲۷)

کے ذیل میں ذکر کیا ہے کہ وہ دونوں فرشتے یعنی منکر نکیر قبر کے جوانوں میں سے ہیں اور مردے سے اس کی قبر کے اندر اس کے رب کے بارے میں اس کے دین کے بارے میں اور اس کے نبی کے بارے میں سوالات کرنے پر مقرر ہیں۔ اور نیکوکاروں اور بدکاروں کے امتحان لینے پر مامور ہیں۔ ان کی ظاہری ہیئت یہ ہے کہ دونوں نیلی آنکھوں والے بد

ہیئت ڈراؤنے ہیں ان کے لیے تو کیسے دہشت ہیں خوفناک شکلیں ہیں اور گھبراہٹ میں مبتلا کرنے والی آوازیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عذابِ قبر سے محفوظ رکھے اور ہمیں اپنے قولِ ثابت سے مضبوط کر دے۔ آمین۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے ابن وہب سے انہوں نے یونس سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے عائشہؓ سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے فرمایا کہ:

> ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا آپ پر اُحد کے دن سے زیادہ سخت بھی کوئی دن آیا ہے؟ فرمایا: ہاں، میں نے تیری قوم سے ملاقات کی تھی اور وہ زیادہ سخت تھا مجھ پر جب میں نے ان سے ملاقات کی عقبہ کے دن (طائف میں) جب میں نے خود حاضر ہو کر ابن عبد یالیل بن عبد کلال کو اسلام پیش کیا تو اس نے اس کو قبول نہ کیا (حالانکہ آپ کا خیال تھا کہ وہ اسلام قبول کر لے گا لیکن اس نے آپ کو شدید تکالیف پہنچائیں جس کا واقعہ مشہور ہے طائف کے اندر) تو میں چلا اور میرے چہرے پر شدید غم و افسوس کے آثار تھے، اور ابھی میں اس حالت سے باہر ہی نکلا تھا کہ اچانک میں نے سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ ایک بادل میرے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے تو میں نے اس میں دیکھا تو اس میں جبرئیل امین نظر آئے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا! بے شک اللہ نے آپ کی قوم کی بات آپ کے بارے میں سن لی جو انہوں نے آپ کے ساتھ معاملہ کیا ہے، اور اللہ نے پہاڑوں پر مقرر فرشتے کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تا کہ آپ اس کو حکم دیں ان کے بارے میں جو چاہیں تو مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے پکارا اور سلام کیا، پھر کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو چاہتے ہیں آپ حکم دیں! اگر آپ چاہیں تو میں ان کو دو پہاڑوں کے درمیان دبا دیتا ہوں، تو آپ نے جواب دیا، نہیں ایسا مت کرو بلکہ میں اللہ جل شانہ کی ذات سے امید کرتا ہوں کہ ان کی اولادوں میں سے ایسے افراد نکالے گا جو اس کی عبادت کرنے والے ہوں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔“ (بخاری) اور اس کو مسلم نے بھی ابی ذہب سے روایت کیا ہے۔

فصل

﴿فرشتوں اور ان کی اقسام کے بیان میں﴾

فرشتوں کی اللہ تعالیٰ مختلف اقسام بنائی ہیں، اس میں ایک ''حملۃ العرش'' یعنی عرش الٰہی کو اٹھانے والے، ان کا ماقبل میں ذکر گزر چکا، ایک قسم ''کروبیون'' کی ہے یہ عرش کے گرد اگرد رہنے والے فرشتوں کی جماعت ہے۔ اور یہ بھی حملۃ العرش کی طرح اشراف ملائکہ میں شمار ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے مانے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

> ''مسیح کو ہرگز اس سے عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا، اور نہ مقرب فرشتوں کو عار ہے۔'' (النساء: ۱۷۲)

اور اسی قسم میں سے جبرئیل و میکائیل ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ دل سے مسلمانوں کیلئے استغفار میں مشغول رہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے، اے پروردگار ہمارے! ہر چیز سمائی ہوئی ہے تیری بخشش اور خبر میں سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ پر اور بچا ان کو آگ کے عذاب سے: اے رب ہمارے اور داخل کر ان کو سدا بسنے والے باغوں میں جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا اور جو کوئی نیک ہو ان کے آباء میں اور عورتوں میں اور اولاد میں بیشک تو ہی ہے زبردست حکمت والا، اور بچا ان کو برائیوں سے اور جس کو تو بچائے برائیوں سے اس دن اس پر مہربانی کی تو نے، اور یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد ملنی۔'' (غافر: ۷-۹)

پھر جب ان کا یہ طریقہ کار ہے اور یہ عادت ہے کہ مومنین کیلئے ان کی غیر موجودگی میں استغفار کرتے رہتے ہیں تو جو شخص بھی اس عادت کو اپنائے تو فرشتے اس کو

بھی محبوب رکھتے ہیں، کیونکہ یہ عادت بہت ہی عمدہ اور پسندیدہ ہے۔ اس لئے کہ رسول صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کہ جب بندہ اپنے بھائی کیلئے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا
ہے تو فرشتے کہتے ہیں "آمین" اور جو تو نے اپنے بھائی کیلئے مانگا
ہے اسی کے مثل تجھے بھی ملے۔" (مسلم)

فرشتوں کی ایک قسم ہے جو ساتویں آسمان پر رہنے والے ہیں اور اس کو اپنی ہمیشہ کی عبادت اور دن و رات صبح و شام کی عبادتوں سے آباد رکھا ہوا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "تسبیح بیان کرتے ہیں رات دن اور تھکتے نہیں۔" (انبیاء: ۲۰) بعض ان میں سے ہر وقت رکوع میں اور بعض ہمیشہ سجدے میں اور بعض ہر وقت قیام کی حالت میں ہیں اور بعض وہ ہیں جو جوق در جوق بیت المعمور کی زیارت کو جاتے ہیں انکی تعداد ستر ہزار ہے اور ایک مرتبہ اس کی زیارت کرنے کے بعد قیامت تک دوبارہ ان کی باری نہیں آئے گی (اس سے فرشتوں کی کثرت کا اندازہ بخوبی ہوسکتا ہے۔ از مترجم)

فرشتوں کی ایک قسم وہ ہے جو کہ جنتوں اور عزت کے ٹھکانوں کی تیاری اور زیب و زینت میں لگے ہوئے ہیں اس کے رہائشیوں کیلئے اور ہر وقت تیاری میں مصروف ہیں ان جنتوں کے ساکنین کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ لباس اور ڈھلے ہوئے زیورات اور اعلیٰ ٹھکانوں کی تیاری اور کھانے پینے کی اشیاء ہیں اور یہ تمام اشیاء ایسی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا نہ کسی کان نے ان کو سنا اور نہ کسی دل پر اس کا خیال گزرا۔

جنت کے خازن کا نام رضوان ہے جو کہ ایک فرشتہ ہے بعض احادیث کے اندر صراحۃً یہی نام ذکر ہے اور بعض فرشتے آگ اور جہنم کے نگہبان ہیں، قرآن نے ان کو "زبانیہ" کہا ہے۔ اور ان کے مقدمہ کے اندر "۱۹" فرشتے ہیں، ان کا امیر جو "مالک" ہے اور جہنم کے تمام امراء پر مقدم ہے اس کا ذکر قرآن میں اس طرح مذکور ہے:

"اور کہا جہنمیوں نے جہنم کے داروغہ سے کہ اپنے رب سے دعا کرو
کہ ایک دن ہم سے یہ عذاب ہلکا کر دے۔" (غافر: ۴۹)

ایک اور جگہ فرمایا:

> ''وہ پکاریں گے کہ اے مالک! کہہ اپنے رب سے کہ ہمارے اوپر موت ڈال دے، وہ کہے گا کہ تم کو ہمیشہ رہنا ہے، ہم لائے ہیں تمہارے پاس سچا دین تم میں سے اکثر سچی بات سے برا مانتے ہو۔'' (الزخرف ۷۷۔۷۸)

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا:

> ''اس پر مقرر ہیں فرشتے تندخو زبردست، نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے ان کو اور وہی کام کرتے ہیں جو ان کو حکم ہو۔''
>
> (التحریم ۶)

ایک جگہ فرمایا:

> ''اس پر مقرر ہیں انیس فرشتے، اور ہم نے جو رکھے ہیں دوزخ پر داروغہ وہ فرشتے ہی ہیں اور ان کی جو گنتی رکھی ہے وہ منکرین کے امتحان کیلئے، تاکہ یقین کرلیں وہ لوگ جن کو ملی ہے کتاب اور بڑھے ایمانداروں کا ایمان اور دھوکہ نہ کھائیں جن کو ملی ہے کتاب اور مسلمان، اور تاکہ کہیں وہ لوگ کہ جن کے دل میں روگ ہے اور منکر، کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے، اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو مگر وہی اللہ۔'' (المدثر: ۳۱)

اسی طرح فرشتے بنی آدم کی حفاظت پر مامور ہیں: جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

> ''برابر ہے تم میں جو آہستہ بات کہے اور جو پکار کر کہے اور جو چھپ رہا ہے رات میں اور جو گلیوں میں پھرتا ہے دن کو، اس کے پہرے والے ہیں آگے سے اور پیچھے سے، اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے، اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو جب تک کہ وہ نہ

> بدلے جو ان کے جیسوں میں ہے اور جب چاہتا ہے اللہ کسی قوم پر
> آفت پھر وہ نہیں پھرتی، اور کوئی نہیں ان کا اس کے سوا مددگار۔"
>
> (الرعد:۱۰۔۱۱)

والبی ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ "**یحفظونه من امر الله** " کے تحت فرماتے ہیں اس سے مراد فرشتے ہیں، اور عکرمہ ابن عباسؓ سے اس آیت "**لہ معقبٰت مین بین یدیه** " (الرعد:۱۱) کے تحت فرماتے ہیں: "فرشتے بندوں کی حفاظت کرتے ہیں، ان کے سامنے سے بھی اور پیچھے سے بھی۔ پھر جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو اس سے ہٹ جاتے ہیں۔"

مجاہدؒ نے فرمایا: " کوئی بندہ ایسا نہیں کہ اسکے ساتھ ایک فرشتہ نہ ہو جو اسکی حفاظت کرتا ہو نیند کی حالت میں بھی اور بیداری کی حالت میں بھی جنات اور انسانوں کے شرور سے اور دوسرے حادثات سے، اور جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو اس سے آگاہ کر دیتا ہے جس سے وہ بندہ بچ جاتا ہے مگر جب کوئی مصیبت اللہ کی طرف سے رکھ پہنچنی مقدر ہوتی ہے تو وہ پہنچ کر رہتی ہے۔"

ابوامامہؓ فرماتے ہیں: "کوئی شخص نہیں جس کے ساتھ ایک فرشتہ نہ ہو جو اس کو بچاتا رہتا ہے تکلیف دہ چیز سے یہاں تک کہ اگر اس کے لئے وہ مصیبت مقدر ہو چکی ہو تو وہ شخص اس مصیبت کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔"

ابو مجلزؒ فرماتے ہیں: " ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک جماعت "مراد" سے تعلق رکھنے والی آپ کے قتل کے درپے ہے، تو علیؓ نے فرمایا، بے شک ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں جب تک کہ کوئی مصیبت اس کیلئے مقدر نہ ہو اور جب مصیبت مقرر ہو جاتی ہے تو وہ دونوں جدا ہو جاتے ہیں اس شخص اور اس کی مصیبت سے۔ بے شک موت ڈھال ہے جو کہ ہر مصیبت سے بندے کو ڈھانپ لیتی ہے۔"

فرشتوں کی ایک قسم وہ ہے جو بندوں کے اعمال و افعال کی حفاظت کرتی

ہے، جیسا کہ فرمایا: ''داہنے طرف بیٹھے ہوئے اور بائیں طرف جو کچھ بندہ بولتا ہے اس پر اس کے پاس ایک راہ دیکھنے والا تیار ہوتا ہے۔''

اور ایک جگہ فرمایا:

> ''اور تم پر حافظین مقرر ہیں، لکھنے والے عزت والے، جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔'' (الانفطار: ۱۰ تا ۱۲)

حافظ ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ہمیں ہمارے والد نے علی بن محمد الطنافسی سے انہوں نے وکیع سے انہوں نے سفیان و مسعر سے عن علقمہ یزید عن مجاہد سے روایت بیان کی فرمایا: کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''کراماً کاتبین کا اکرام کرو جو کہ تم سے دو حالتوں کے سوا کبھی جدا نہیں ہوتے ایک جنابت کے وقت دوسرے قضائے حاجت کے وقت، پس جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو چاہئے کہ کہ پردہ کرے ستر کا کسی دیوار کی جڑ میں، یا اپنے اونٹ سے یا اس کا بھائی اس کا ستر کرے۔''

یہ روایت اس طریق سے مرسل ہے اور بزّار نے اپنی مسند کے اندر جعفر بن سلیمان (یہ متکلم فیہ راوی ہیں) عن علقمہ عن مجاہد عن ابن عباسؓ کی سند سے اس کو متصل بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ تمہیں روکتا ہے بالکل برہنہ ہونے سے پس تم اللہ سے حیا اختیار کرو اور جو تمہارے ساتھ کراماً کاتبین ہیں جو کہ تم سے بالکل جدا نہیں ہوتے مگر تین حالتوں میں جدا ہوتے ہیں بیت الخلاء جاتے وقت، جنابت کے وقت، اور غسل کے وقت پس جب تم میں سے کوئی غسل کرے برہنہ ہو کر تو چاہئے کہ اپنے ستر کو چھپائے کسی کپڑے سے، یا دیوار کی اوٹ میں یا اپنے اونٹ کی آڑ

ہیں۔"

فرشتوں کا اکرام کرنے کو جو کہا ہے اس سے مراد بھی یہی ہے کہ ان سے حیا کرو کیونکہ بندوں کے برے اعمال جن کو وہ لکھ رہے ہیں ان کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اور اللہ نے ان کو عزت دار بنایا ہے ان کے اخلاق اور تخلیق میں اور ان کے اکرام میں یہ بھی داخل ہے جو کہ حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے کہ آپؐ نے فرمایا:

"فرشتے داخل نہیں ہوتے ایسے گھر میں کہ جس میں تصویر ہو یا کتا ہو یا جنبی ہو۔"

اس حدیث کو "صحاح" "سنن" میں اور "مسانید" میں بکثرت وارد ہوئی ہے اور ایک روایت میں ہے عاصم بن ضمرہ عن علیؓ سے "ولا بول" کا لفظ بھی آیا ہے جس کا معنیٰ ہے کہ جہاں پیشاب پڑا ہو وہاں بھی فرشتے نہیں آتے۔

ایک روایت میں مجاہد نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے:

"کہ فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو۔"

ذکوان ابی صالح السمان عن ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔
"فرشتے ایسے شخص کے ساتھ نہیں ہوتے جس کے ساتھ کتا ہو یا گھنٹی ہو۔ (باجا وغیرہ بھی اس میں داخل ہے) اور زرارہ بن اوفی نے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا: کہ فرشتے ایسے شخص کی معیت میں داخل نہیں ہوتے کہ جس کے ساتھ باجا وغیرہ ہو۔" اور بزار فرماتے ہیں ہمیں اسحاق بن سلیمان البغدادی المعروف بالقلوسی نے بیان کیا ابن حمران سے انہوں نے سلام عن منصور بن زاذان عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرہؓ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: بے شک اللہ کے فرشتے بنی آدم کو پہچانتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یوں فرمایا: جانتے ہیں بنی آدم کے اعمال کو پس جب وہ دیکھتے ہیں کسی بندہ کے اعمال کی طرف کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو اپنے

درمیان اس کا تذکرہ کرتے ہیں اور اس کا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں: رات فلاں کامیاب ہوگیا، رات میں فلاں نے نجات پالی، اور اگر دیکھیں کہ بندہ کے اعمال اللہ کی معصیت میں صرف ہو رہے ہیں تو اس کا بھی تذکرہ کرتے ہیں اور نام لے کر اس کے کرتوت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں: رات فلاں ہلاک ہوگیا۔ پھر راوی یعنی بزار فرماتے ہیں: سند میں جو ''سلام'' راوی آئے ہیں میرا گمان یہ ہے کہ سلّام تشدید کے ساتھ ہے یہ لفظ اور وہ راوی حدیث کی روایت میں کمزور ہیں۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ: ''ابوالیمان نے ہمیں شعیب سے حدیث بیان کی انہوں نے ابوالزناد عن الاعرجؒ سے انہوں نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''فرشتے باریاں تبدیل کرتے ہیں آپس میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے، اور عصر اور فجر کی نمازوں میں جمع ہوتے ہیں پھر رات کے فرشتے جنہوں نے تمہارے ساتھ رات بسر کی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اوپر چلے جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ باوجود سب سے زیادہ جاننے والے ہونے کے، ان سے دریافت فرماتے ہیں: میرے بندوں کو تم کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں ہم نے ان کو نماز کی حالت میں چھوڑا اور ہم تیرے پاس آئے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

مصنف فرماتے ہیں: یہ حدیث اسی طرح بخاری کے باب بدء الخلق میں آئی ہے اس طریق میں بخاری منفرد ہیں۔ مسلم نے اس طریق سے اس کو بیان نہیں کیا البتہ دونوں نے یعنی صحیحین میں ایک دوسرے طریق سے اس حدیث کو بیان کیا ہے مالک عن ابی الزناد کی سند سے۔

بزار کہتے ہیں: ہمیں زیاد بن ایوب نے مبشر بن اسماعیل الحلبی سے انہوں نے تمام ابن نجیح عن الحسن البصری عن انسؓ سے روایت بیان کی فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حافظین (کراماً کاتبین) جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند کرتے ہیں

> ایک دن کے (بندوں کے افعال و اعمال میں سے) تو اعمال اوپر جاتے ہیں اگر اس کے شروع میں بھی استغفار ہو اور آخر میں بھی تو اس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کی مغفرت کردی جو کچھ دن کے بقیہ اعمال ہیں ان سب کی۔“

(مطلب یہ ہے کہ کراماً کاتبین جو آدمی کے ہر روز کے اچھے برے اعمال لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کو دیکھتے ہیں تو جس بندے نے دن کے شروع میں اور دن کے آخر میں اللہ کو یاد کیا ہوتا ہے اس سے مغفرت طلب کی ہوتی ہے تو چاہے دن میں اس سے کچھ نہ کچھ خطائیں سرزد ہو جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان استغفار کی بدولت سارے دن کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں اور بظاہر اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے)

. امام بزار یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر تمام بن نجیح منفرد ہیں اور وہ روایت حدیث میں معتبر ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ابن تمام کی توثیق ابن معین نے بھی کی ہے اگرچہ بخاری و ابو حاتم، ابوزراعہ اور نسائی اور ابن عدی نے تضعیف کی ہے، بلکہ ابن حبان تو وضع بالحدیث کا ان کے بارے میں دعویٰ کیا اور امام احمد فرماتے ہیں: میں اس بارے میں حقیقت حال سے واقف نہیں لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ جو کہ مقصد اصلی ہے کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے اس کی حفاظت پر من جانب اللہ مقرر ہیں جن کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ بندوں کی حفاظت کریں ایک داہنے طرف اور دوسرا بائیں طرف اسی طرح دو ”کاتبین“ بھی انسان پر مقرر ہیں ایک داہنے طرف اور دوسرا بائیں طرف او داہنے طرف والا بائیں طرف والے کا امیر ہے۔ جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ذیل میں ”ایک راہ دیکھنے والا تیار ہوتا ہے۔“ (ق: ۱۷، ۱۸) ذکر کیا ہے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جس کو امام احمد نے ذکر کیا ہے کہ فرمایا:

”ہمیں اسود بن عامر نے سفیان سے انہوں نے منصور عن سالم بن ابی الجعد عن ابیہ عن

عبداللہ ابن مسعودؓ سے حدیث نقل کی فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ:

> ”تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کے ساتھ اس کے دو قریبی ساتھی نہ ہوں ایک قرین جنات میں سے اور دوسرا فرشتوں میں سے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپؐ کے ساتھ بھی ایسا ہے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی، ہاں اتنی بات ہے کہ جنات والے میرے قرین پر اللہ نے میری مدد کی اور اس پر مجھے قابو دیدیا اور وہ اسلام لے آیا اب وہ مجھے سوائے اچھی بات کے اور کسی چیز کا حکم نہیں کرتا۔“

اس میں مسلم منصور سے روایت کرنے میں منفرد ہیں اس حدیث کے اندر اس بات کا احتمال موجود ہے کہ یہ قرین جس کا اس حدیث میں ذکر ہے کہ فرشتوں میں سے ہے وہ ان حافظین فرشتوں کے علاوہ ہے اور انسان کو اس بات کی ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے کہ اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور سیدھے راستے پر چلے! جیسا کہ دوسرا قرین جو کہ شیاطین میں سے ہے وہ اس بات پر ابھارتا ہے کہ گمراہ کردے اور اس کے سارے اعمال اکارت ہو جائیں۔ اور معصوم تو وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بچا لیں اور اللہ ہی بہترین مددگار ہیں۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس ابراہیم بن سعد سے انہوں نے ابن شہاب سے عن ابی سلمہ عن عبدالرحمٰن الاغر ابی ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے تمام مساجد کے دروازوں پر آتے ہیں اور جو پہلے آتا ہے اس کے بارے میں اس طرح اس کے بعد آنے والے کے بارے میں لکھتے رہتے ہیں پس جب امام خطبہ کیلئے بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے کیلئے صفوں میں آجاتے ہیں۔“

اس طریق سے بخاری اس حدیث کے اندر منفرد ہیں اگرچہ دوسرے طریق سے صحیحین متفق ہیں اس حدیث پر۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ''اور فجر کے وقت کا قرآن، بے شک فجر کا قرآن پڑھنا روبرو ہوتا ہے۔'' (اسراء ۷۸)

امام احمدؒ فرماتے ہیں: ہمیں اسباط نے اعمش سے عن ابراہیم عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کی اور اعمش نے عن ابی صالح عن ابی ہریرہؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق سے بھی کہ آپؐ نے اس مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا:

''دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔'' (اس موقع پر اور قرآن سنتے ہیں)

ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ نے بھی اس کو اسباط کی سند سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کے بارے میں حسن صحیح۔ مصنف فرماتے ہیں یہ حدیث منقطع ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ ہمیں عبداللہ بن محمد نے عبدالرزاق سے انہوں نے معمر عن الزہری عن ابی سلمہ وسعید ابن المسیب عن ابی ہریرہؓ عن النبیؐ: حدیث بیان کی فرمایا:

> ''جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ۲۵ درجے زیادہ فضیلت والی ہوتی ہے، اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔''

ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے اگر تم چاہو تو فجر میں یہ آیات پڑھا کرو: ''وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا'' (اسراء: ۷۸) اور فجر کا قرآن، بیشک فجر کا قرآن پڑھنا روبرو ہوتا ہے۔''

امام بخاریؒ نے بھی ارشاد فرمایا: ہمیں مسدد نے ابو عوانہ عن الاعمش عن ابی حازم عن ابی ہریرہؓ حدیث بیان کی کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

> ''جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی حاجت پوری کرنے کیلئے بلائے

> اور وہ انکار کرے تو فرشتے غضبناک ہو کر اس پر ساری رات لعنت بھیجتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔"

اور اس کو شعبہ ابو حمزہ، ابو داؤد اور ابو معاویہ نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے۔

صحیحین سے یہ روایت ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو گئی تو اس کے سارے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

صحیح بخاری میں اسماعیل نے مالک عن سمی عن ابی صالح عن ابی ہریرہؓ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

> " کہ جب امام کہے سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو اللھم دعا لک الحمد پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے مطابق ہو گیا تو اس کے سارے ماقبل کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔"

بقیہ صحاح کی کتابوں نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے سوائے ابن ماجہ کے انہوں نے مالک سے نقل کیا ہے اور امام احمد فرماتے ہیں: " ابو معاویہ نے ہمیں اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہؓ کی سند سے یا پھر عن ابی سعید خدریؓ سے (دونوں صحابہؓ میں یہ شک اعمش کو ہوا ہے) فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں لوگوں کے اعمال نامہ کی خبر گیری کیلئے' پس جب کسی جماعت کو دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں تو پکارتے ہیں آ جاؤ اپنی مرادوں کی طرف چنانچہ وہ ان کو لے کر آسمانِ دنیا کی طرف آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرماتے ہیں: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ کیا کر رہے تھے؟ وہ کہتے ہیں، ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ تیری حمد و ثنا کر رہے تھے تیری بزرگی بیان کر رہے تھے اور تیرا ذکر کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں! کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں نہیں! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اگر مجھے دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟ وہ کہتے ہیں! اگر آپ کو دیکھ لیتے تو اور زیادہ حمد و ثنا کرتے اور زیادہ بزرگی بیان کرتے اور زیادہ ذکر کرتے! تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ کیا چیز طلب کر رہے تھے؟ تو وہ کہیں گے۔ جنت کے طلب گار تھے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ تو وہ عرض کریں گے: نہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟ تو وہ عرض کریں گے اگر اس کو دیکھ لیتے تو اس کی حرص میں اور زیادہ کرتے اور اس کی طلب میں بہت زیادہ شدت کرتے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کس چیز سے وہ پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے: جہنم سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ تو وہ عرض کریں گے نہیں! تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اگر اس کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ تو وہ عرض کریں گے اگر اس کو دیکھ لیتے تو اور زیادہ خوف کرتے اور بہت زیادہ اس سے ڈرتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''یہ ایسی قوم ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہے۔''

(بخاری)

مصنف فرماتے ہیں کہ بخاری نے اس کو قتیبہ عن جریر بن عبدالحمید عن الاعمش کی سند سے بھی ذکر کیا اور فرمایا اس حدیث کو شعبہ نے اعمش سے روایت کیا ہے لیکن مرفوعاً نہیں جبکہ سہیل نے اپنے والد سے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اور ان کی سند اس طرح ہے: احمد عن عفان عن وہیب عن سہیل عن ابیہ عن ابی ہریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سند کو بخاری نے معلقاً ذکر کیا ہے۔ اور مسلم نے اس حدیث کو عن محمد بن حاتم عن بن اسد عن وہیب۔'' سے روایت کیا ہے۔

امام احمدؒ بن حنبل نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے ان کی سند یوں ہے: عن غندر عن شعبہ، عن سلیمان (اور یہی اعمش ہیں) عن ابی صالح عن ابی ہریرۃؓ۔ اس کو بھی اشارۃً بخاری نے ذکر کیا ہے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ ہمیں ابو معاویہ نے اعمش سے اور ابن نمیر نے بھی اعمش سے عن ابی صالح عن ابی ہریرۃؓ روایت نقل کی ہے کہ فرمایا

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

> "جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیف کو دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی تکلیف کو دور کریں گے اور جس شخص نے کسی کی دنیا میں پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے جب تک بندہ اپنے بھائی کے کام میں لگا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتے ہیں اور جو ایسے رستہ پر چلا جس سے کہ علم حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس طریق کو اس کیلئے آسان کر دیتے ہیں اور اس کو جنت تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور جو جماعت اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوتی ہے اور اللہ کا کلام پڑھتی اور اس کا مذاکرہ کرتی ہے آپس میں تو اللہ تعالیٰ ان پر سکینہ نازل فرماتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس کرتا ہے اور جس کا عمل سست ہو اس کا نسب بھی اس کو تیز نہیں کر سکتا۔"

اس حدیث کو مسلم نے بھی ابو معاویہ سے روایت کیا ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں: ہمیں عبدالرزاق نے معمر سے عن ابی اسحاق عن الاغر ابی مسلم عن ابی ہریرہؓ وابی سعیدؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت بیان کی ہے کہ فرمایا:

"جو جماعت جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو اللہ کے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت انکو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ انکا ذکر اپنی مجلس میں کرتا ہے"۔ اس حدیث کو اسرائیل اور سفیان ثوری اور شعبہ عن ابی اسحاق کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ اور مسلم نے شعبہ اور ترمذی نے سفیان ثوریؒ سے روایت کیا ہے اور کہا: حسن صحیح اور ابن ماجہ نے عن ابی بکر عن ابی شیبہ عن یحیٰ بن آدم عن عمار بن زریق عن ابی اسحٰق کی سند سے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ اور اس موضوع کی احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں۔

مسند امام احمد میں اور ’’سنن‘‘ میں ابو درداءؓ سے مرفوعاً منقول ہے:

’’کہ فرشتے طالب علم کیلئے اپنے پر تواضع کی وجہ سے بچھا دیتے ہیں، راضی ہوتے ہوئے اس سے جو کچھ وہ کر رہا ہے یعنی مشغول بالعلم ہے‘‘ یعنی طالب علم پر نہایت تواضع انکساری کا معاملہ کرتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ’’اور جھکا دے ان دونوں یعنی والدین کیلئے تواضع کے پر رحمت کے ساتھ۔‘‘ (اسراء: ۲۴)

اور دوسری جگہ فرمایا:

> ’’اور جھکا دے اپنے پروں کو مومنین میں سے جو تیری اتباع کریں اس کیلئے۔‘‘ (الشعراء: ۲۱۵)

امام احمدؒ فرماتے ہیں ’’ہمیں وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن عبداللہ ابن مسعودؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے حدیث بیان کی کہ فرمایا: ’’بے شک اللہ کے بعض فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں‘‘ اسی طرح نسائی نے سفیان ثوری اور سلیمان الاعمش اور ان دونوں نے عبداللہ بن السائب سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں: ہمیں عبدالرزاق نے معمر عن الزھری عن عروہ عن عائشہؓ روایت نقل کی ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

> ’’ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے اور جنات آگ کی لپٹ سے اور آدم ان چیزوں سے پیدا کئے گئے جن کے بارے میں تمہیں بتا دیا گیا (مٹی سے)‘‘

اسی طرح مسلم نے اس حدیث کو عن محمد بن رافع اور عبد بن حمید سے روایت کیا ہے اور ان دونوں نے عبدالرزاق سے اور یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ جس میں مروی ہے:

’’کہ بیشک بندہ کے دل میں کچھ اثر فرشتوں کا ہوتا ہے اور کچھ اثر شیطان کا۔ پس فرشتہ کے اثرات اس کو خیر کی طرف لے جاتے اور حق کی تصدیق کرنے کیلئے ابھارتے ہیں،

اور شیطان کے اثرات ''فقر'' کی طرف اور ایک روایت کے مطابق ''شر'' کی طرف اور حق کی تکذیب کرنے پر ابھارتے ہیں۔ ''

اسی طرح وہ حدیث بھی کہ جس میں مذکور ہے:

> ''جب بندہ صبح کرتا ہے تو شیطان اور فرشتہ دونوں اس پر جھپٹتے ہیں چنانچہ فرشتہ کہتا ہے، دن کی ابتداء خیر کے ساتھ کر! اور شیطان کہتا ہے! دن کی ابتداء برائی کے ساتھ کر! پس جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کی حمد و ثنا کرتا ہے تو فرشتہ اس کا والی بن جاتا ہے اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے رات تک، پھر جب رات آتی ہے تو فرشتہ کہتا ہے دن کو خیر پر ختم کر! اور شیطان کہتا ہے برائی پر ختم کر! پس اگر وہ بندہ خیر پر دن کو ختم کرتا ہے تو فرشتہ ساری رات اس کا والی بن جاتا ہے صبح تک اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔ ''

اسی طرح یہ حدیث بھی کہ جب بندہ اپنے گھر سے نکلے اور کہے:

> ''اللہ کے نام کے ساتھ میں اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں اور (بسم اللہ توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) تو ایک فرشتہ اس سے کہتا ہے تجھے ہدایت دی گئی! تیری کفایت کی گئی! اور تجھے بچا دیا گیا۔ پھر شیطان اس سے دور چلے جاتے ہیں۔ ''

مصنف فرماتے ہیں کہ فرشتوں کے اذکار اور ان کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک ذکر کریں جن کو اللہ نے ہمیں بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔

فصل

کون زیادہ افضل ہے؟ فرشتے یا انسان!

اس معاملہ میں علماء کے مختلف اقوال وارد ہوئے ہیں اور ان کے درمیان اختلاف واقع ہوا کہ آیا فرشتے افضل ہیں یا انسان کو فضیلت حاصل ہے۔ خصوصاً یہ مسئلہ متکلمین کے ہاں کافی شدید رہا ہے اور ان کی کتابوں میں اس پر کافی بحث کی گئی ہے معتزلہ اور انکے ہم مسلک جماعتوں کے ساتھ یہ اختلاف واقع ہوا ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ہم یہاں اس ضمن میں اس واقعہ پر انحصار کرتے ہیں جس کو حافظ ابن عساکرؒ نے اپنی تاریخ میں امیہ بن عمرو بن سعید بن العاص کے حالات کے ذیل میں ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی مجلس میں شریک تھے اور ان کے پاس علماء کی ایک جماعت بھی موجود تھی تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت دار بنی آدم کے ''شرفاء'' ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے وہی لوگ ہیں تمام مخلوق میں سب سے بہتر۔'' (البینۃ: ۷) تو امیہ بن عمرو بن سعیدؒ نے عمرؒ کی موافقت کی۔ جبکہ عمر بن مالک کہنے لگے! اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اس کے فرشتے ہیں کیونکہ وہ اس کے گھر کی خدمت میں بھی لگے ہوئے ہیں اور اس کے رسولوں کے درمیان قاصد بھی ہیں اور اپنی بات کے استدلال میں یہ قول باری تعالیٰ نقل کیا جو کہ شیطان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبکہ اس نے آدمؑ کو جنت میں بہکایا تھا:

> ''آپ دونوں کو آپ کے رب نے جو اس درخت سے روکا ہے وہ
> درحقیقت اس وجہ سے ہے کہ کہیں آپ دونوں (اس کو کھا کر)
> فرشتے نہ بن جائیں یا جنت میں ہمیشہ رہنے والے بن جائیں''
>
> (اعراف۔ ۲۰)

(یعنی اگر اس درخت سے کھالیا تو فرشتے بن جائیں گے یا جنت میں ہمیشہ رہیں گے، اور استدلال اس آیت سے اس طرح ہے کہ جب آدم جو کہ مخلوق میں سب سے افضل ہیں ان کو فرشتہ بن جانے کا لالچ دیا جارہا ہے تو معلوم ہوا کہ فرشتے انسان سے افضل ہیں۔

تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے محمد بن کعب القرظی سے کہا: اے ابوحمزہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے کہا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا اکرام کیا ہے کہ ان کو پیدا کیا اپنے ہاتھ سے اور اپنی روحوں میں سے ان میں روح پھونکی اور فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا، اور ان کی آل و اولاد میں سے رسول اور پیغمبر پیدا کئے اور وہ لوگ پیدا کئے جن کی زیارت کیلئے فرشتے آتے تھے۔

گویا محمد بن کعب القرظی نے عمرؓ کی موافقت تو کی مگر حکم میں کہ بشر افضل ہیں لیکن اس کیلئے جو دلیل دی وہ عمرؓ کی دلیل کے علاوہ ہے اور ان کی دلیل کو اس لحاظ سے ضعیف قرار دیا کہ وہ سب کو شامل ہے یعنی انسانوں کو بھی اور فرشتوں کو بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک جو لوگ ایمان لائے تھے اور نیک کام کئے۔'' (البینۃ: ۷) تو اس کے اندر فرشتے اور انسان سب داخل ہیں اور یہ صرف بشر کے ساتھ خاص نہیں، کیونکہ فرشتے بھی مومن ہوتے ہیں اور اس کی گواہی اللہ تعالیٰ قرآن میں یوں فرماتے ہیں: ''ویؤمنون بہ'' (غافر: ۷) اسی طرح اس آیت کے اندر جنات بھی داخل ہیں کیونکہ قرآن میں خود انہی کی زبان سے کہا گیا ہے: ''اور بیشک جب ہم نے ہدایت (قرآن) سنا تو اس پر ایمان لے آئے۔'' (جن: ۱۳) اور ''اور بیشک ہم مسلمانوں میں سے ہیں'' (جن: ۱۴) (لہٰذا یہ استدلال کمزور ہے اگرچہ عمرؓ کی بات صحیح ہے کہ انسان افضل ہے)

مصنف فرماتے ہیں: اس مسئلہ کے اندر سب سے اچھا اور بہتر استدلال وہ ہے جو کہ عثمان بن سعید الدارمیؒ نے عبداللہؓ بن عمرو سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے اور وہ یہ کہ:

> ''جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا اے ہمارے رب! اس کو ہمارے لئے مختص کر دیجئے تا کہ ہم

> اس میں سے کھائیں اور پئیں! اس لئے کہ آپ نے بنی آدم کو دنیا کیلئے پیدا کر دیا" تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اپنے کلمۂ کن سے پیدا کرنے والی مخلوق کو اپنے ہاتھ سے پیدا کرنے والی مخلوق اور اس کی نیک ذریت کے برابر کیسے کرسکتا ہوں؟"

(یعنی فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے کلمۂ کن سے پیدا کیا اور آدم کو اپنے ہاتھ سے بنایا تو اس اعتبار سے جس کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہو اس کا درجہ اونچا ہے اور وہ کلمۂ کن سے پیدا کردہ مخلوق یعنی فرشتوں کے برابر کیسے ہو سکتی ہے!

واللہ تعالیٰ اعلم بالصدق والصواب۔

باب ۵

﴿جنات اور شیطان کے ذکر میں﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ”بنایا انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے جیسے ٹھیکرا۔ بنایا جن کو آگ کی لپٹ سے، پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں۔“
>
> (الرحمٰن:۱۶)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ”اور بنایا ہم نے آدمی کو ایک کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے۔“
> اور جن کو ہم نے بنایا اس سے پہلے لو کی آگ سے۔“ (الحجر:۲۶)

ابن عباسؓ اور عکرمہؒ، مجاہدؒ، حسنؒ اور دوسرے بہت سے صحابہ و تابعین وغیرہ اس آیت ”من مارج من نار“ کے بارے میں فرماتے ہیں اس سے مراد شعلہ ہے جو کہ لپٹ مارتا ہو ہے، اور ایک روایت میں ہے جو اس آگ کو خالص کر دے اس سے پیدا کیا۔

مصنف فرماتے ہیں ہم ماقبل میں یہاں بیان کر چکے ہیں زہری عن عروہ عن عائشہؓ کے طریق سے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

> ”فرشتے نور سے پیدا کیے گئے، اور جن آگ کی لپٹ سے پیدا کیے گئے اور آدمؑ کو ان چیزوں سے پیدا کیا جن کے بارے میں تمہیں بتا دیا گیا ہے۔“ (مسلم)

علماء و مفسرین کی ایک جماعت فرماتی ہے: جنات آدمؑ سے پہلے پیدا کیے گئے۔ اور زمین میں ان سے پہلے شیاطین کا ایک گروہ تھا اور درخت تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ”جنوں“ کو مسلط کر دیا چنانچہ انہوں نے اس گروہ کا خاتمہ کر دیا اور زمین کو ان سے پاک کر دیا اور ان سب کو ہلاک کر دیا اس کے بعد وہاں رہنے لگے۔ جیسا کہ احادیث سے

ثابت ہوتا ہے اور سدیؒ اپنی تفسیر میں: ابی مالک عن ابی صالح عن ابن عباسؓ اور عن مرۃ عن ابن مسعودؓ اور دوسرے بہت سے صحابہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ:

”جب اللہ تعالیٰ مخلوق کی تخلیق سے جیسا کہ آپ کو پسند تھی فارغ ہو چکے تو عرش پر مستوی ہوئے، اس وقت ابلیس کو آسمان دنیا کا بادشاہ بنا دیا اور وہ فرشتوں کے اس قبیلے سے تعلق رکھتا تھا جس کو ”جن“ کہتے ہیں اور ”جن“ کو جن اس وجہ سے کہتے ہیں کیونکہ یہ جنت کے خزانوں پر مامور تھے اور ابلیس اپنی بادشاہت کے ساتھ جنت کا خازن تھا تو ایک مرتبہ اس کے دل میں آیا کہ یہ جو اللہ نے مجھے یہ درجہ دیا ہوا ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ میں تمام فرشتوں سے افضل ہوں۔ (جس کی بناء پر مردود ہوا)

ضحاکؒ سے مروی ہے وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جب جنات نے زمین میں فساد مچانا شروع کیا اور خون بہایا تو اللہ نے ان پر ابلیس کو مسلط کر دیا اس کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت تھی تو انہوں نے ان کا خاتمہ کر دیا اور زمین سے ان کو دور بھگا کر سمندر کے درمیانی جزائر میں دھکیل دیا۔

- محمد بن اسحاق خلاد عن عطاء عن طاؤس عن ابن عباسؓ نقل کرتے ہیں کہ ابلیس کا نام اس کے معصیت کا ارتکاب کرنے سے پہلے ”عزازیل“ تھا اور وہ زمین پر رہنے والا تھا اور تمام فرشتوں میں سب سے بڑا عالم اور سب سے زیادہ مجتہد تھا اور اس کا تعلق اس قبیلہ سے تھا جس کو ”جن“ کہا جاتا ہے۔ اور ابن ابی حاتم سعید بن جبیرؒ سے روایت کرتے ہیں: کہ ابلیس کا نام عزازیل تھا اور وہ چاروں پروں والے فرشتوں میں سب سے زیادہ معزز سمجھا جاتا تھا۔

سنید فرماتے ہیں حجاج عن ابن جریجؒ سے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا:

”ابلیس تمام فرشتوں میں سب سے زیادہ باعزت تھا اور قبیلے کے اعتبار سے بھی مکرم تھا اور جنت کا خازن تھا اور اس کی بادشاہت تھی آسمان دنیا پر بھی اور دنیا پر بھی۔

صالح مولی التوأمہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں:

”ابلیس کی حکومت آسمان اور زمین کے درمیان تھی“۔ یہ قول ابن جریر نے نقل کیا ہے۔

قتادہؒ سعید بن المسیب سے نقل کرتے ہیں کہ ابلیس آسمانِ دنیا کے فرشتوں کا رئیس تھا۔ اور حسنؒ بصری فرماتے ہیں:

> "وہ (ابلیس) فرشتہ نہیں تھا بلکہ وہ جنات میں اصل تھا جیسا کہ انسانوں میں آدمؑ اصل ہیں۔"

شہرؒ بن حوشب فرماتے ہیں: ابلیس جنات میں سے تھا جن کو فرشتوں نے دھتکار دیا تھا اور بعض کو قید کر لیا تھا، پس وہ ان سب کو آسمان میں لے گیا۔ (ابن جریر)

مفسرین فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تا کہ ان کو زمین میں اتاریں اور ان کے بعد ان کی ذریت کو زمین میں رکھیں اور ان کے جسد کو زمین سے یعنی زمین کی مٹی سے صورت بخشیں تو ابلیس جو کہ جنات کا رئیس تھا اور اسی وجہ سے ان میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھا اور اس کا نام اس وقت عزازیل تھا تو وہ آدمؑ کے جسد کے گرد چکر لگانے لگا پھر جب اس نے دیکھا کہ وہ اندر سے کھوکھلے ہیں تو جان گیا کہ یہ ایسی مخلوق ہے جس کا اپنے آپ پر قابو نہ ہوگا تو ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا: "اگر تو اللہ نے مجھے تجھ پہ مسلط کر دیا تو میں تجھ کو ہلاک کر دوں گا اور اگر تجھے مجھ پہ مسلط کیا تو میں تیری نافرمانی کروں گا"۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے اندر روح پھونکی جیسا کہ آگے بھی آئے گا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کریں تو ابلیس کے دل میں ان کے خلاف شدید حسد اور بغض پیدا ہو گیا اور جس نے اس کو سجدہ کرنے سے روک دیا اور کہا: "میں بہتر ہوں اس سے، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔" اور حکم کی مخالفت کی اور اللہ جل جلالہٗ پر اعتراض کرنے لگا، اپنے قول میں سخت غلطی کی، اس بناء پر اپنے رب کی رحمت سے دور ہو گیا اور وہ مرتبہ جو اس نے اپنی بے انتہا عبادت گزاری کے بعد حاصل کیا تھا اس سے گرا دیا گیا اور اگرچہ فرشتوں کی شباہت اختیار کی مگر ان میں سے نہ ہو سکا اس لئے کہ وہ آگ سے پیدا کیا گیا تھا اور فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں چنانچہ اس کی طبیعت اس کو اس کی فطرت کی طرف لے گئی اور اس کو خیانت پر مجبور کر دیا اور وہ لوٹ گیا اپنی اصلی

فطرت ناریہ کی طرف۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

> ”فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کر دیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔“ (البقرۃ)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

> ”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے جو کہ جنات میں سے تھا تو اس نے اپنے رب کے حکم سے نافرمانی کی۔ پس کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو مجھے چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے، ظالمین کیلئے برا بدلہ ہے۔“ (الکہف:۵۰)

چنانچہ ابلیس کو ملاء اعلیٰ سے گرا دیا گیا اور اس کیلئے وہاں اتنی جگہ بھی نہیں چھوڑی گئی کہ اس میں رہ سکے اور زمین میں حقارت و ذلت اور رسوائی کے ساتھ اتار دیا گیا اور اس کیلئے جہنم کا وعدہ کر دیا گیا اور جو بھی اس کی اتباع کرے گا انسانوں اور جنوں میں سے اس کیلئے بھی جہنم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

باوجود اس سب کے شیطان نے مکمل طور پر بنی آدم کو گمراہ کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ اور ہر طرف اور ہر جانب سے بنی آدم کو ضلالت و گمراہی کی دلدل میں دھکیلنا چاہتا ہے اور اسی کوشش میں ہمہ وقت لگا ہوا ہے جیسا کہ خود قرآن کریم میں اس کا معاملہ مذکور ہے:

> ”کہنے لگا بھلا دیکھ تو یہ شخص جس کو تو نے مجھ سے بڑھا دیا: اگر تو مجھ کو ڈھیل دے قیامت کے دن تک تو میں اس کی اولاد کو بہکا دوں، مگر تھوڑے سے (کہ وہ بہکنے سے بچ جائیں) فرمایا جا پھر جو کوئی تیرے ساتھ ہوا ان میں سے سو دوزخ ہے تم سب کی سزا بدلہ پورا ہوا، اور بہکا لے ان میں سے جس کو تو بہکا سکے اپنی آواز سے اور چڑھا ان پر اپنے سوار اور پیادے، اور شرکت کر ان سے مال اور

اولاد میں اور وعدے دے ان کو، اور شیطان جو ان کو وعدہ دیتا ہے وہ سوائے دغابازی کے کچھ نہیں۔ وہ جو میرے بندے ہیں ان پر نہیں تیری حکومت اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے والا"(اسراء: ۶۵ تا ۶۶)

مصنف فرماتے ہیں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اگرچہ ہم آدمؑ کی تخلیق کے باب میں بیان کر چکے ہیں مگر دوبارہ بھی آگے بیان کریں گے۔ اور مقصود جو ہے اس واقعہ سے وہ یہ ہے کہ جنات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں اور بالکل بنی آدم کی طرح ان کے احوال ہیں، انہی کی طرح کھاتے پیتے ہیں اور انہی کی طرح نسل بڑھاتے ہیں ان میں مسلمان بھی ہوتے ہیں کافر بھی۔

جیسا کہ اسی کے بارے میں قرآن کریم کی سورۃ الجن نازل ہوئی جس میں تفصیل کے ساتھ جنوں کے احوال مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں:

> "تو کہہ مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے، پھر کہنے لگے ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب، کہ سجھاتا ہے نیک راہ سو ہم اس پر یقین لائے اور ہرگز نہ شریک بتلائیں گے ہم اپنے رب کا کسی کو، اور یہ کہ اونچی شان ہمارے رب کی، نہیں رکھی اس نے بیوی اور نہ بیٹا اور یہ کہ اس کا بیوقوف اللہ پر بڑھا کر باتیں کہا کرتا تھا، اور یہ کہ ہم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ بولیں گے آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ اور یہ کہ تھے کتنے مرد آدمیوں کے پناہ پکڑتے تھے، کتنے مردوں کی جنوں میں سے پھر تو وہ اور زیادہ سر چڑھنے لگے اور یہ کہ ان کو بھی خیال تھا کہ جیسا تم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ اٹھائے گا اللہ کسی کو، اور یہ کہ ہم نے ٹٹول کر دیکھا آسمان کو پھر پایا اس کو بھر رہے ہیں اس میں سخت چوکیدار اور انگارے، اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے پھر جو کوئی اب سننا چاہے وہ پائے اپنے واسطے ایک انگارہ گھات میں، اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ برا ارادہ ٹھہرا لیا ہے زمین

> کے رہنے والوں پر یا چاہا ہے ان کے حق میں ان کے رب نے راہ پر لانا۔ اور یہ کہ کوئی ہم میں نیک ہیں اور کوئی اس کے سوائے، ہم تھے کئی راہ پر بھٹکے ہوئے، اور یہ کہ ہمارے خیال میں آگیا کہ ہم چھپ نہ جائیں گے اللہ سے زمین میں اور نہ تھکا دیں گے اس کو بھاگ کر، اور یہ کہ جب ہم نے سن لی راہ کی بات تو ہم نے اس کو مان لیا پھر جو کوئی یقین لائے گا اپنے رب پر سو وہ نہ ڈرے گا نقصان سے اور نہ زبردستی سے اور یہ کہ کچھ ہم میں حکم بردار ہیں اور کچھ ہیں بے انصاف، سو جو لوگ حکم میں آگئے سو انہوں نے اٹکل کر لیا نیک راہ کو" اور جو بے انصاف ہیں وہ ہوئے دوزخ کے ایندھن، اور یہ حکم آتا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے راہ پر تو ہم پلاتے ان کو پانی بھر کر، تا کہ ان کو جانچیں اس میں، اور جو کوئی منہ موڑے اپنے رب کی یاد سے دے گا اس کو چڑھتے عذاب میں۔" (جن.۱۷۲۱)

مصنف فرماتے ہیں ہم نے اپنی تفسیر میں یہ پوری سورت ذکر کی ہے جبکہ پورا قصہ بھی ذکر کیا ہے سورۃ الاحقاف کے ذیل میں، وہیں ہم نے ان سے متعلقہ روایات بھی ذکر کی ہیں۔

اس واقعہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہ جنات جن کا سورۂ جن میں واقعہ مذکور ہے ایک قول کے مطابق یہ نصیبین کے تھے اور بعض افراد کی رائے یہ ہے کہ یہ "بصری" نامی جگہ کے جنات تھے اور وہ ایک مرتبہ جبکہ آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے "بطن نخلہ" کے مقام پر فجر کی نماز میں مشغول تھے تو یہ جنات کی جماعت وہاں سے گزری اور جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو وہاں رک گئے اور قرآن شریف سننے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو خاموشی کی تلقین کرنے لگے کہ قرآن سنو، چنانچہ اسکا بہت اثر لیا اور پھر وہ سب جمع ہو کر ایک رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوری رات آپ ان سے باتوں میں مشغول رہے تو انہوں نے آپ سے اپنے بعض معاملات کے بارے میں

استفسار کیا تو آپؐ نے ان کو بعض چیزوں کا حکم دیا اور بعض چیزوں سے منع فرمایا غذا کے بارے میں دریافت فرمایا کہ وہ کیا ہونی چاہیے؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہماری کھائی ہوئی ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اگر وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے تو اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے پہلے سے زیادہ گوشت لگا دیتے ہیں (کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے) اور ہمارے جانوروں کی مینگنیاں وہ تمہارے چوپاؤں کیلئے چارہ ہے' چنانچہ جنات اور ان کے دواب دونوں کیلئے غذا تجویز فرمادی۔''

اس بناء پر آپؐ نے ان دونوں چیزوں سے استنجاء کرنے سے منع فرمادیا اور فرمایا: یہ دونوں تمہارے جنات بھائیوں کی خوراک ہے۔'' اسی طرح آپؐ نے لوگوں کو سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ جنات کے مساکن ہیں۔

نیز آپؐ نے ان کو سورۂ رحمٰن سنائی تو جب بھی آپؐ اس آیت: ''فبای آلاء ربکما تکذبٰن'' یعنی تم اپنے پروردگار کو کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔'' کو پڑھتے تو وہ جنات کہتے: اے ہمارے رب آپ کی کوئی نعمت ایسی نہیں کہ جس کو ہم جھٹلا سکیں تمام تعریفیں آپ ہی کیلئے ہیں۔'' اسی بناء پر آپؐ نے جنات کی تعریف کی اور ایک موقع پر جبکہ آپؐ سورۂ رحمٰن لوگوں کو سنا رہے تھے اور وہ سب خاموش تھے اور کچھ نہیں بول رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہاً فرمایا:

> ''تم سے تو اچھے جنات ہیں کہ جب بھی اس آیت: ''فبای آلاء ربکما تکذبٰن'' کو سنتے تو کہتے: اے ہمارے رب آپ کی کوئی نعمت ایسی نہیں کہ جس کو ہم جھٹلا سکیں، تمام تعریفیں آپ ہی کیلئے ہیں۔''

اس حدیث کو ترمذی نے جابرؓ سے اور ابن جریر و بزار نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔

مومن جنات میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے۔ یا ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا صلہ صرف یہ ہوگا کہ ان کو جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا؟ دونوں قول ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے

کیونکہ قرآن کی آیات میں عموم ہے جس میں وہ بھی داخل ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

”اور جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اس کے لئے دو باغ ہیں، پس تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔“ (تو اس عموم کی وجہ سے اس میں انسان اور جنات سب داخل ہیں) تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو بتا کر بندوں پر احسان جتلا رہے ہیں اور ظاہر ہے اس میں جنات بھی شامل ہیں اگر وہ بندوں میں داخل نہ ہوتے تو ان کا ذکر نہ کرتے اور نہ ہی اس کو ان پر اپنی نعمتوں کو شمار کرتے، اور صرف یہی ایک دلیل بہت کافی ہے، اس مسئلہ کے حل کیلئے۔ واللہ اعلم۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ”ہمیں قتیبہ نے مالک عن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ عن ابیہ سے روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا کہ ابوسعید خدریؓ نے ان سے فرمایا:

”میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے پاس بکریاں اور ریوڑ ہیں اور تو ان سے محبت کرتا ہے پس جب تو جنگل میں ان کے ساتھ ہو اور نماز کا وقت آنے پر اذان کہے تو اپنی آواز کو بلند کر زیادہ سے زیادہ، کیونکہ مؤذن کی آواز جنات، انسان اور جو کوئی چیز بھی سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے دیتی ہے۔“

ابوسعید فرماتے ہیں: ”میں نے یہ حدیث رسول اللہؐ سے خود سنی ہے۔“ اور اس میں بخاری منفرد ہیں جبکہ مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

جہاں تک کافر جنوں کا تعلق ہے تو ان میں شیاطین بھی داخل ہیں اور شیاطین میں سب سے بڑا اور سردار ابلیس ہے جو کہ آدم ابوالبشر کا دشمن ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی ذریت کو آدمؑ اور ان کی ذریت پر مسلط کر دیا ہے لیکن ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اس شخص کی کفالت بھی فرماتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اس کے رسولوں کی تصدیق کرے اور اس کی شریعت کی اتباع کرے اور شیاطین کی نافرمانی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

”وہ جو میرے بندے ہیں ان پر نہیں تیری کوئی حکومت اور تیرا

رب کافی ہے کام بنانے والا۔" (سورۂ اسراء: ۶۵)

نیز فرمایا:

"اور سچ کر دکھائی ان پر ابلیس نے اپنی اٹکل پھر اسی کی راہ پر چلے مگر تھوڑے سے ایماندار، اور اس کا ان پر کوئی زور نہ تھا مگر اس قدر کہ معلوم کر لیں ہم اس کو جو یقین لاتا ہے آخرت پر جدا کر کے اس سے جو آخرت کی طرف سے دھوکہ میں رہتا ہے اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔" (سورۂ سبا ۲۰۔ ۲۱)

اور فرمایا آدمؑ کے واقعہ میں:

"اے آدم کی اولاد نہ بہکائے تم کو شیطان جیسا کہ اس نے نکال دیا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اتروائے ان سے ان کے کپڑے، تا کہ دکھلائے ان کو شرمگاہیں ان کی وہ دیکھتا ہے تم کو اور اس کی قوم جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے، بیشک ہم نے شیطان کو ان لوگوں کا رفیق کر دیا جو ایمان نہیں لاتے۔" (سورۂ اعراف ۲۷)

ایک اور جگہ آدمؑ کا واقعہ بیان فرمایا:

"اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کو کھنکھناتے، سڑے ہوئے گارے سے پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے تو گر پڑو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے، تب سجدہ کیا ان فرشتوں نے سب نے مل کر مگر ابلیس نہ مانا کہ ساتھ ہو سجدہ کرنے والوں کے، فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو کہ ساتھ نہ ہوا سجدہ کرنے والوں کے! بولا میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو جس کو تو نے بنایا کھنکھناتے ہوئے سڑے ہوئے گارے سے فرمایا تو تو نکل یہاں سے تجھ پر پھٹکار، مار ہے، اور تجھ پر پھٹکار رہے انصاف کے دن تک، بولا اے رب تو

> مجھ کو ڈھیل دے اس دن تک کہ مردے زندہ ہوں، فرمایا کہ تجھ کو ڈھیل دی، ایک مقررہ دن تک، بولا اے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھو دیا میں بھی ان سب کو بہاریں دکھلاؤں گا زمین میں اور راہ سے کھو دوں گا ان سب کو، مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں، فرمایا! یہ راہ مجھ تک سیدھی، جو میرے بندے ہیں تیرا ان پر کچھ زور نہیں، مگر جو تیری راہ پر چلا بہکے ہوؤں میں اور دوزخ کا وعدہ ہے ان سب کا! اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے واسطے ان میں سے ایک فرقہ ہے بانٹا ہوا۔" (سورۂ حجر: ۲۸ تا ۴۴)

مصنف فرماتے ہیں اس قسم کا مضمون اللہ تعالیٰ نے کئی سورتوں میں بیان فرمایا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں سورۂ اعراف میں اور سورۂ اسراء میں، سورۂ طٰہٰ میں اور سورہ ص میں۔ اور ہم نے ہر مقام پر اپنی تفسیر کے اندر کچھ نہ کچھ تفصیل ذکر کی ہے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور آگے بھی ہم آدم کا پورا واقعہ ذکر کریں انشاء اللہ۔

مقصود ان آیات سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ نے ابلیس کو قیامت تک جو چھوٹ دی ہے وہ اپنے بندوں کی آزمائش اور امتحان کیلئے دی ہیں جیسا کہ خود حق سبحانہٗ وتقدس نے ارشاد فرماتے ہیں:

> "اور اس کا ان پر کچھ زور نہ تھا مگر اتنے واسطے کہ معلوم کریں ہم کہ جو یقین لاتا ہے آخرت پر جدا ہو کر اس سے جو آخرت کی طرف سے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔" (سورۂ سبا: ۲۱)

نیز دوسری جگہ ارشاد ہے:

> "اور بولا شیطان جب فیصلہ ہو چکا سب کام بیشک اللہ نے تم کو دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا پھر جھوٹا کیا اور میری تم پر کچھ حکومت نہ تھی، مگر یہ کہ میں نے بلایا تم کو پھر تم نے مان لیا میری

بات کو سو الزام نہ دو مجھ کو اور الزام دو اپنے آپ کو، نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں گا اور نہ تم میری فریاد کو پہنچو، میں منکر ہوں جو تم نے مجھ کو شریک بنایا تھا اس سے پہلے، البتہ جو ظالم ہیں ان کے لئے عذاب ہے دردناک، اور داخل کئے گئے جو لوگ ایمان لائے تھے اور کام کئے تھے نیک، باغوں میں جن کی نیچے نہریں بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں ان میں اپنے رب کے حکم سے، ان کی ملاقات ہے وہاں سلام۔'' (سورۂ ابراہیم: ۲۲۔۲۳)

چنانچہ ابلیس ''اللہ کی اس پر مار ہو'' ابھی بھی زندہ ہے اور قیامت تک قرآن کے موافق زندہ رہے گا اور اس کا تخت پانی کے اوپر ہے اس پر ڈیرا جمایا رہتا ہے اور اپنے چیلوں کو لوگوں کے درمیان شر اور فتنے پھیلانے کیلئے بھیجتا رہتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''بیشک شیطان کا مکر بہت ہی کمزور ہے۔'' (النساء: ۷۶)

اس کا نام اس بڑی نافرمانی (آدمؑ کو سجدہ نہ کرنا) سے پہلے عزازیل تھا، ''نقاش کہتے ہیں: اس کی کنیت ''ابو کردوس'' تھی اور اسی بناء پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد (یہ آپ کے زمانے میں ایک مشکوک شخص تھا اس کی عجیب و غریب حرکتیں تھیں جس کی بناء پر اس کے بارے میں شک تھا کہ کہیں آگے جا کر یہی دجال نہ بنے کیونکہ اس میں بہت سی باتیں اس کے مشابہ تھیں آپؐ نے مختلف مواقع پر اس کا پیچھا کیا اور اس کے احوال جاننے چاہے اور اس سے مختلف سوالات کئے جس کے اس نے عجیب جوابات دیئے یہ بھی ان میں سے ایک سوال ہے) سے پوچھا کہ وہ کیا دیکھتا ہے؟ تو اس نے کہا! میں تخت دیکھتا ہوں جو کہ پانی کے اوپر ہے، تو آپؐ نے اس سے فرمایا: ذلیل رہ اور تیری قدر ہرگز نہ بڑھے۔'' تو آپؐ نے جان لیا کہ ابن صیاد کے اندر جو مادہ مکاشفہ ہے جس نے اس کے لئے یہ منظر منکشف کر دیا کہ وہ سمندر کے اوپر تخت کو دیکھ رہا تھا یہ مادہ اس کو شیطان کی جانب سے ملا تھا اسی بناء پر ابن صیاد کو صرف سمندر کے اوپر شیطان کا

تخت دکھائی دے رہا تھا، اس لئے آپؐ نے اس سے فرمایا: ”ذلیل ہو اور تیری قدر ہرگز نہیں بڑھے گی یعنی یہ باتیں کر کے اور ڈینگیں مار کے تیری کمترین اور گھٹیا، حقیر قدر میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا بلکہ تو زیادہ نامراد ہوگا۔“

شیطان کے تخت کا سمندر میں ہونے کی دلیل امام احمد کی روایت کردہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا ہمیں ابو مغیرہ نے صفوان سے انہوں نے ماعز التمیمی عن جابر بن عبداللہؓ سے حدیث بیان کی انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”ابلیس کا تخت سمندر میں ہے اور وہ ہر روز اپنے لشکروں کو لوگوں کے درمیان فتنہ برپا کرنے کیلئے بھیجتا ہے اور اس کے نزدیک درجہ کے اعتبار سے سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے بڑا فتنہ پرداز ہے۔“

امام احمدؒ نے یہ حدیث روح عن ابن جریج عن ابوالزبیر عن جابر ابن عبداللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے بھی انہی الفاظ میں نقل کی ہے۔ اور اس سند میں وہ منفرد ہیں۔

نیز امام احمد فرماتے ہیں: ہمیں مؤمل نے حماد سے حدیث بیان کی انہوں نے علی بن زید عن ابی نضرۃ عن جابرؓ ابن عبداللہ سے انہوں نے فرمایا کہ آپؐ نے ابن صیاد سے فرمایا: ”تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں پانی پر تخت دیکھ رہا ہوں اور اس کے ارد گرد زندگی ہے، تو آپؐ نے فرمایا: سچ کہا وہ شیطان کا تخت ہے۔“ مسند جابر میں بھی اسی طرح منقول ہے۔ اور ابوسعیدؓ کی مسند میں بھی اس حدیث کو سند متصل کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں۔ نیز امام احمد ماعز التمیمی اور ابوالزبیر عن جابر بن عبداللہ کے طریق سے آپؐ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

”بیشک شیطان اس بات سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ مسلمان اسکی عبادت کریں لیکن اس بات سے مایوس نہیں ہوا کہ ان کو وسوسے میں ڈال دے (اور وہ اسکے ذریعہ بھٹک جائیں)

امام مسلمؒ اعمش سے حدیث بیان کرتے ہیں وہ ابوسفیان طلحہ بن نافع عن جابر

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں میں فتنہ برپا کریں چنانچہ اس کے نزدیک سب سے بڑا درجہ کے اعتبار سے وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرنے والا ہو، پس ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں برابر ایک شخص کو بہکاتا رہا حتیٰ کہ وہ اللہ کی نافرمانی میں الٹی سیدھی باتیں کرنے لگا تو شیطان کہتا ہے ہونہہ! تو نے کچھ کام نہیں کیا! پھر ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے: میں برابر ایک شخص سے چمٹا رہا یہاں تک کہ اس کے اور اس کے گھر والوں کے درمیان تفرقہ ڈال دیا۔ راوی کہتے ہیں چنانچہ شیطان اس کو اپنے قریب بلاتا ہے اور اس کی قدر کرتے ہوئے کہتا ہے ہاں! تو نے کارنامہ انجام دیا۔"

مصنف اس حدیث کو اپنی تفسیر کے اندر قرآن کریم کی اس آیت: "مـــــا یفرقون به بین المرء و زوجه۔ الخ" کے تحت لاتے ہیں۔ (البقرۃ: ۱۰۲) یعنی سحر اور جادو یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جو کہ وہ انسانوں اور جنات وغیرہ کے اوپر کرتا ہے تاکہ آپس میں بے انتہا محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کے خیر خواہوں کے درمیان تفرقہ ڈال دیں اور ان کو ایک دوسرے کا دشمن بنادیں۔ اور ظاہر ہے یہ بات جس طریقے سے بھی پیدا ہو اور جو بھی اس کا سبب بنے وہ شیطان کی نظر میں بجا طور پر اہمیت کا حامل ہوگا اور اس کا شکر گزار رہوگا۔

چنانچہ ہر وہ چیز جس پر اللہ کو غصہ آتا ہے اس پر وہ راضی ہے اور ہر وہ چیز جس کی اللہ نے مذمت کی ہے اس کی وہ تعریف کرتا ہے۔ اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو اس پر اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس سحر وغیرہ کے عمل سے بچنے کیلئے مسلمانوں کیلئے اپنی کتاب کے اندر دو سورتیں معوذتین نازل کیں اور ان کے اندر اسباب شر اور ان کی اقسام وانواع بیان فرما کر ان سے پناہ مانگنے کا طریقہ بتایا ہے۔ خصوصاً سورۃ الناس کے اندر فرمایا:

"کہہ دیجئے میں پناہ میں آتا ہوں لوگوں کے رب کی، جو لوگوں کا بادشاہ، لوگوں کا معبود، بدی سے اس کی جو بہکائے اور چھپ جائے، وہ جو خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دل میں

جنات میں سے اور آدمیوں میں سے۔" (سورۃ الناس)

صحیحین کے اندر انسؓ سے اور بخاری کے اندر صفیہؓ سے بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بیشک شیطان انسان کے اندر خون کے ساتھ دوڑتا ہے"۔

حافظ ابو یعلی الموصلی سند متصل کے ساتھ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک شیطان اپنی سونڈ کو ابن آدم کے قلب پر رکھتا ہے پس اگر وہ اللہ کا ذکر کرے تو اس کو ہٹا لیتا ہے، اور اگر بھول جائے تو شیطان اس کے قلب کو لقمہ بنا لیتا ہے" اور یہی دراصل "وسواس الخناس" ہے۔ اور چونکہ اللہ کا ذکر شیطان سے دوری کا سبب ہے اور قلب کو اس کے اثرات سے بچانے کا ذریعہ ہے اسی بناء پر اللہ نے اس میں بھولے ہوؤں کیلئے نصیحت رکھ دی جیسا کہ فرمایا: "اپنے رب کو یاد کرو جب تو بھول جائے۔" (الکہف: ۲۴) اور موسیٰ کے قصے کے اندر، موسیٰ نے اپنے جوان سے فرمایا، قرآن کے الفاظ میں:

"اور اس کو نہیں بھلایا مگر شیطان نے اس بات سے کہ اس کو یاد رکھتا۔"

(الکہف: ۶۳) ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "پس شیطان نے اس کو اپنے رب کے ذکر سے بھلا دیا۔" (یوسف: ۴۲) یعنی یوسفؑ کے واقعے کے اندر جب جیل سے رہا ہونے والے ساقی سے یوسفؑ نے فرمایا تھا کہ "میرا ذکر کرنا اپنے بادشاہ کے پاس" (یوسف: ۴۲) تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اس ساقی کو شیطان نے اس بات سے بے پرواہ کر دیا اور وہ بھول گیا کہ یوسفؑ نے اس سے کچھ کہا تھا اور اپنے بادشاہ کے سامنے کچھ نہ کہا اور یہ شیطان کے سبب سے ہوا تھا، جس کی بناء پر "ٹھہرے جیل میں مزید چند سال" (یوسف: ۴۲) اس کے بعد کافی عرصے کے بعد اس کو یاد آیا کہ یوسفؑ نے کچھ کہا تھا جس کو قرآن نے اس انداز سے بیان فرمایا:

"اور کہا اس شخص نے جس نے نجات پائی (جیل سے) ان دونوں (قیدیوں) میں سے، اور ایک عرصے کے بعد اس کو یاد آیا۔" (یوسف: ۴۵) یعنی اس کو یاد آیا کہ یوسفؑ نے مجھے کہا تھا: "اذکرنی عند ربک" ایک طویل عرصہ بھولنے کے بعد۔

مصنف فرماتے ہیں اس ساری تفصیل سے پتہ چلا کہ بھولنے والا جو تھا وہ بادشاہ کا ساقی تھا اور یہی صحیح قول ہے دونوں اقوال میں سے جیسا کہ ہم نے اپنی تفسیر کے اندر بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم۔

امام احمد فرماتے ہیں سند متصل کے ساتھ رسول اللہؐ سے کہ آپؐ کے ردیف نے فرمایا کہ آپؐ جس حمار پر سواری فرما رہے تھے اس نے بہکنا شروع کر دیا تو میں نے کہا ہلاک ہو شیطان! تو آپؐ نے فرمایا یوں مت کہو کہ شیطان ہلاک ہو کیونکہ جب تم یوں کہو گے کہ شیطان ہلاک ہو جائے تو وہ اور پھول جائے گا تکبر سے اور کہے گا کہ میں نے اس کو اپنی قوت سے پچھاڑ دیا۔ اور جب تو اللہ کا نام لے گا تو ذلت کے مارے گھٹ جائے گا اور مکھی کے برابر ہو جائے گا۔'' اس میں امام احمد منفرد ہیں لیکن سند جید ہے۔

نیز امام احمد سند متصل کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

> ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں سوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتا ہے اور اس کو قابو کرتا ہے جیسا کہ آدمی اپنی سواری کو قابو کرتا ہے پس اگر تو وہ اس کے قابو میں آجاتا ہے تو اس کی زبان باندھ دیتا ہے یا پھر لگام لگا دیتا ہے۔'' ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''لوگوں یہ یہ حالتیں تم دیکھتے ہی ہوگے جہاں تک زبان باندھنے کا تعلق ہے تو ایسے شخص کو تم دیکھو گے وہ عبادت کے سوا اور چیزوں میں مشغول ہو گا لیکن اللہ کا ذکر نہیں کرے گا۔ اور جس کو لگام لگاتا ہے تو وہ شخص اللہ کا ذکر نہیں کرتا بلکہ منہ کھول کر ہنستا ہے یا پھر باتیں کرتا ہے۔''

اس میں بھی امام احمد منفرد ہیں۔

نیز ایک اور حدیث سند متصل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں:

''کہ آپؐ نے فرمایا: نظر کا لگنا برحق ہے، اور یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ وہ ابن آدم سے حسد کرتا ہے۔''

امام احمد نے یہ حدیث بھی سند متصل سے ابن عباسؓ سے مروی کی ہے کہ فرمایا: ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! میرے دل میں بعض خیالات آتے ہیں اگر میں آسمان سے گرادیا جاؤں تو یہ بات مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ ان خیالات کو زبان پر لاؤں تو آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے شیطان کے مکر کو وسوسہ تک محدود رکھا۔'' (یعنی صرف خیال آیا ہے تو کوئی گناہ نہیں ہوا بلکہ اس کا مکر اتنا کمزور ہے کہ صرف خیال تک محدود ہے بشرطیکہ اس پر عمل نہ کیا جائے) اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے منصور سے نقل کی ہے جبکہ نسائی نے اور اعمش دونوں نے ایک راوی ابوذر عبداللہ کا اضافہ کیا ہے۔

امام بخاریؒ سند متصل کے ساتھ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ سے یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے وسوسہ کے طور پر کہ اس کو کس نے پیدا کیا؟ اس کو کس نے پیدا کیا؟ اسی میں الجھا کر آخر میں کہتا ہے تیرے رب کو کس نے پیدا کیا (نعوذ باللہ من ذالک۔ یعنی اس سوال سے اس کو کفر میں داخل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔) تو جب وہ اس سوال پر پہنچے گا تو اللہ کی پناہ چاہے اور اس کو چھوڑ دے۔'' مسلم نے اس حدیث کو لیث سے نقل کیا ہے اسی طرح زھری اور ھشام بن عروہ سے دونوں عروہ سے نقل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ''جن لوگوں کے دل میں ڈر ہے جہاں پڑگیا ان پر شیطان کا گزر چونک گئے پھر اسی وقت ان کو عقل آجاتی ہے۔'' (اعراف ۲۰۱)

نیز سورۂ مومنون میں ہے:

> ''اور کہہ دیجئے کہ میں پناہ مانگتا ہوں اے رب آپ کی شیطان کی چھیڑ چھاڑ سے اور اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔'' (مومنون ۹۷۔۹۸)

اور سورۂ اعراف میں فرمایا:

> "اور اگر ابھارے تجھ کو شیطان کی چھیڑ تو پناہ مانگ اللہ سے وہی
> ہے سننے والا جاننے والا۔" (الاعراف:۲۰۰)

اور ایک جگہ یہ فرمایا:

> "سو جب تو پڑھے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے، اس
> کا زور نہیں چلتا ان پر جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ
> کرتے ہیں۔ اس کا زور تو انہی پر ہے جو اس کو رفیق سمجھتے ہیں، اور
> جو اس کو شریک مانتے ہیں۔" (النحل:۹۸تا۱۰۰)

امام احمدؒ اور اصحاب سنن وغیرہ ابو متوکل عن ابی سعید کے طریق سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

> "میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں جو کہ سننے والا جاننے والا ہے
> شیطان مردود سے اس کے وسوسہ سے، اس کے پھونکنے سے اور
> اس کے تھتکارنے سے۔"

اور اسی طرح کا مضمون جبیر بن مطعم اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو سمہ الباھلی وغیرہ کی احادیث میں بھی منقول ہے۔ حدیث کی تفسیر یہ ہے کہ راوی فرماتے ہیں:

صحیحین میں انسؓ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو فرماتے "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں خبیث جنوں اور خبیث جنیوں سے۔" بہت سے علماء فرماتے ہیں: ان سے مراد شیاطین مذکر و مؤنث ہیں۔

امام احمد سند متصل کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے جو بیت الخلاء تک آئے اس کو چاہئے کہ پردہ کرے اگر پردہ کے قابل کچھ نہ پائے تو مٹی کا کچھ ڈھیر جمع کرلے اور اس کی اوٹ میں فارغ ہو اس لئے کہ شیطان بنی آدم کے مقاعدہ سے کھیلتا ہے تو جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا ورنہ کچھ حرج نہیں۔"

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں سندِ متصل کے ساتھ عدی ابن ثابت سے کہ انہوں نے سلیمان بن صرد سے نقل کیا ہے فرمایا:

> ”دو شخصوں نے آپ کی مجلس میں ایک دوسرے کو گالی دی ہم وہیں موجود تھے ان میں سے ایک نے دوسرے کو غصہ کی حالت میں گالی دی اور غصہ میں اس کا رنگ سرخ ہو رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا:“ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ (غصہ کرنے والا) اس کو کہہ لے تو اس سے غصہ دور ہو جائے، وہ کہے: اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ”تو لوگوں نے کہا اس شخص سے کہ تو نہیں سنتا کہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ میں مجنون نہیں ہوں۔“ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

امام احمد سندِ متصل کے ساتھ ابن عمرؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

”تم میں سے کوئی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھا اور نہ بائیں ہاتھ سے پیئے، اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔“ یہ حدیث صحیحین کی شرط پر ہے جبکہ ایک دوسرے طریق سے اس میں منقول ہے۔

نیز امام احمد سندِ متصل کے ساتھ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے بائیں ہاتھ سے کھایا اس کے ساتھ شیطان شریک ہو جاتا ہے اور جس نے بائیں ہاتھ سے پیا تو اس کے ساتھ بھی شیطان شریک ہو جاتا ہے۔“

نیز امام احمد سے یہ بھی منقول ہے کہ آپؐ نے ایک شخص کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیرے ساتھ بلی پانی پیئے؟ تو اس نے کہا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا: پس اس سے زیادہ بری چیز نے تیرے ساتھ پانی پیا ہے اور وہ شیطان ہے۔“ (کھڑے ہو کر پانی پینے سے پانی کی بجائے شیطان اندر جاتا ہے) اس طریق میں امام احمد منفرد ہیں۔

ایک اور حدیث سندِ متصل کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے کہ آپؐ

نے فرمایا:

> ''اگر کھڑے ہو کر پانی پینے والا جان لے کہ اس کے پیٹ میں کیا
> جا رہا ہے تو جو کچھ پیا اس کو قے کر دے۔''

ایک حدیث سند متصل کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ ابن زبیرؓ نے جابرؓ سے سوال کیا کیا آپ نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا آپؐ نے فرمایا: جب بندہ اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے ہوئے اور کھانا کھاتے ہوئے اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے اس گھر میں نہ ٹھکانہ ہے اور نہ ہی کھانا ملے گا (اور وہاں سے بھاگ جاتا ہے) اور اگر داخل ہوتے ہوئے اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے کہ رات کیلئے ٹھکانہ مل گیا اور کھانا کھاتے ہوئے بھی اللہ کا نام بھول جائے تو شیطان کہتا ہے کہ ٹھکانہ بھی مل گیا اور کھانا بھی۔'' فرمایا جابرؓ نے کہ جی ہاں! سنا ہے۔''

امام بخاریؒ سند متصل کے ساتھ ابن عمرؓ سے رسول اللہ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

> ''جب سورج کا کنارہ طلوع ہو تو نماز چھوڑ دو یہاں تک کہ پورا ظاہر ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غروب ہو جائے تب بھی نماز چھوڑ دو یہاں تک کہ پورا غائب ہو جائے اور اپنی نمازوں کو سورج کے طلوع اور غروب کے وقت شروع مت کرو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے (یعنی جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے) ہشام راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آپؐ نے لفظ شیطان کہا تھا یا شیاطین۔'' (مسلم، نسائی)

نیز بخاری یہ حدیث بھی سند متصل کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

> ''آگاہ ہو جاؤ! بیشک فتنے اس طرف ہیں! آگاہ ہو جاؤ! بیشک

فتنے اس طرف ہیں جو کہ ظاہر ہوں گے شیطان کے سینگوں کے ظہور کی طرح"۔

بخاری اس سند میں منفرد ہیں۔ نیز سنن میں یہ حدیث بھی مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا

"سورج اور سائے دونوں میں بیک وقت نہ بیٹھو اور فرمایا کیونکہ یہ شیطان کی مجالس میں سے ہے۔

اس حدیث کے بہت سارے مطالب بیان کئے گئے ہیں ان میں سے جو بہت زیادہ مناسب ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکم اس وجہ سے دیا گیا ہے کیونکہ جب آدمی اس حالت میں بیٹھا ہوتا ہے تو خلقت کے اعتبار سے نہایت بدصورت اور بدہیئت نظر آتا ہے اور یہ حالت شیطان کی پسندیدہ ہے کیونکہ اصل میں اس کی فطرت وخلقت ہی بدصورت ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں اسی بناء پر اللہ رب العزت نے جہنم کو اس کی بدصورتی سے تشبیہ دی کہ فرمایا:

"اس کی جڑیں گویا کہ شیاطین کے سر ہیں۔" (صافات: ۶۵)

مصنف فرماتے ہیں یہاں شیطان کے سر سے مراد شیاطین ہی ہیں نہ کہ سانپ وغیرہ جیسا کہ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سانپ وغیرہ ہیں، واللہ اعلم۔

اور شیاطین کی خباثت قباحت اور فرشتوں کی خوبصورتی اور حسن کو تمام انسان جانتے ہیں کہ دونوں ان صفات سے متصف ہیں اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو تشبیہ دی شیطان کے سر سے اور فرشتوں کو خوبصورتی کے ساتھ تشبیہ دی جب حضرت یوسفؑ کے قصے میں عورتوں نے یوسفؑ کا دیدار کیا تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا کہ خدا کی قسم! یہ تو کوئی انسان نہیں بلکہ کوئی معزز فرشتہ ہے۔" (یوسف: ۳۱) ان کے حسن سے متاثر ہو کر یہ بات کہی۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں سند متصل کے ساتھ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"جب رات اپنے پر پھیلانا شروع کرے تو اپنے بچوں کو باہر

> جانے سے روک دو اس لئے کہ شیاطین اس وقت پھیلتے ہیں پھر جب کچھ وقت گزر جائے عشاء کے بعد تو ان کو چھوڑ دو، اور اپنے دروازوں کو بند کر دو اللہ کا نام لو، اپنے چراغ کو بجھاؤ اور اللہ کا نام لو اور مشکیزے کو باندھ دو اور اللہ کا نام لو، اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو اور اللہ کا نام لو، اگرچہ وہ ڈھانپنا کسی لکڑی وغیرہ کو عرضاً رکھ کر ہی ہو (جبکہ ڈھانپنے کیلئے کوئی پوری چیز میسر نہ ہو)۔ (الحدیث)

اس روایت کو امام احمدؒ نے بھی روایت کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔ امام احمد سے یہ حدیث بھی سندِ متصل سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے دروازوں کو بند کر لو، اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو، اپنے مشکیزوں کو باندھ دو اپنے چراغ بجھا دو، اس لئے کہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھول سکتا اور نہ ہی "ڈھکنا" اٹھا سکتا ہے اور نہ گرہ کھول سکتا ہے۔ اور ایک چھوٹی سی چوہیا گھر والوں پر ان کے گھر کو جلا دیتی ہے (یعنی چوہا بعض اوقات رات میں کچھ ایسے کام کر دیتا ہے جس سے گھر والوں کا نقصان ہو جاتا ہے اس لئے یہ حکم فرمائے۔)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

> "جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے اور جماع کا ارادہ کرے تو کہے: اے اللہ ہم کو شیطان سے بچا اور جو تو ہمیں رزق عطا کرے تو اس کو بھی شیطان سے بچا اس کے بعد اگر ان کے کوئی اولاد ہوئی ہے تو شیطان اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ اس پر تسلط رکھ سکتا ہے۔" (بخاری)

امام بخاری نے یہ روایت اعمش کے طریق سے بھی اور موسیٰ بن اسماعیل کے طریق سے بھی روایت کی ہے۔

امام بخاریؒ ایک اور حدیث سندِ متصل سے بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”شیطان تمہارے سروں کے اوپر تین گرہیں باندھ دیتا ہے جبکہ تم سوئے ہوئے ہوتے ہو اور ہر گرہ باندھتے وقت یہ کہتا ہے کہ تجھ پر رات طویل ہو جائے بس سوتا رہ! پھر اگر وہ بندہ بیدار ہوتا ہے تو اگر اللہ کا نام لیتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وہ وضو بھی کر لے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز بھی پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور صبح وہ اس حال میں ہوتا ہے کہ چست اور ہشاش بشاش ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ کرے تو صبح کو سستی اور کاہلی اس کے جسم و جان پر چھا جاتی ہے۔“

نیز امام بخاریؒ نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

> ”جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو وضو کرے اور تین مرتبہ ناک صاف کرے اس لئے کہ شیطان اس کے ناک کے بانسہ پر رات گزارتا ہے۔“

اس کو امام مسلم نے بھی بشر بن الحاکم کے طریق سے روایت کیا ہے۔

امام بخاریؒ نے ایک روایت یہ بھی ذکر کی ہے کہ ”حضور اکرم ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ رات بھر سوتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی (نہ تہجد پڑھی اور نہ فجر، حالانکہ اس وقت تہجد کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا تھا) تو آپؐ نے فرمایا: یہ ایسا شخص ہے کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا“۔ (اذان کی آواز نہ سن سکا)

راوی کہتے ہیں فی اذنیہ فرمایا یا اذنہ اس روایت کو مسلم نے ابن ماجہ اور نسائی نے بھی ذکر کیا ہے۔ مختلف طریق سے۔

اسی طرح امام بخاریؒ نے ایک روایت یہ بھی ذکر کی ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

> ”جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان اس کی آواز سن

> کر پیٹھ پھیر کر ریح خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے پھر جب اذان مکمل ہوجاتی ہے تو واپس آجاتا ہے پھر جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر بھاگتا ہے، پھر جب تکبیر مکمل ہوجاتی ہے تو پھر آجاتا ہے اور انسان اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر! فلاں بات یاد کر یہاں تک کہ نمازی کو یاد ہی نہیں رہتا کہ میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، اور جب تین یا چار رکعتوں کے بارے میں یاد ہی نہیں رہتا تو سجدہ سہو کرتا ہے۔"

اس طریق سے امام بخاری منفرد ہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

> "صفوں کو ملاؤ، اس لئے کہ شیطان درمیان میں داخل ہو جاتا ہے"۔

نیز امام احمد نے یہ حدیث بھی بیان فرمائی کہ آپؐ نے فرمایا:

> "اپنی صفوں کو ملاؤ اور مل مل کر کھڑے ہو اور گردنیں ایک محاذات میں کرلو پس اس ذات کی قسم کی جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے بے شک میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صفوں کی خالی جگہوں میں داخل ہوتا ہے گویا کہ وہ بکری کا چھوٹا بچہ ہو"۔

امام بخاریؒ سند متصل کے ساتھ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

> "جب نماز میں تمہارے سامنے سے کوئی گزرے تو اس کو روک دو، اگر پھر بھی گزرے تو بھی روک دو پھر بھی گزرے تو اس کے ساتھ قتال کرو اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔"

نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں ابو احمد نے مرہ بن معبد سے انہوں نے ابو عبید حاجب سلیمان سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے عطاء بن یزید اللیثی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے تو میں ان کے سامنے سے گزر کر جانے لگا تو انہوں نے مجھے روکا

اور یہ حدیث بیان کی کہ:

> ”رسول اللہؐ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھ رہے تھے اور وہ آپؐ کے پیچھے تھے پس آپؐ پر قرأت میں التباس ہوگیا اور نماز لمبی ہوگئی تو جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اگر تم مجھے دیکھ لیتے اور شیطان کو (تو تمہیں پتہ چل جاتا قرأت میں التباس ہونے کا) میں نے اپنے ہاتھ سے اس کو روکا اور برابر اس کا گلا گھونٹتا رہا یہاں تک کہ اس کے منہ کے لعاب کی تری میں نے اپنی ان دو انگلیوں ابہام اور اس کے ساتھ والی پر محسوس کی' اور اگر میرے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو صبح کو تم اسے مسجد کے کسی ستون کے ساتھ بندھا ہوا پاتے کہ مدینہ کے بچے اسکے ساتھ کھیل رہے ہیں، پس تم میں سے جو اس بات کی استطاعت رکھے کہ اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان سے کوئی نہ گزر تو اس کو چاہئے کہ ایسا ہی کرے۔“

امام بخاریؒ فرماتے ہیں سند متصل کے ساتھ کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر فرمایا: ”کہ میرے پاس شیطان آیا اور کوشش کرنے لگا کہ میری نماز توڑ دے پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دے دی۔“ اور پورا قصہ بیان کیا' اس کو مفصلاً مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

بخاریؒ نے قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کی دعا کے الفاظ جو ہیں: ” رب اغفرلي وهب لي “یعنی اے رب مجھے معاف کردے اور مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو بھی نہ ملے' بے شک تو زبردست عطا کرنے والا ہے۔“ (ص:۳۵)

تو اس کے ذیل میں آپؐ کے یہ الفاظ بیان فرمائے کہ آپؐ نے فرمایا: ”بیشک ایک عفریت جن گزشتہ رات مجھ پر جھپٹا یا اسی طرح کا کوئی اور لفظ آپ نے فرمایا تاکہ میری نماز توڑ دے، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دے دی، میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ صبح کو تم سب اس کو دیکھ سکو، پس مجھے اپنے

بھائی سلیمانؑ کا یہ قول یاد آ گیا: (رب اغفرلی وھب لی ملکاً تو اس کو ذلیل کر کے لوٹا دیا۔" (حضرت سلیمانؑ نے جو یہ دعا مانگی تھی تو آپ کو خیال آیا کہ ایسی بادشاہت تو سلیمانؑ کی تھی اب اگر میں نے بھی یہ کام کیا تو ایک طرح سے ان جیسی حکومت مجھے بھی مل گئی، لہٰذا آپ کو یہ بات پسند نہیں آئی اُن کی دعا کا میں بھی مصداق بنوں اس وجہ سے اس کو چھوڑ دیا)

مسلمؒ نے یہ حدیث بیان کی کہ آپ نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو ہم نے سنا کہ آپ کہہ رہے تھے:

> "میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں تجھ سے، یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا، پھر فرمایا تجھ پر اللہ کی لعنت ہو تین مرتبہ اور پھر اپنا ہاتھ پھیلایا آگے کی جانب گویا کہ کسی چیز کو پکڑ رہے ہوں، پس جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! آج ہم نے آپ سے ایک ایسی بات سنی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی اور آپ نے نماز میں ہاتھ بھی پھیلایا تھا، تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ کا دشمن شیطان آگ کا ایک انگارہ لے کر آیا میرے پاس تاکہ اس کو میرے چہرے پر ڈال دے تو میں نے کہا: اعوذ باللہ منک، تین مرتبہ پھر میں نے کہا تجھ پر اللہ کی بھرپور لعنت ہو چنانچہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکا پھر میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پکڑوں لیکن خدا کی قسم اگر ہمارے بھائی سلیمانؑ کی دعوت نہ ہوتی تو صبح کو تم اس کو بندھا ہوا دیکھتے کہ مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیل کر رہے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> "پس دنیا کی زندگانی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ تمہیں دھوکہ میں ڈالے اللہ سے وہ بڑا دھوکہ باز ہے" یعنی شیطان (لقمان: ۳۳)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> "بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اس کو دشمن سمجھو، بیشک وہ
> جمع کرتا ہے لشکروں کو تاکہ کردے ان کو جہنم والوں میں سے۔"
> (فاطر:۶)

چنانچہ شیطان نے اپنی پوری کوشش اور سعی اس چیز پر صرف کردی کہ انسان کے تمام حرکات وسکنات اور اس کے تمام اعمال وافعال کو کسی طرح خراب کردے پوری تندہی سے اس کام پر لگا ہوا ہے۔

اس موضوع پر حافظ ابوبکر بن ابی الدنیاؒ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے اس کا نام ہے "مصائد الشیطان" اس میں بہت سارے مضامین ہیں سنن ابی داؤد میں ہے کہ رسول اللہؐ اکثر اپنی دعا میں یہ الفاظ فرماتے:

"واعوذ بک ان یتخبطنی الشیطان عند الموت" یعنی اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ شیطان مجھے موت کے وقت اچک لے۔"

بعض روایات میں آتا ہے کہ شیطان نے اللہ جل جلالہ سے کہا: اے رب! تیری عزت وجلال کی قسم میں برابر انسانوں کو بہکاتا رہوں گا جب تک کہ ان کے اجسام میں روحیں ہیں اس وقت تک۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میری عزت اور جلال کی قسم اور میں برابر ان کو معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> "شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگ دستی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا،
> اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش
> والا ہے سب کچھ جاننے والا۔" (البقرۃ:۲۶۸)

پس اللہ کا وعدہ تو بالکل برحق اور سچا ہے جبکہ شیطان کا وعدہ جھوٹ کا پلندہ اور باطل محض ہے۔ چنانچہ اسی مضمون کی ایک حدیث ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ذکر کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

> "ابن آدم پر کچھ اثر شیطان کا ہوتا ہے اور کچھ اثر فرشتہ کا' شیطان کا جو اثر ہے تو وہ ابن آدم کو شر اور حق کو جھٹلانے کی طرف راغب کرتا ہے جبکہ فرشتہ کا اثر خیر اور بھلائی اور حق کو قبول کرنے کی طرف راغب کرتا ہے پس جب کوئی یہ بات پائے کہ یہ خیال اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔ ...اور جو دوسری بات پائے تو شیطان سے پناہ مانگے، پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:"
>
> شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگدستی کا اور حکم کرتا ہے بےحیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے۔" (البقرۃ:۲۶۸)

مصنف فرماتے ہیں کہ ہم نے سورۃ بقرہ کے فضائل کے ذیل میں ذکر کیا ہے کہ جس گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ اور یہ بات بھی کہ آیت الکرسی کی فضیلت یہ ہے کہ جو اس کو رات کو پڑھے تو شیطان صبح تک اس کے قریب آنے کی جرأت نہیں کرتا۔

> امام بخاریؒ یہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
>
> "جو یہ کلمات: لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہٗ الملک ولہٗ الحمد وھو علیٰ کل شيءٍ قدیر۔ روزانہ (۱۰۰) مرتبہ کہے تو اس کو ۱۰ غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا' اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اس کے سو گناہ معاف کئے جائیں گے اور اس دن وہ شیطان سے رات تک بچا رہے گا اور کسی کا عمل اس دن اس سے زیادہ نہ ہوگا سوائے اس کے کہ کوئی اس سے بھی زیادہ عمل کرے۔"
>
> (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

نیز امام بخاریؒ یہ حدیث بھی سندِ متصل سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

> "جب بھی کوئی بندہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پہلو میں ٹھونگا لگاتا ہے (اپنا اثر ڈالنے کیلئے) سوائے حضرت عیسیٰؑ کے کہ جب شیطان ان کو ٹھونگا مارنے گیا تو جو ان پر حجاب تھا اس پر ٹھونگا لگا ان کو نہیں لگا۔"

نیز یہ حدیث بھی روایت کی ہے بخاری نے آپؐ سے سند متصل کے ساتھ کہ آپ نے فرمایا:

> "جمائی شیطان کی طرف سے آتی ہے پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو حسب استطاعت اس کو روکنے کی کوشش کرے کیونکہ جب تم میں سے کوئی کہتا ہے جمائی لیتے ہوئے "ھا" تو شیطان ہنستا ہے۔"

اسی مضمون کی روایت احمد، ابوداؤد، ورترمذی اور نسائی نے بھی کی ہے "کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اس کو روکے جتنی استطاعت ہو اس لئے کہ شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے (جب بندہ جمائی کیلئے منہ کھولتا ہے)

امام احمدؒ سے یہ روایت مفصلاً بھی مذکور ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

> "اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتے ہیں اور جمائی کو مکروہ و ناپسند کرتے ہیں پس جب تم میں سے کوئی کہتا ہے "ھاھا" تو شیطان اس کے پیٹ میں جا کر ہنستا ہے۔"

امام بخاریؒ حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں، فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کے نماز کے اندر ادھر ادھر متوجہ ہونے کی بابت دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: "یہ شیطان کا اچکنا ہے، تم میں سے شیطان اس کی نماز کو اچک لیتا ہے۔" (جبکہ وہ ادھر ادھر متوجہ ہوتا ہے نماز کے اندر) (ابوداؤد، نسائی)

امام بخاریؒ رسول اللہؐ سے سند متصل کے ساتھ روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

’’رؤیا صالحہ اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور جھوٹے خواب شیطان کی طرف سے، پس جب تم میں سے کوئی ڈراؤنا یا برا خواب دیکھے تو اپنے بائیں طرف تھتکار دے اور اللہ کی پناہ میں آجائے شیطان کے شر سے کیونکہ جب یہ کرلے گا تو اس خواب کا اسکے اوپر کچھ اثر نہ ہوگا۔‘‘

امام احمدؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

’’تم میں سے کوئی اسلحہ اٹھا کر اس کا رخ اپنے بھائی کی طرف کرکے نہ چلے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کی گولی سے اس کے بھائی کو مروادے اور یہ اپنے بھائی کو مارنا اس کو جہنم تک پہنچادے۔‘‘ (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’ہم نے آسمان دنیا کو مزین کردیا چراغوں (ستاروں) کے ساتھ اور اس کو شیاطین کیلئے مار بنادیا اور ہم نے اس کے لئے تیار کررکھا ہے دردناک عذاب۔‘‘ (الملک:۵)

اور دوسری جگہ فرمایا:

’’بے شک ہم نے مزین کردیا آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت کے ساتھ اور ان کو حفاظت کا ذریعہ بنادیا ہر شیطان سرکش سے نہیں سن سکتے اوپر کی مجلس تک اور پھینکے جاتے ہیں ان پر ہر طرف سے بھگانے کو اور ان پر مار ہے ہمیشہ کو مگر جو کوئی اچک لایا جھپٹ سے پھر پیچھے لگا اس کے انگارہ چمکتا ہوا۔‘‘ (صافات۔۶ تا ۱۰)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

’’اور تحقیق ہم نے بنائے ہیں آسمان میں برج اور رونق دی اس کو دیکھنے والوں کی نظر میں، اور محفوظ رکھا ہم نے اس کو ہر شیطان

مردود سے، مگر جو چوری سے سن بھاگا سو اس کے پیچھے پڑا انگارہ چمکتا ہوا۔“ (الحجر: ۱۶ تا ۱۸)

نیز فرمایا:

”اور اس قرآن کو شیطان نہیں لے کر اترے اور نہ ان سے بن آئے اور نہ وہ کر سکیں، ان کو تو سننے کی جگہ سے دور کر دیا ہے۔“

(الشعراء: ۲۱۰ تا ۲۱۲)

ایک مقام پر جنوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:

”اور یہ کہ ہم نے ٹٹول کر دیکھا آسمان کو پھر پایا اس کو بھر رہے ہیں اس میں چوکیدار سخت اور انگارے، اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے پھر جو کوئی اب سننا چاہے وہ پائے اپنے واسطے ایک انگارہ گھات میں۔“ (الجن: ۸۔۹)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

”فرشتے آسمان میں (بادلوں میں) باتیں کرتے ہیں ان چیزوں اور معاملات سے متعلق جو زمین میں پیش آنے والے ہیں تو شیاطین ان میں سے کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اس کو انڈیل دیتے ہیں زمین میں کاہن کے کانوں میں جیسا کہ شیشی کے اندر کوئی چیز انڈیلی جاتی ہے تو وہ کاہن اس میں سو جھوٹ بنا کر لوگوں کو بتاتا ہے۔“

حضرت عائشہؓ سے بھی اک مضمون کی روایت منقول ہے۔

امام بخاری دوسرے مقام پر اور امام مسلم بھی حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ”کہانت“ کے متعلق دریافت فرمایا، تو آپؐ نے فرمایا کہانت کوئی چیز نہیں ہے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! تو کاہن جو باتیں بتاتے ہیں تو ان میں کبھی کبھی کوئی سچ بھی نکل آتا ہے، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ

کوئی ایک برحق کلمہ ہوتا ہے جسکو جنات اچک لیتے ہیں اور اس کو اپنے ولی (کاہن وغیرہ) کے کان میں پھینک مارتے ہیں جیسا کہ مرغی ٹھونگ مارتی ہے، پھر وہ کاہن اس کے ساتھ جھوٹ ملاتا ہے۔" (بخاری)

نیز بخاری میں یہ حدیث بھی مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

> "جب اللہ تعالیٰ کسی کام کے کرنے کا آسمان میں حکم فرماتا ہے تو فرشتے اپنے پروں کو دھیرے دھیرے مارتے ہیں گویا وہ ایک زنجیر ہو چکنی چٹان پر، پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے؟ وہ کہتے ہیں اس سے جس نے یہ کہا تھا کہ حق فرمایا اور وہ (اللہ) بلند و برتر اور بڑا ہے، پھر وہاں سے سنتا ہے کوئی چوری چھپے سننے والا اور چوری چھپے سننے والے ایک کے اوپر ایک ہوتے ہیں"۔

سفیانؒ (راوی) نے اپنے ہاتھ سے اس کی کیفیت بیان کی اور اپنی انگلیوں کو باہم ملا کر اشارہ سے بتلایا کہ کس طرح چوری چھپے سننے والا ایک سے دوسرے کو پہنچاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سے نیچے والے کو اور وہ اس سے نیچے والے کو حتیٰ کہ زمین پر موجود ساحر یا کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے، اس دوران بعض اوقات تو درمیان میں ہی کوئی شہاب ثاقب اس شیطان کا خاتمہ کردیتا ہے اور بعض اوقات وہ شہاب ثاقب سے بچ کر کاہن تک اس بات کو پہنچادیتا ہے، پھر وہ کاہن اس میں اپنی جانب سے سو جھوٹی باتیں ملا کر لوگوں کو بیان کرتا ہے (اب اگر کبھی اس کی کوئی بات درست ثابت ہوجائے تو) وہ کہتا ہے کیا میں نے فلاں دن ایسے ایسے نہیں کہا تھا؟ اور آسمان سے سنی ہوئی اس بات کی وجہ سے اس کاہن کو لوگ سچا جاننے لگتے ہیں۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اور انہوں نے ایک انصاری صحابی سے رسول اللہ ﷺ سے اس جیسا مضمون نقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور جو کوئی آنکھیں چرائے رحمٰن کی یاد سے ہم اس پر مقرر کر دیں
ایک شیطان پھر وہ رہے اسکا ساتھی اور وہ ان کو روکتے رہتے ہیں
راہ سے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں یہاں تک جب آئے
ہمارے پاس کہے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں فرق ہو مشرق مغرب
کا سا کہ کیا برا ساتھی ہے"۔ (الزخرف)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور ہم نے لگا دیئے ہیں ان کے پیچھے ساتھ رہنے والے پھر
انہوں نے خوبصورت بنا دیا انکی آنکھوں میں اس کو جو ان کو آگے
ہے اور جو انکے پیچھے ہے"۔ (حم السجدہ)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"بولا شیطان اس کا ساتھی اے رب ہمارے! میں نے اس کو
شرارت میں نہیں ڈالا پر یہ تھا راہ کو بھولا دور پڑا ہوا فرمایا جھگڑا نہ کرو
میرے پاس اور میں پہلے ہی ڈرا چکا تھا تم کو عذاب سے بدلتی نہیں
بات میرے پاس اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر"۔ (قٓ)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اور اسی طرح کر دیا ہم نے ہر نبی کیلئے دشمن شریر آدمیوں کو اور
جنوں کو جو کہ سکھلاتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی باتیں
فریب دینے کیلئے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے سو
تو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ اور اس لئے کہ مائل ہوں
ان ملمع کی باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل جن کو یقین نہیں
آخرت کا اور وہ اس کو پسند بھی کرلیں اور کیے جائیں جو کچھ برے
کام کر رہے ہیں"۔ (الانعام)

ہم پیچھے فرشتوں کے بیان میں رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث ذکر کر چکے ہیں

جسے امام احمدؒ اور مسلمؒ نے منصور عن سالم ابن ابی الجعد عن ابیہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''تم میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا ساتھی شیطان اور ساتھی فرشتہ لگادیا گیا ہے' صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اور آپ کے ساتھ؟ فرمایا: میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس (شیطان) کے مقابلے میں میری مدد فرمائی اور وہ مجھے حکم نہیں کرتا مگر خیر ہی کے کاموں کا''۔

یہی حدیث امام احمدؒ نے بھی عثمان ابن ابی شیبہ کے طریق سے نقل کی ہے اور اس میں ''فاسلم'' کے الفاظ بھی ہیں۔

اسی طرح امام احمدؒ نے اپنی سند سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی حدیث نقل کی ہے' وہ فرماتی ہیں کہ:

> ''ایک بار رسول اللہ ﷺ رات میں میرے پاس سے نکل کر تشریف لے گئے' مجھے بڑی غیرت آئی (کہ شاید کسی دوسری زوجہ مطہرہؓ کے پاس گئے ہیں) آپ تھوڑی دیر میں واپس تشریف لے آئے تو مجھے دیکھا کہ میں اسی جذبہ میں ہوں' آپؐ نے فرمایا: عائشہ! کیا بات ہے کیا تمہیں رقابت محسوس ہوئی تھی؟ میں نے کہا مجھے کیا ہوا کہ میری جیسی عورت آپؐ جیسے مرد پر غیرت نہ کرے' تو آپؐ نے فرمایا کہ تیرا شیطان تجھ پر غالب آگیا ہے میں نے کہا یارسول اللہؐ! کیا میرے ساتھ شیطان بھی ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا اور کیا تمام انسانوں کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں میں نے کہا اور کیا آپؐ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن میرے رب نے میری مدد کی یہاں تک کہ وہ اسلام لے آیا۔'' (احمد و مسلم)

امام احمد سے یہ حدیث بھی منقول ہے کہ ابوہریرہؓ نے رسول اللہؐ کا یہ قول نقل

کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

> ”بیشک مومن کو اس کا شیطان قابو کرتا ہے جیسے کہ تم سفر کے اندر اپنے اونٹ کو قابو کرتے ہو“۔

مصنف ”لینضی شیطانہ“ کا معنیٰ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسکی پیشانی پکڑتا ہے تاکہ اس پر غلبہ حاصل کرے اور اس پر غصہ ہوتا ہے جیسا کہ اونٹ کیساتھ کیا جاتا ہے جبکہ وہ شریر ہو جائے تو اس پر غلبہ پانے کیلئے ایسا کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ابلیس کے بارے ارشاد ہے فرمایا:

> ”بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر پھر ان پر آؤں گا ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے اور نہ پائے گا تو اکثروں کو ان میں شکرگزار۔“ (اعراف ۱۲۔۱۷)

امام احمدؒ فرماتے کہ سندِ متصل کے ساتھ کہ آپؐ نے فرمایا:

”بیشک شیطان ابن آدم کے راستوں پر بیٹھ جاتا ہے (اس کو بہکانے کیلئے) چنانچہ پہلے تو اس کے اسلام کے راستے میں حائل ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ کیا تو اسلام لے آئے گا اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دے گا؟ تو فرمایا: وہ اس کی نافرمانی کرتا ہے اور اسلام لے آتا ہے، پھر فرمایا کہ پھر اس کے ہجرت کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کیا تو ہجرت کرے گا اور اپنی زمین وفضاء گھر بار کو چھوڑ دے گا، اور مہاجر کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی گھوڑا ایک لمبے راستے پر دوڑ رہا ہو“ (اس کی کوئی منزل نہیں ہوتی یہ اس کو ہجرت سے باز رکھنے کیلئے کہتا ہے) لیکن وہ پھر بھی شیطان کی نافرمانی کرتا ہے اور ہجرت کر لیتا ہے۔ پھر شیطان اس کے جہاد کے راستے میں بیٹھتا ہے اور یہ جہاد جہاد بالنفس اور جہاد بالمال ہے اور اس سے کہتا ہے کیا تو قتال کرے گا تو مارا جائے گا اور تیری بیوی دوسرا نکاح کر لے گی، تیرا مال تقسیم کر دیا جائے گا! (اس سے بھی باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے) مگر وہ پھر بھی شیطان کی نافرمانی کرتا ہے اور جہاد کرتا ہے۔“

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے یہ کام کیے اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریں، اور اگر وہ قتل کر دیا جائے تو اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریں اور اگر وہ غرق کر دیا جائے تب بھی اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریں اور اگر اس کی سواری اس کو روند ڈالے تب بھی اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریں۔“

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ آپؐ نے کبھی بھی صبح وشام یہ دعائیں ترک نہیں کیں بلکہ ہمیشہ اس پر مواظبت کرتے رہے وہ دعائیں یہ ہیں:

”اے اللہ میں آپ سے عافیت مانگتا ہوں دنیا وآخرت کی، اے اللہ میں آپ سے عفو اور عافیت کا سوال کرتا ہوں اپنے دین میں اپنی دنیا میں، اپنے گھر والوں میں اور اپنے مال میں، اے اللہ! پردہ پوشی کر میری شرمگاہ کی اور امن عطا کر خوف سے، اے اللہ! میری حفاظت فرما۔ میرے سامنے سے میرے پیچھے سے میرے دائیں سے اور میرے بائیں سے اور میرے اوپر سے، اور تیری عظمت کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ وہ شیطان بہکائے مجھے میرے نیچے سے۔“

وکیع راوی فرماتے ہیں اس سے مراد ہے زمین میں دھنس جانا۔ اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم وغیرہ نے عبادہ بن مسلم سے نقل کیا ہے اور حاکم نے فرمایا، صحیح الاسناد حدیث ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصدق وبالصواب۔

وھو حسبی ونعم الوکیل۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دیگر شہروں میں بیت العلوم کے اسٹاکسٹ

﴿ملتان﴾	﴿کراچی﴾	﴿راولپنڈی﴾
بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	الخلیل پبلشنگ ہاؤس راولپنڈی
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	بیت القلم گلشن اقبال کراچی	﴿اسلام آباد﴾
بیکن بکس گلگشت کالونی ملتان	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
کتاب گھر حسن آرکیڈ ملتان	دار القرآن اردو بازار کراچی	المسعود بکس F-8 مرکز اسلام آباد
فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	مرکز القرآن اردو بازار کراچی	سعید بک بینک F-7 مرکز اسلام آباد
اسلامی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	عباسی کتب خانہ اردو بازار کراچی	میر بک سنٹر آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد
دار الحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	﴿پشاور﴾
﴿ڈیرہ غازی خان﴾	علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	یونیورسٹی بک ڈپو خیبر بازار پشاور
مکتبہ زکریا بلاک نمبر ۱۰ ڈیرہ غازی خان	﴿کوئٹہ﴾	مکتبہ سرحد خیبر بازار پشاور
﴿بہاولپور﴾	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	لندن بک کمپنی صدر بازار پشاور
کتابستان شاہی بازار بہاولپور	﴿سرگودھا﴾	﴿سیالکوٹ﴾
بیت الکتب سرائیکی چوک بہاولپور	اسلامی کتب خانہ پھولوں والی گلی سرگودھا	گلشن بک ڈپو اردو بازار سیالکوٹ
﴿سکھر﴾	﴿گوجرانوالہ﴾	﴿اکوڑہ خٹک﴾
کتاب مرکز فریئر روڈ سکھر	والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
﴿حیدرآباد﴾	مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک
بیت القرآن چھوٹی گٹی حیدرآباد	﴿راولپنڈی﴾	﴿فیصل آباد﴾
حاجی امداد اللہ اکیڈمی جیل روڈ حیدرآباد	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی	مکتبہ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
امداد الغربا کورٹ روڈ حیدرآباد	فیڈرل لاء ہاؤس چاندنی چوک راولپنڈی	ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد
جمالی بک ڈپو کورٹ روڈ حیدرآباد	اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی	مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار فیصل آباد
﴿کراچی﴾	بک سنٹر ۳۲ حیدر روڈ راولپنڈی	اقرأ بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد
ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی	علی بک شاپ اقبال روڈ راولپنڈی	مکتبہ قاسمیہ امین پور بازار فیصل آباد